

اِنَّ هٰذِهِ تَذْكِرَةٌ

صوبہ ہار کے ادبی کارناموں کی تاریخی سرگزشت

المعروف بہ

تاریخ شعراء ہار

جلد اول

(سالہ سے سالہ تک)

جس میں

”آر و زبان اور اردو شاعری کی تاریخ“ بیان کرنے کے بعد عظیم آباد و صوبہ ہار کے شاعرین
شعراء متقدمین و متوسطین کا ذکر بعد ان کے ادبی کارناموں کی فہرست مع نمونہ کلام میں
علحدہ دوروں میں بالتفصیل مذکور ہے۔

مؤلف

میر عزیز الدین جلیلی، المتخلص برآر عظیم آبادی، مصنف کتاب ”انسان کی پرواز“ غیر بخشی محلہ پرٹھہری
بہ تمام مولوی عطاء الرحمن صاحب پنجر

دی قومی پریس لمیٹڈ۔ بانٹی پور پٹنہ میں چھپا

فہرست مضامین "تاریخ شعرا کے بہار"

جلد اول

تاریخ شعرا کے بہار

تقدیم شعرا کے عظیم آباد
ترجمہ (اور اس کے پیشرو)

صفحہ	تخلص	نام
۱	انور	میر غلام علی
۲	الف	لالہ اجاگر خند
۲	الم	خواجہ صاحب میر
۲	امامی	خواجہ امام بخش
۳	امین	مولانا محمد امین اللہ
۴	امین	خواجہ امین الدین
۴	انور	میر محمد رضا خاں (عاشق)
۵	انور	شاہ علی اکبر
۶	بہار	سید جبار علی
۶	بخود	شیخ محمد داہم
۶	بیدل	مرزا عبد القادر
۶	بیرک	شاہ کرم علی
۶	تائید	خواجہ عبداللہ
۸	تحقیق	میر محمد حلیم

۱۱-۱	دیباچہ
۱۱-۱	اردو زبان اور اردو شاعری کا
۱۱-۱	اردو زبان کی وجہ تسمیہ
۱۱-۱	ملا۔ عبد القادر۔ بیدل
۱۱-۱	نواب امیر خاں۔ انجام
۱۱-۱	محمد شاہ بادشاہ
۱۱-۱	شمس الدین۔ ولی
۱۱-۱	دکن میں اردو شاعری
۱۱-۱	میر عبد الولی۔ عزت
۱۱-۱	شاہ حاتم۔ مصلح زبان
۱۱-۱	سراج الدین خاں آرزو
۱۱-۱	حضرت مظہر جان نواز
۱۱-۱	مرکز شاعری دلی سے گاہنواؤں
۱۱-۱	عظیم آباد میں منتقل ہونا۔
۱۱-۱	خواجہ میر درد۔ مرزا سودا
۱۱-۱	و میر سوز
۱۱-۱	میر تقی۔ میر
۱۱-۱	معنی انشاد و جرات

ستیم

صفحہ ۲۳	سلیم میر محمد سلیم	صفحہ ۹	تمکین مولوی رحمت اللہ
۲۳	شافی امین الدین	۱۰	منّا خواجہ محمد علی
۲۳	شاکر میر بیگی	۱۰	جوش شیخ محمد روشن
۲۴	شاہ میر شاہ قلی خاں	۱۲	حسب ہیبت قلی خاں
۲۴	شرر مرزا ابراہیم	۱۳	حبیب میر محمد باقر
۲۴	شورش سخاہ آیت اللہ	۱۴	حضور شیخ غلام یحییٰ
۲۴	شورش میر غلام حسین	۱۵	خاکستر منشی سبکدھ
۲۵	تذکرہ شورش	۱۵	خلیق کرامت اللہ خاں
۲۶	منیر نواب بہدایت علی خاں	۱۵	غزنیہ سید خورشید علی
۲۶	سید شاہ علیم اللہ	۱۶	سید غلام علی آزاد بلگرامی
۲۶	منیا میر عیاد الدین	۱۷	خوشتر میاں فضل اللہ
۲۹	طہان شاہ نور الحق	۱۷	درمند محمد فقیر
۲۹	عاشق خواجہ علی اعظم خاں	۱۸	تذکرہ چمنستان شہزاد
۳۰	عاشق بہاراجہ کلیان سنگھ بہادر	۱۹	دل شیخ محمد عابد
۳۱	عاصی محمد علی خاں	۲۰	دوست غلام محمد
۳۱	عنیز عزیز اللہ	۲۰	رافع محمد جعفر خاں
۳۲	عشق شاہ رکن الدین	۲۰	رستم رستم علی خاں
۳۲	نواب علی ابراہیم خاں خلیل علی بابا	۲۱	رضا میر محمد رضا
۳۵	گارسن دی تاسی	۲۱	رفت شیخ محمد رفیع
۳۸	عاشق شیخ محمد وحید الدین	۲۱	رند شاہ حمزہ علی
۳۸	غیب میر محمد تقی	۲۲	رنگین منشی بلاس رائے
۳۸	غوی مرزا محمد علی	۲۲	سجاد شاہ محمد کبیر غلام نعمت بند
۵۰	فراق مرتضیٰ قلی خاں	۲۲	سود مولوی محمد سعید قریشی

صفحہ ۶۳	شیخ غلام حسین	مجموعہ	۶۲	سید حمید	بہار	۵۰	لالہ رام چند	توحہ
۶۴	مرزا مراد بخش	مراد	۶۵	عقشی سیاہون لعل	بیدار	۵۱	مرزا امیر ہوسوی	خطرت
۶۶	علی خاں	مست	۶۷	نواب میر الدولہ	عاشق	۵۲	اشرف علی خاں	قعاں
۶۸	میر علی خاں	منظر	۶۹	میر منظر علی	جذب	۵۳	ہمارا راجہ شتاب راکا	گریبان
۷۰	میر علی خاں	نقد	۷۱	مرزا جعفر	جغری	۵۴	میر علی محمد	مایل
۷۲	علی نواز خاں	نواز	۷۳	مولوی آیت اللہ	جوہری	۵۵	میر بدایت علی	محمم
۷۴	میر فضل علی	نیازی	۷۵	رحم علی	حیرت	۵۶	خواجہ محمد محترم علی	مستند
۷۶	میر یوسف علی	یوسف	۷۷	خادم حسین	خادم	۵۷	یار علی خاں	سکین
دوسرا دور طبقہ تنقید			۷۸	امیر اللہ خاں	نور	۶۰	لالہ بخت	مشتاق
۱۲۰۱ھ سے ۱۲۵۰ھ تک			۷۹	شیخ غلام علی	راست	۶۱	محمد قلی خاں	مضمون
۸۰	سید شادوار علی	اشکی	۸۱	محمد حسن خاں	رشی	۶۲	میر محمد ہاشم	منظر
۸۲	شاہ ابو تراب	آشنا	۸۳	غلام حسین	ضو	۶۳	خواجہ بخش اللہ	نوروز
۸۴	نور خاں	اکاہ	۸۵	سوچن	زاری	۶۴	ہمارا راجہ ام تراب	نالاں
۸۶	ڈاکٹر اسیر نگر	۸۷	غلام مصطفیٰ	سالم	۶۵	میر محمد وارث	نجات	
۸۸	تذکرہ اشکی بک	۸۹	شاہ سعد اللہ	شاہ	۶۶	شیخ حسن رضا	ولی	
۹۰	منشی منگل سین	۹۱	خواجہ عامر خاں	شو	۶۷	مرزا ولی	ہدم	
۹۲	راجہ پیار لال	۹۳	میر ہمدی	شورش	۶۸	میر محفوظ علی	مستند	
۹۴	میر امای	۹۵	شیو گوپال	شوق	مستند میں شعر اعظم آبادی			
۹۶	میر امان	۹۷	شاہ طالب علی	طالب	تذکرہ کار سن دی تاسی			
۹۸	نواب زامینڈو	۹۹	میر امام علی	طرزی	تذکرہ عشقی			
۱۰۰	شیخ برکت اللہ	۱۰۱	میر قربان علی	قربان	۶۱	میر محمد عظمیٰ		
۱۰۲	مفتیاب	۱۰۳	کمال علی	کمال	۶۲	میر محمد عظمیٰ		
۱۰۴	سنتو کھرا	۱۰۵	راجہ بھوانی سنگھ	گریبان	۶۳	میر محمد عظمیٰ		

صفحه ۸۴	آشنا	مولوی عبدالکریم	صفحه ۴۷	فرد	شاه محمد ابوالحسن	صفحه ۴۷	سید کلب علی	قیاب
۸۵	اصدق	میر جان علی	۵۰	فرقی	سید علی بخش	۵۰	خواجہ کاظم خا	یتیم
۵۰	اصغر	سید محمد صغیر بلگرامی	۵۸	فیض	نواب جعفر حسن خا	۵۰	مرزا علی رضا	تمنا
۵۰	آصف	سید عقیل حسین	۵۰	قصید	امیر اللہ	۵۰	شاه محمد علی	تنہا
۵۰	انظر	انظر علی خاں	۵۰	گشت	مرزا محمد علی	۵۰	اصالت خاں	ثابت
۵۰	اکبر	سید محمد اکبر بلگرامی	۵۹	لطف	مرزا علی	۵۰	مفتی غلام محمد	ثروت
۸۶	اکرام	سید اکرام الدین	۸۰	مجنون		۵۰	میر شمس الدین	قشا
۵۰	الفت	لالہ اننت رام	۵۰	محرو	میر ناصر جان	۶۸	شاه جمال حسین	جمال
۵۰	الہی	الہی بخش	۵۰	محرو	حکیم ابوالحسن	۵۰	شاه غلام رفیع	جنون
۵۰	امام	سید امام الدین	۵۰	محسن	خواجہ محمد حسن	۵۰	سید غلام حسن	حسن
۵۰	امیر	سید امیر احمد بلگرامی	۵۰	منا	مرزا احمد	۵۰	حکیم احمد حسین	حکیم
۵۰	امیر	سید محمد نواب	۸۱	منصف	منصف علی خاں	۵۰	حکیم غلام علی	حیدر
۸۷	انجم	مولوی عبدالحق	۵۰	امدی	نواب ہمدی علی خا	۵۰	مولانا نقد میسر	خلاق
۵۰	انور	مرزا انور علی	۵۰	نار	میر افضل علی	۶۹	راہہ بہادر	راہہ
۵۰	باقر	سید شاہ باقر حسین	۵۰	وجہ	سیلہ امیر الدین	۵۰	شیخ غلام علی	راست
۸۸	باقر	باقر حسن	۸۲	وحشی	میر بخشی	۷۳	سلیمان خاں	سلیمان
۵۰	باقر	منشی باقر رضا	۸۳	وحشی	شاه بخش حسین	۵۰	کنور میر لال	ضمیر
۸۸	بشار	مولوی محبت اللہ النسخ	۵۰	یاس	مولوی انور علی	۷۵	مرزا جان	طیش
۸۸	باقر	سید باقر حسین	تیسرے درجہ متوسطین			۵۰	میر غلام حید	عاجز
۸۸	بحر	نواب احمد علی خا	۲۵۱			۵۰	افا حسین قلی خا	حاشی
۸۹	بدر	راجہ گنگا پرشاد	۱۳۰			۵۰	سید محمد عسکری	عسکری
۵۰	بہل	منشی متولال	۸۴	حسن	ناظر علی حسن	۷۶	مرزا امام علی خا	غالب
۵۰	بشیر	منشی بشیر الحق	۵۰	احمد	سید احمد حسین	۵۰	خواجہ رفیع اللہ	زعت

۱۰۰	شیخ علی حسن	حبیب	۸۹	شیخ الہی بخش	بیجان
۱۰۰	محمدی لال	حامد	۸۹	حافظ اکرام احمد ضیف	بیکس
۱۰۰	شمس العلماء مولانا حاجی محمد شاہ	حسرت	۸۹	مرزا محمد	پریشان
۱۰۳	لالہ ہندا پرشاد	حسرت	۹۰	شاہ محمد واجد	پریشان
۱۰۳	مولوی ابوالفضل	حشر	۹۰	حکیم مولانا عبدالحجید	تائب
۱۰۳	لالہ ماتادیں	حشمتی	۹۵	منشی جھگوان دین	بنامک
۱۰۳	حافظ عبدالرحیم	حقیر	۹۶	بنارک حسین	تکین
۱۰۳	سید اولاد احمد	حقیر	۹۶	سید حبیب اللہ	تکین
۱۰۴	مولوی محمد اسماعیل خاں	حکیم	۹۶	میاں مہدی بخش	تکین
۱۰۴	غلام حیدر	حیدری	۹۶	سید محمد تقی	تکین
۱۰۴	میر نور	حیران	۹۶	میر سادات علی	تکین
۱۰۴	منشی احمد حسین	حیرت	۹۶	میر عبدالحکیم	تکین
۱۰۵	مولوی احمد کبیر	حیرت	۹۷	سید بندہ حسین	تکین
۱۰۶	محمد علی خاں	حیرتی	۹۷	مرزا علی رضا	تکین
۱۰۷	حکیم مولوی سید فضیلت حسین	خادم	۹۷	میر عبدالحی	تکین
۱۰۷	مولوی عبداللہ خاں	خان	۹۷	راجہ جے گوپال سنگھ بہادر	تکین
۱۰۷	شیخ عبدالحکیم	خادر	۹۸	سیماں خاں	تکین
۱۰۷	سید محمد مہدی	غبر	۹۸	مولوی عبداللہ	تکین
۱۰۷	راجہ بابو	خفی	۹۸	مولوی عبدالحق	تکین
۱۰۷	میر احمد حسین	دانش	۹۹	شاہ خلیل الدین احمد	تکین
۱۰۷	منشی بینی پرشاد	دل	۹۹	مولوی عبدالنور خاں نسلا	تکین
۱۰۷	دیر شاہ	دیر	۱۰۰	میر شرف علی	تکین
۱۰۷	مرزا امان علی	ذبیح			

صفحہ ۱۱۵	مولوی مہدی حسن خاں	شاد	صفحہ ۱۰۸	سید غلام حسن	ذکر
۱۱۷	شاہ محمد آغا	شاغل	دو	مولوی حسن علی خاں	راحت
۱۱۸	منشی للتاریخ شاد	شایق	۱۰۹	کنور سکھراج بہادر	رحمتی
دو	منشی محمد بخش	شایق	دو	سید محمد رضا	رضا
دو	منشی سرفراز علی خاں	شایق	دو	میرزا الطیر حسین	رضا
دو	مولوی محمد شرف الدین	شرف	۱۱۰	ابوالمظفر مولا بخش	رضوان
دو	شرف احمد خاں	شمس	دو	منشی گرسہائے لال	رقیم
دو	منشی پریشتر سکھ	شمس	دو	سید غلام بنی	رکن
دو	شیخ محمد حسن	شمیم	دو	میر غلام حیدر خاں	رونق
دو	محمد حسن خاں	شمیم	دو	سید علی نواب	رونی
۱۱۹	دارودہ عبدالرحمن	شور	دو	ڈاکٹر شیخ عبداللہ	ربانی
دو	میرفت علی	شوش	۱۱۱	شہزادہ مرزا محمد زبیر الدین	زبیر
۱۱۹	مکمل لال	شوش	دو	سید سحان حیدر	زیر
۱۱۹	حضرت سید شاہ امین احمد	شوق	۱۱۱	محمد سعید	مسافر
۱۲۲	مولوی سید ال احمد	سولت	دو	فصیح احمد	سالک
۱۲۵	خواجہ محمد شاہ	شہر	دو	حکیم محمد عسکری	سالم
دو	منشی محمود	شہر	۱۱۲	ناظر عباس علی	سنحی
دو	مولوی یوسف علی	شہید	۱۱۲	نواب سید محمد حسین خاں	سلطان
دو	سید محمد بشیر	شیر	۱۱۳	خواجہ سلطان جان	سلطان
دو	صادق علی خاں	صافی	۱۱۳	سید یحسان حیدر	سید
۱۲۶	منشی سید فرزند احمد	صیغہ	دو	سید حسین	سید
۱۲۷	شاہ فرزند علی	صوفی	دو	حکیم میر سید حسن	سیدی
۱۲۸	حکیم احمد حسین	صوفی	دو	رامے درگاہ شاد	شاد

ص ۱۲۸	عنایت علی خاں	فروغ	ص ۱۲۸	مولوی سید محبوب شیر	موات
دو	سید شاہ الفت حسین	فرواد	۱۲۲	ضمیر الدین احمد	منیر
۱۲۲	مولوی حاجی محمد فرید	برید	دو	مرزا محمد طاہر	طاہر
۱۲۳	محمد فضل الرحمن	فعل	دو	ڈاکٹر حبیب اللہ	طیب
دو	شیخ دیانت حسین	فہمی	دو	آغا حسن	ظہیر
دو	فیاض حسین	فیاض	۱۲۴	لالہ کلا پرشار	عاجز
دو	مرزا قادر بخش	قادر	۱۲۵	محمد ضیاء حسین	عاصی
دو	لالہ ملک بہاری لال	قاصر	دو	محمد خدا بخش	عاصی
۱۲۴	سید علی خاں	قایل	دو	علی زاب	عالی
دو	میر قربان علی	قربان	دو	ناظر عباس علی	عباس
دو	خواجہ عبدالکریم	قرین	۱۲۵	ناظر میر وزیر علی	عبرت
دو	مرزا غلام حسین	قمر	۱۲۶	سید عبدالعزیز	عزیز
۱۲۵	مولوی قمر الدین حید	قمر	دو	آغا مرزا	عطا
دو	شاہ مرشد حسین	کامل	دو	دوست محمد	علم
دو	مولوی اولاد علی	کامش	دو	محمد علیم الدین	علیم
دو	رفعت حسین	کبیر	دو	محمد عمر	عمر
۱۲۶	شاہ کرامت حسین	کرامت	دو	نواب بیات علی خاں	عیش
دو	سید خورشید احمد	کلیم	۱۳۴	غلام ربی خاں	غلام
دو	حکیم سید محمد موسیٰ	کلیم	دو	سید بادی علی خاں	فائز
دو	عبدالواحد خاں	کوثر	دو	لالہ سپوک رام	فدوی
دو	سید میر الدین احمد	کیفی	۱۳۴	میر فرحت علی	فرحت
۱۲۶	شاہ قنلا حسین	کیفی	۱۳۸	قاضی سید فرحت حسین	فرحت
دو	سید نواز احمد	گرامی	دو	وحید الدین خاں	برو

۱۴۸	منشی ابیالحسن	گرم	۱۴۸	شیر علی احمد	لایق
دو	لالہ نذکرہ سنگھ	گیسو	دو	مرزا محمد یوسف حسین	ماہر
دو	سید محمد باقر	متین	۱۴۸	مولوی سید اختر حسین	مایل
دو	سید محمد حسین	مخزون	۱۴۹	شیخ مبارک حسین	سبارک
دو	سید علی حسن	محسن	دو	سید محمد باقر	متین
دو	محسن علی	محسن	دو	سید محمد حسین	مخزون
دو	منشی مہر ہرناقد	محتی	دو	سید حامد حسین	مکت
۱۵۰	سید اولاد علی	غلام	دو	مولوی محمد نواز حسین	نور
دو	منشی محمد حسین خان	غلام	دو	سید شاہ بہال حسن	بہال
دو	حکیم وائش حسین	مداح	دو	مولوی عبدالغفور	نیر
دو	شیخ وزیر علی	سلسل	دو	وزیر علی خان	وزیر
۱۵۱	حکیم غلام علی	مشتاق	دو	شاہ وصی احمد	وصی
دو	حکیم نجمی پرشاد	مشہور	دو	حسن نواب	ولا
۱۵۱	شاہ حفاظت حسین	مطہر	دو	شاہ دیدار حسن	دہی
دو	سید محمد رضا	مفتون	دو	سید محمد ہاشم	ہاشم
دو	اکرام اللہ وکریم علی خان	مکرم	دو	سید احمد حسین	ہما
۱۵۳	امین علی خان	مکت	دو	محمد یحییٰ	ہمایون
دو	بیرامانت علی	ممنون	دو	شیخ سید علی	ہوشیار
دو	مولوی محمد شفیع	موج	دو	مولوی محمد یار علی	یار
دو			دو	سید شاہ محمد یحییٰ	یحییٰ
دو			دو	مرزا نذیر علی خان	نذیر
۱۴۲			دو	قطعات تاریخ طبع مذکورہ	قطعات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیاچہ

اُردو زبان کا ادبی کارنامہ دنیا کی اکثر متحدہ اور علی
 زبانوں کی طرح نثر کے بجائے نظم ہی سے شروع ہوا۔ اور اس لئے
 یہ کچھ بھی تعجب خیز امر نہ تھا کہ اُردو نویسی کی نشو و نما اور ترقی کے ساتھ
 ساتھ تصنیف و تالیف کے میدان میں شعرا کا تذکرہ ہی اہل قلم کی مقام
 اور مرغوب ترین جولان گاہ بن گیا۔ یوں تو شعرا کے تذکرے
 غارسہ میں پہلے بہترے لکھے گئے۔ لیکن ہندوستان کی ادبی تاریخ میں
 عظیم آباد کو یہ بھی ایک خاص امتیاز حاصل ہے کہ سب سے پہلے
 یہیں کے ایک باشندہ میر غلام حسین شورش نے تقریباً
 ۱۱۶۵ھ میں شوائے ریختہ کا تذکرہ ریختہ ہی میں قلم بند کیا (دیکھو
 تذکرہ ہذا تذکرہ شورش)

شورش کے اس تذکرہ کے بعد پھر دوسرا تذکرہ شعرائے ہند کا
 جو اُردو زبان میں لکھا گیا وہ تذکرہ "گلشن ہند" ہے جسکو مرزا علی لطف نے

۵۰ واضح ہو کہ تاریخ نثر اُردو۔ حصہ اول مطبوعہ ۱۳۳۸ھ کے صفحہ ۶۸ میں درج ہے

سلسلہ میں تذکرہ گلزار ابراہیمؑ کی مدد سے بیشتر موصو بہ بہار ہی کی
آپ وہو میں مرتب کیا (دیکھو تذکرہ ہذا - تذکرہ لطف) اور اس کے بعد
تو اردو کی عام گرم بازاری ہو جانے کے باعث فارسی نویسی کا رواج
ہندوستان سے بتدریج مٹا گیا اور دیگر علوم و فنون کی کتابوں کے
ساتھ تذکروں کی بھی اردو زبان میں چنداں کمی نہ رہی۔

لیکن اس مقام پر اس امر کا بیان کر دینا بھی غائبانہ موزوں
نہ ہوگا کہ سوانح نگاری کے اعتبار سے یہ تمام تذکرے - خواہ وہ فارسی
میں لکھے گئے ہوں یا اردو میں - محض نامکمل اور نام تمام حالات کا مجموعہ
ہیں۔ عام طور پر تو ہر ایک تذکرہ میں حروف شجی کی ترتیب کے ساتھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) مولانا احسن صاحب مارہروی تذکرہ گلشن ہند
کی نسبت تحریر فرمایا ہے کہ :-

”اردو شعرا کا یہ پہلا تذکرہ جس میں شعرا کے حالات اردو زبان میں لکھے گئے ہیں“ الخ
حالانکہ دیگر شہادتوں سے قطع نظر خود اسی تذکرہ گلشن ہند میں بہ حوالہ ”گلزار ابراہیمؑ“
تذکرہ رہنے کے۔ ”شورش عظیم آبادی نے ایک تذکرہ شعرائے ریختہ کا ریختہ میں لکھا ہے۔“
پھر باوجود اس کے ”گلشن ہند“ کو اردو زبان کا پہلا تذکرہ قرار دینا کیونکر صحیح
ہو سکتا ہے۔ اس کے ماسوا تذکرہ گلزار سن دی تاسی“ اور دیگر قدیم تذکروں
میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ اور تذکرہ آبجیات تذکرہ میر میں بھی
اس کا حوالہ پایا جاتا ہے۔

سلسلہ تذکرہ گلزار ابراہیمؑ مولفہ نواب علی ابراہیم خان خلیل عظیم آبادی ۱۱۸۸ھ میں مرتب ہوا
یہ فارسی زبان میں اردو شعرا کا تذکرہ ہے اس کا ایک قلمی نسخہ اور منسلک ایک سریلیٹ میں موجود ہے

شعر کے تخلص و نام مع مختصر نمونہ کلام بلا تعین زمان و مکان لکھ دئے جاتے ہیں۔ اگر کسی میں نام مع سکونت مذکور ہے تو سال ولادت و وفات اور تحصیل علمی اور خاندان وغیرہ کا حال معلوم نہیں۔ یا کسی میں یہ چیز تو وہ نہیں۔ پس ایسی حالت میں اگر کوئی شخص کسی شاعر کی نسبت یہ دریافت کرنا چاہے کہ وہ ہندوستان کے کس شہر یا کس صوبہ کا رہنے والا تھا کس کسٹہ اور کس خاندان میں پیدا ہوا۔ اس کی تحصیل علمی کیا تھی اور اس کی زندگی کے خاص سوانح کیسے تھے؟ تو کوئی ایک تذکرہ خواہ کتابی مستند کیوں نہ ہو۔ ایسا نہیں پایا جاتا۔ جو ان سب امور پر کافی روشنی ڈال سکے۔ مگر ”گلشن بے غار“ (مولفہ نواب مصطفیٰ خاں شیفہ دہلی)

کے لیے مستند تذکرہ کے معائنہ سے بھی جو انیسویں صدی کے وسط میں لکھا گیا ہے۔ ناسمجح عظیم آبادی کے ایسے نامور اور مسلم البتہ شاعر کی نسبت صرف اس قدر معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک مرد فقیر تھے۔ اور اکثر تذکروں میں تو ان کا نام بھی مذکور نہیں۔ اس کے ماسوا۔ یا وجود اس کے کہ اہل یورپ فن تذکرہ نویسی اور تنقیدی سوانح نگاری میں بہارت کامل اور بد طولی رکھتے ہیں۔ لیکن اسی انیسویں صدی کے وسط میں ملک فرانس کے ایک مشہور اہل قلم ”گارسن دی ٹاسی“ نے جب شعرائے ہند کا ایک تذکرہ اپنی زبان میں قلم بند کیا تو اس کو بھی انہیں مذکورہ دقتوں کا سامنا درپیش ہوا۔ اور اگرچہ اس کا تذکرہ نمونہ کلام سے معرا ہونے کے باوجود اکثر ہندی نثر اد تذکروں کے مقابل میں بعض اعتبار سے

اس کے ماسوا۔ یہ امر بھی محتاج بیان نہیں کہ اگرچہ دلی و
لکھنؤ کی طرح (بلکہ لکھنؤ کی تعمیر کے پچاس برس پیشتر سے) عظیم آباد بھی
قدیم زمانے سے اردو زبان اور اردو شاعری کا ایک مستقل مرکز رہا ہے
لیکن اون شہروں کی طرح کسی شاہی پایہ تخت کا شرف نہ رکھنے کے
باعث رفتہ رفتہ یہاں کے ادبی کارنامے گوشہ گمنامی میں پڑ گئے
یہاں تک کہ وہاں کے تذکرہ نویسوں کو بھی یہاں کے اکثر مشاہیر شعرا
کے کمالات کی کماحقہ اطلاع حاصل نہ ہو سکی۔

معہذا اہل نظر سے یہ امر بھی پوشیدہ نہ ہوگا کہ اول تو ایسا کوئی
مستقل تذکرہ لکھا ہی نہ گیا جو مستعین متاخرین شعرائے عظیم آباد و صوبہ بہار کے
کارناموں پر مشتمل ہو اور جس سے اس تذکرہ کی ترتیب میں مدد لی جاسکتی
اور اس کے ماسوا۔ بعض مختصر یا انفرادی تذکرے جو لکھے بھی گئے تو اون
میں مورخانہ تحقیقات سے استفادے پر دانی سے کام لیا گیا ہے کہ تاریخی
صحت کے متعلق یہ مشکل اون پر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔

۱۵ حضرت شاد مہر م نے حیات قریب میں حضرت عشق کو راسخ عظیم آبادی کا
شاگرد لکھ دیا ہے مالاںکہ خود راسخ قدوسی کے شاگرد تھے اور قدوسی کو عشق
سے تلمذ تھا۔

پھر حال میں مولوی لطیف اللہ صاحب خستہ نے ”رہائے اردو“ جلد ۱
صفحہ ۸۴ تذکرہ امیر مینائی میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت امیر مینائی نے داغ کے
ایک سال بعد ۱۱۷۰ھ میں حیدر آباد میں وفات پائی۔ اور حضرت داغ کا سنہ وفات

فی الجملہ انہیں خیالات کی بنا پر راقم الحروف نے اس تذکرہ کو
صرف اپنے ہی دیارِ عظیم آباد و صوبہ بہار کے شاعروں۔ ادیبوں اور
دیگر اہل قلم کے صحیح و ضروری سوانح کی ادبی تاریخ کے طور پر مرتب
کر دینا مناسب خیال کیا۔ اور اس کا نام ”تاریخ شعرائے بہار“ رکھا
اور گویہ کام ابتدا میں بہ ظاہر آسان تر نظر آتا تھا۔ لیکن فن تذکرہ نویسی
کے میدان میں قدم رکھنے کے ساتھ جس قسم کی مشکلات اور مشکلات
درپیش آتے ہیں اون کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو یہ جانتے
ہیں کہ ایک ایک مختلف فیہ تاریخی واقعہ کی تحقیق یا دیگر حالات کی
تفتیش کے لئے کتنے مختلف تذکروں اور کتابوں کی ورق گردانی اور
کتنے دروازوں کی خاک چھاننے کے بعد گوہر مقصود ہاتھ آتا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) ۱۸۹۹ء لکھا ہے۔ حالانکہ امیر مینائی نے جب حیدر آباد میں
وفات پائی تھی تو داغ اوسوقت زندہ و سلامت موجود تھے اور کئی سال بعد تک زندہ
رہے۔ چنانچہ یہ تاریخ وفات بھی حضرت داغ کے نسلک اظہار سے موجود ہے۔
ہو دعا بھی داغ کی تاریخ بھی قصر عالی پائے جنت میں امیر
اسی طرح تذکرہ ”یادگار عشق“ میں بھی بعض تاریخی اختلافات پاک
جاتے ہیں۔ اس کی تفصیل تذکرہ عشق میں آگے مذکور ہے۔

ان مثالوں سے اس فقیر کا مقصد کسی پر اعتراض کرنا نہیں ہے۔ لیکن یہ تبادلات
فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ عموماً تذکرہ نویس مورخانہ تحقیقات سے کس قدر بے پروا
ہوتے ہیں اور اون کی تالیفات سے کوئی محقق و اہل نظر فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

پس اگرچہ ایک ایک شخص کے مفصل اور صحیح حالات اور بعض حالات
 میں نمونہ کلام بھی فراہم کرنے میں چند در چند دقیقہ درپیش ہوئیں۔ اور
 باوجود یہم علالتوں کے مسلسل کئی سال تک روزانہ کئی کئی گھنٹے صرف
 قلم اور کاغذ اور کتاب اور چھان بین سے سابقہ رہا۔ لیکن الحمد للہ
 واللہ کہ آخر کار یہ ایک ایسا جامع تذکرہ مرتب ہو گیا جو اس دیار کے
 سات سو گزشتہ موجودہ اہل سخن کے سوانح مع نمونہ کلام و قہرست
 تالیفات و تصنیفات کا غیر ضروری حالات سے قطع نظر کر کے صرف
 ضروری اور تاریخی امور کے اعتبار سے ایک مکمل انسائیکلو پیڈیا کہا
 جاسکتا ہے۔ اور جو عظیم آباد و صوبہ بہار کی دوسو برس کی ایک ایسی
 مفصل ادبی تاریخ کا حکم رکھتا ہے کہ آئندہ اسی کی بنیاد پر عالیشان عمارتیں
 قائم کی جاسکتی ہیں۔

خاربا اثر گری رفتارم سوخت متے بر قدم راہ روانست مرا
 اس تذکرہ کی ترتیب اس طریقہ پر رکھی گئی ہے کہ اس کو
 دو حصوں میں منقسم کر کے حصہ اول میں اردو زبان اور اردو شاعری
 کی ایک جامع تاریخ بیان کرنے کے بعد پچاس پچاس برس کا ایک
 دور قرار دیکر ۱۵۰۰ء (اور پیشتر) سے ۱۳۰۰ء تک ہر دور کے شواہد
 جامع تذکرہ مع نمونہ کلام علیحدہ علیحدہ دور میں بیان کیا گیا ہے جس سے
 ہر دور کے تاریخی حالات اور صوبہ بہار میں اردو کے غیر مطبوعہ ادبی
 ذخیروں کی مقدار ذہن نشین ہو جائے ساتھ اس کا بھی اندازہ کیا جاسکے

ہے کہ اردو زبان امتداد زمانہ کے اعتبار سے ہر دور میں اصلاح و ترقی کے کس منزل کو طے کر رہی تھی۔ اور یہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ مشاہیر و مسلم المیوت شعرا کے علاوہ صوبہ کے اکثر غیر معروف صاحب دیوان شعرا کے کلام بھی اس ادبی تاریخ میں منظر عام پر پیش کر دیئے گئے ہیں۔ جن کا ذکر کسی سابق تذکرہ میں پایا نہیں جاتا۔ اور جیسا کہ حصہ اول میں تین سو شعرا کے ناموں کی طویل فہرست کے معائنہ سے بھی اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ جمیع الوجوہ یہ کہنا شاید غلط نہ ہوگا کہ اس استفادہ و جامعیت اور تاریخی صحت کے ساتھ شعرائے عظیم آباد و صوبہ بہار کا کوئی اس سے زیادہ جامع و مکمل تذکرہ اس کے پیشتر موجود نہ تھا۔

حصہ دوم میں اردو شاعری مستقل ذاتی و لکھنؤ کے دو مختلف اسکولوں کی

امتیازی خصوصیات کو علیحدہ عنوان میں بیان کیا گیا ہے۔ معہذا ایک علیحدہ عنوان میں یہ بات دکھائی گئی ہے کہ عظیم آباد کو اردو شاعری کے کس اسکول سے تعلق رہا ہے؟ اس کے بعد علیحدہ عنوانوں کے ساتھ اردو زبان کے بعض حقائق پر فلسفیانہ نظر ڈالکر اردو شاعری کے بعض حقائق اور تنقیدیں مذکور ہیں

پھر ان مذکورہ مضامین کے بعد ۱۳۰۱ھ سے موجودہ وقت ۱۳۵۱ھ تک اس دیار کے تقریباً چار سو شعرائے متاخرین و معاصرین کا تذکرہ مع کلام و تاریخ ولادت و فہرست تصنیفات و تالیفات وغیرہ بیان کیا گیا ہے۔ اور میں میں مشاہیر و غیر معروف ہنگامہ ادا و گوشہ نشین

اور کہنے مشق و نو مشق کسی کو بھی تابہ امکان نظر انداز نہیں کیا گیا۔ تاکہ
ملک کی ادبی یادگاروں کے ساتھ آئندہ نسلیں بھی اس فقیر کی تابین خدمت
سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اس مقام پر اس امر کا بیان کر دیتا بھی ناموزوں نہ ہوگا کہ
اس تذکرہ میں شعرا کے ناموں کی تقدیم و تاخیر حروف تہجی کی ترتیب کے
ساتھ مناسب خیال کی گئی۔ چنانچہ ہر دور کے علیحدہ علیحدہ عنوان میں
بھی جداگانہ طور پر یہی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔ پس زمانہ کے اعتبار سے
جس شاعر کو جس دور سے تعلق ہے اس کا تذکرہ اسی دور میں مذکورہ
ترتیب کے تحت میں پایا جائے گا۔ اور اس بنا پر کسی کا نام اول یا آخر
میں واقع ہونا افضلیت کا معیار نہیں قرار دیا جاسکتا۔

اس تذکرہ کی تیاری میں جس قدر قلمی اور مطبوعہ کتابوں کے
مطلوع اور حوالے کی ضرورت لاحق ہوئی ان کی فہرست حسب
ذیل ہے۔

مصنف	مصنف
تذکرہ گلزار ابرہیم۔ نواب علی محمد خاں قلمی	نشر عشق۔ اغا حسین قلی خان عاشق قلمی
صحف ابرہیم	تذکرہ فارسی۔ مصحفی
خزانہ عامرہ۔ حسان الہند آزاد بنگالی	عقد ثریا۔
سر و آزاد۔	سیر المتاخرین۔ نواب غلام حسین خاں مہنود
تذکرہ ہندی۔ مصحفی	غمانہ جاوید۔ لالہ سری رام ام لے
سفینہ خوش گو۔ بندر بنی اس مشکو	جلوہ خضر۔ جلد فقیر بکرائی۔

گلشن ہند۔ مرزا علی گشت۔ مطبوعہ	طوبار اخلاط۔ مولوی محمد حاشیہ السبع مطبوعہ
گلشن بہار۔ نواب مصطفیٰ خان	تاریخ ہندی و ہندوئی لٹریچر ڈی ٹاسی
مقدمہ دیوان حالی۔ مولانا حالی	مذکرہ فروغ بنیم۔ غلش ندروی
گلستان سخن صہبائی دہلوی	یادگار وطن۔ مولانا شوق نبوی
تاریخ ادب اردو۔ رام بابو	غزل پانڈار سہ جلد۔ خان بہادر مولانا شاد
سیر الپاسخی۔ سید محسن علی قسطنطنیہ	تاریخ نثر اردو۔ مولانا احسن الہری
نکات الشعرا۔ میر تقی میر	سخن شعرا۔ مولوی عبدالغفور نساج
مذکرہ شعرا اردو۔ میر حسن دہلوی	نولہ وطن۔ خان بہادر رشاد
چندستان شعرا۔ بانی لکھی نرائن شفیق	آب حیات۔ مولوی محمد حسین آزاد
گل رعنا۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی	یادگار عشق۔ تاقب عظیم آبادی
شعرا ہند۔ دو جلد۔ مولانا عبد السلام	یادگار ضیغ۔ مولوی عبدالحق ضیغ
کاشف الحقائق۔ شمس العلماء نواب سیالکوٹی	شعرا عجم سہ جلد۔ مولانا شبلی نعمانی
حیات فریاد۔ خان بہادر سید علی محمد شاد	تاریخ بہار۔ خان بہادر رشاد

یہ سب کتابیں راقم الحروف کی نظروں سے گزری ہیں۔ اور اکثر کا حسب موقع حوالہ بھی جایا کہہ دیا گیا ہے۔ اور معہذا اکثر شعرا کے غیر مطبوعہ کلام اور مطبوعہ و فوادیں و دیگر تصانیف کی ایک کثیر تعداد جو برائے تبصرہ و انتقاد کلام اس سلسلہ میں پیش نظر ہیں ان کی طویل فہرست اس مذکورہ فہرست کے علاوہ ہے۔

اگرچہ اکثر قلمی اور مطبوعہ کتابیں پتہ کی مشہور اور نیشنل پبلیکیشنز کی

اور ”انجمن ترقی اردو“ پٹنہ سٹی کے کتب خانے میں دستیاب ہو گئیں۔
 تاہم بعض دیوان اور کتابیں اور بعض شعرا کے کلام جواب تقریباً نایاب
 ہیں۔ ان سب کی فراہمی کے متعلق راقم الحروف اپنے اکثر اعزہ
 اور احباب کی اعانت اور دل چسپی کا بھی شکر گزار ہوں۔ اور جنہیں عزیز محب لوی
 سید رفیع الدین خان وکیل۔ عزیز محب لوی محمد شیر وکیل۔ عزیز محب لوی قاضی عبدالودود
 پیر شیر عزیز محب لوی سید جمال الدین وکیل۔ عزیز محب لوی یوسف الدین بلوچی۔
 عزیز محب لوی ضمیر الدین احمد۔ مولوی ابوالحیات ساکن روہائی۔ جناب مولوی بیاض حق خان صاحب
 خیال رئیس سولپور۔ مولوی شاہ منظور الرحمن اختر ساکن کاکو۔ شیخ خلیل الرحمن مغلیہ۔ مولوی
 احسان حق خان صاحب احسان۔ عزیز محب لوی عبدالمتان بیگلر جناب حکیم شاہ محمد الیاس صاحب
 یاس بہاری۔ اور ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب (پی۔ ایچ۔ ڈی) اس مقام پر قابل ذکر ہیں۔
 آخر میں راقم الحروف بہار گورنمنٹ کالج کراچی کے ساتھ انراہیل
 سر سید محمد فخر الدین خان بہادر۔ وزیر تعلیمات بہار وارڈیہ کالج دہلی سے
 شکر گزار ہوں جنہوں نے صوبہ کے اکثر مشاہیر اہل قلم کی قدردانیوں کے ساتھ اس فقیر کی
 سابق تصنیف ”موسم بہ انسان کی پرواز“ کی ڈھائی سو جلدیں سکولوں اور کالجوں کے
 کتب خانے کے لئے خرید فرما کر اوس کی شاعرت میں بیش بہا امداد فرمائی تھی۔ اور جنکی
 علمی قدردانیاں صوبہ بہار کے ادبی کارناموں کے ساتھ صفحات تاریخ پر ہمیشہ یادگار رہیں گی۔

راقم خاکسار

سید عزیز الدین احمد بلوچی المتخلص بہ راز عظیم آبادی
 بخشی محلہ۔ پٹنہ سٹی

۲۸ دسمبر ۱۹۳۳ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اُردو زبان اور اردو شاعری کی تاریخ

آج سے کئی ہزار برس پہلے ہندوستان میں دہلی اور
متھرا کے علاقوں میں برہج بھاشا - ذکن میں ہمارا شطری - اور اودھ
اور صوبہ بہار میں پالی زبان بولی جاتی تھی - اور اسی طرح قریب
ہر صوبہ کی بھاشا - اور ہر دیس کی ہر اکرت الگ الگ تھی -

یہ سب بھاشائیں اور ہر اکرت حقیقت ہیں اور غیر آئین
اقوام کی بولیاں نہیں جو بہت قدیم زمانے سے شمال مشرقی سمت سے
آکر اس ملک میں بس گئی تھیں - ان کے بعد جب شمال مغربی سمت سے
آکر آئین قوم کے لوگوں نے ہندوستان میں اپنا تسلط جمایا تو یہ اپنے ساتھ
اپنی مادری اور قومی زبان سنسکرت بھی لیتے آئے تھے - اور اسی سنسکرت
میں ان کو مقدس کتاب وید بھی ہوئی -

لیکن انہوں نے اور تمام غیر آئین قوموں کو جو ان کی محکوم
ہو گئی تھیں - شودر یعنی ناپاک کا لقب عطا کیا - اور ان شودروں کے
کانوں میں یہ اپنی مقدس زبان کے الفاظ کا ڈالنا بھی قطعاً ناروا سمجھتے
تھے - اس کا نتیجہ یہ ضرور ہوا کہ وہ سب ہر اکرت جو ان غیر آئین اقوام کی

زبانیں تھیں۔ اپنی جگہ پر بدستور آزاد رہ گئیں۔ اور سنسکرت کا
اون پر کوئی نمایاں اثر نہیں پڑا۔

ہمارے صوبہ بہار کو قدیم زمانے میں مگدھ دیس کہتے تھے
اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ یہاں پالی زبان بولی جاتی تھی۔ ڈھائی
ہزار برس کا عرصہ گزرا بودھ مذہب کے پیغمبر حضرت گوتم بدھ
بودھ گیا میں نبی حق کا ظہور ہوا۔ اور انھوں نے اسی مقدس
پالی زبان میں اپنے مقدس دین کی تبلیغ شروع کی۔ اور اسی زبان
میں اون کے مذہبی احکام بھی قلمبند ہوئے
مگدھ دیس کے راجہ اور ہندوستان کے بہترے راجاؤں نے
اس نئے دین کو لبیک کہا۔ اور اس طرح بودھ مذہب نے ساتھ
ساتھ اس مقدس پالی زبان نے بھی تمام ہندوستان میں مقبولیت
حاصل کر لی۔

بہر حال یہ مقدس پالی زبان جب مذہب کا جھنڈا لیکر اپنے
دیس سے قدم آگے بڑھاتی چلی تو برج بھاشا اور ہندوستان کی
دیگر پراکرتیں بھی بتدریج اس میں مخلوط ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ
راجہ اسوک کے عہد تک پالی پتر یعنی پٹنہ تمام ہندوستان کی
۱۵ حضرت گوتم بدھ تقریباً ۵۶۵ ق م میں پیدا ہوئے۔ اور ۴۸۳ قبل مسیح میں
ان کا انتقال ہوا۔ ان کی پیدائش اور انتقال کے زمانہ مورخوں کا اختلاف ہے
برما اور سیلون کے بودھ مذہب والے تقریباً ایک سو برس کا فرق بتاتے ہیں۔

و وسیع سلطنت کا دار الحکومت تھا۔ تو صوبہ بہار سے پنجاب تک
بودھ مذہب کی عملداری ہو جانے کے ساتھ۔ معبدوں۔ کالجوں۔ ستوپوں
اور پتھروں پر تمام تر اسی مخلوط پالی زبان کی عبارتیں کندہ کی ہوئی نظر
آئے لگیں۔ اور یہ مخلوط زبان جب ہندوستان بھر میں بولی اور سمجھی
جانے لگی تو اس نے سرتو سنی بھاشا کا لقب پایا۔ جس کے معنی ملکی
زبان کے ہیں۔ یہاں تک کہ بودھ مذہب کے ہندوستان سے مفقود ہو جانے کے
بعد بھی اگرچہ پھر قدیم ہندو دھرم کی جان میں جان آئی۔ مگر اس پر وہی بھاشا

۱۵۔ راجہ اسوک نے ۳۲۵ ق م سے ۲۷۵ ق م قبل مسیح علیہ السلام تک سلطنت کی
اس نے راجگیر اور پاتلی پتر میں بڑے بڑے دارالعلوم قائم کئے تھے۔ اور بودھ مذہب کی اہمیت کیلئے
مبلغین غیر مالک میں بھی چین اور جاپان میں بودھ مذہب کی سی سے پہونچا۔ اور اس وقت
تبعہ چین جاپان۔ برہاسپام نام اور سیلون وغیرہ میں جاپس کرو نفوس اس مذہب کے پیرو ہیں۔
کے بودھ مذہب پر چین مذہب کی بنا اسی مگدھ میں قائم ہوئی۔ اور کروڑوں دیوی اس کے بڑا مقدس
مقام بن گئیں۔ اس اعتبار سے دنیا کی آئینہ میں مگدھ کی خاص اہمیت حاصل ہے۔ تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ
کے قریب کارن ہوارن (ننگار) کے راجہ ساسکانامی نے راجہ راجہ راجہ نامی کو بودھ مذہب کا
پیرو تھا انکے مجلس میں آنکی دعوت دی اور فریبے اس کے بعد مگدھ میں پاتلی پتر میں بودھ
مذہب لوگوں کو سخت ہریمت پہونچائی۔ ان بتوں اور مورتیوں کو توڑ کر خاک میں ملا دیا۔ بودھ گیا کے
اوس متبرک رخت کو بھی جہاں گوتم بدھ پر تجلی ہو کا مگدھ ہوا تھا جڑ سے کٹوا کر آگ لگا دی۔ اور اس مذہب
والوں کی تمام خانقاہوں عبادت گاہوں اور تعلیم گاہوں کو مسمار کر دیا۔ اور ان رہتے والوں کو خانہ بدوش
کر کے ٹھکرا دیا۔ اس واقعہ کے چھ سو برس ۱۹۵۷ء میں محمد بن نجیب الرحمن نے صوبہ بہار کو فتح
کر کے مسلمانوں کی عملداری میں شامل کیا۔

کے عالمگیر راج میں کسی اور زبان کا سکہ پھر رائج نہ ہو سکا۔

اس کے بعد سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری

کے وقت سے مسلمان فاتحین عموماً فارسی اور کچھ ترکی بولتے ہوئے

اس ملک میں داخل ہوئے۔ اور یہیں رہنے بھینے بھی لگے۔ ان کے

شاہی قرائون اور دفتروں کی زبان تو جوں کی توں فارسی ہی

رہی۔ مگر ایک جگہ رہ کر باہم لین دین اور بات چیت کا یہ لازمی نتیجہ

ہوا کہ فارسی کے کچھ الفاظ ہندوؤں کی زبانوں پر اور اس مخلوط بھاشا

کے الفاظ مسلمانوں کی زبانوں پر چلے جائیں۔

غرض اوایل میں سلطنت غلامان ہی کے عہد سے فارسی

اور بھاشا سے ملکر یہ مخلوط زبان آپس میں ایک دوسرے کے

اداسے مطلب کا ذریعہ بن گئی۔ یہاں تک کہ آٹھویں صدی ہجری میں

سلطان بلبن کے وقت میں حضرت امیر خسرو کے ایسے سربراہ اور شاہ

اسی مخلوط زبان میں ثنوی "خالق باری" نظم کر ڈالی جس کا یہ پہلا شعر ہے

خالق باری سرجن ہار ۛ واحد ایک بڑا کرتار

اور ان کی منظوم پہیلیاں اور مکرئیاں بھی اس کی شہادت میں

پیش کی جاسکتی ہیں۔ اور شہنشاہ اکبر کے عہد تک تو ہندی کے

بہت سے الفاظ مثلاً کٹار۔ تلوار۔ گھوڑا۔ ہاتھی۔ رائے۔ راجہ

بھاراجہ۔ گھڑی۔ گھڑیاں۔ گھاٹ وغیرہ نے بادشاہوں اور

ادیبوں کی فارسی تحریروں میں مستقل طور پر اپنی جگہ بنالی تھی۔

نواب محمد امیر خاں انجام بھی تھے جو محمد شاہی دور کے مشاہیر
اردو شعرا میں شمار کئے گئے ہیں۔ اور محمد شاہ بادشاہ کے عہد تک تو
قلعہ معلیٰ کے اندر اس ریختہ کی بلند عمارت قائم ہو کر ”اردوئے معلیٰ“
کا لقب حاصل کر چکی تھی۔ مشہور شاعر شمس الدین ولی دکنی بھی
اسی دور ^{۱۳۳۳ھ} میں دکن سے دلی آ گئے تھے۔

اگرچہ ایک زمانے تک عام طور پر مشہور رہا کہ ریختہ میں سب سے
پہلے ولی نے دیوان مرتب کیا ہے یا سب سے پہلے شاعر ولی ہو گئے
لیکن اب یہ بات روشنی میں آ گئی ہے کہ یہ خیال محض غلط اور بے بنیاد
ہے۔ کیونکہ ولی سے سو اسو برس پیشتر دکن میں اردو شاعری کا رواج
ہو چکا تھا۔ اور اصناف سخن میں سے ہر صنف ریختہ میں لکھی جا چکی تھی
اس کی کسیدہ تفصیل یہ ہے کہ دکن میں عالم گیر کے وقت تک قطب شاہیوں

لے نواب امیر خاں انجام کا اصل نام سید محمد اسحق تھا۔ یہ محمد شاہ زنگیلے کے وزیر
تھے۔ کچھ دنوں کے لئے ارآباد کے صوبہ دار بھی مقرر ہوئے تھے۔ ^{۱۶۵۸ھ} میں یوں
شاہی میں ایک شقی القلوب نے ان کو قتل کر دیا ہے

نخش میری دیکھ کے مقتل میں یوں کہنے لگے : کچھ تو یہ صورت نظر آتی ہی پہچانی ہوئی
ساتھ اپنے سر کے تھا انجام پاس تمکنت : شکر ہے ترشہ نہ زیر خنجر جلا د ہم
۱۷۰۰ھ محمد شاہ بادشاہ خود بھی شاعر تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے :

کھول کر نیک بادل کے تیل غارت کیا : کیا صہار قلب دلبر نے کھلے بندوں کیا
مین پیل کی چکری چمکے بھجا ہوں تری طرب : اگر پہونچے تمہا ہے ہاتھ لکھ بھیجو کہ پہونچی ہو

ایک خود مختار سلطنت موجود تھی۔ انھیں قطب شاہیوں میں
محمد قلی قطب شاہ (متوفی ۱۰۲۲ھ) محمد قطب شاہ (متوفی ۱۰۳۹ھ)
اور عبداللہ قطب شاہ (متوفی ۱۰۸۳ھ) یہ تینوں بادشاہ شاعر
تھے۔ جن میں مقدم الذکر کے فیخم کلیات کا شاہی نسخہ کتب خانہ آصفیہ
میں آج تک موجود ہے۔ اور ان تینوں کے مکمل دیوان کے نسخے نواب
سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں بھی موجود ہیں۔ مثال کے طور پر محمد قلی
قطب شاہ کے دو شعر ملاحظہ ہوں جو اردو کلام کا غالباً سب سے قدیم
تریں نمونہ ہیں۔

پیا ہوں میں حضرت کے بہت آب کوثرؑ تو شاہاں اُپر مجھ کلس کر بنایا
سدا تو مدح نبی و علی کہ کہتا ہے بہ معانی شعرا تو لکھے ہیں دست بستہ
فی الجملہ ان قطب شاہیوں کے بعد اور بھی چند شعرا مثلاً
ملا با شمی۔ مولانا نصری۔ اور میرزاں مرثیہ گو وغیرہ کا ذکر "سلاطین
السلطین" میں موجود ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ ریختہ میں شعرو
سخن کا چرچا پہلے پہل دکن سے شروع ہوا ہے۔ اس کے بعد دہلی میں دکن
کے زمانے سے اس کا نشو و نما ہوا۔

اس کے ماسوا خود دکن کے معاصرین میں عارف الدین خاں عاقر

۱۵ شمس الدین قلی اورنگ آباد دکن کے رہنے والے تھے۔ تقریباً ۱۷۹۰ء
میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۳۲ء میں دہلی میں آئے تھے۔ اور ۱۸۵۵ء
میں احمد آباد میں وفات پائی۔

بہر حال اس میں کلام نہیں کہ اُردو زبان کی تاریخ میں
شاہ عالم کا دور اُردو شاعری کے معراج کمال کا زمانہ تھا۔
بادشاہ خود بھی شاعر تھے اور آفتاب تخلص کرتے تھے۔ اور
حضرت مظہر جان جاناں۔ خواجہ میر حسن۔ میر آثر۔ میر سوز
میر تقی میر۔ مرزا رفیع سودا۔ شیخ غلام ہمدانی مصحفی۔ شیخ
قلندر بخش جوات۔ سید انشاء اللہ خاں آفتاب۔ اور حضرت عشق
اور جوشش اور سراسر اس عظیم آبادی وغیرہ اس دور کی یادگار
ہیں۔ وہ سب ایسے باکمال اور یکتا زمانہ ہوئے کہ ہندوستان کی
خاک پھر اون کا بدل پیدا نہ کر سکی۔ اقلیم شاعری میں یہ لوگ اپنی اپنی
طرز کے موجد قرار پائے۔ اور ان کے بعد لوگوں نے صرف انھیں
کے تتبع کو اپنا سرمایہ کمال سمجھا۔ اور اس طرح عرصہ گاہ شعر و سخن کی تمام
فضائے بسیط میں ایک مدت تک ان کی شہرت اور حسن قبول کی
صدائے بازگشت گونجتی رہی۔

ان میں خصوصاً حضرت مظہر جان جاناں وہ باکمال بزرگ
ہیں جن کی نسبت مصحفی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ۔ (ترجمہ فارسی)
”سخن گوئی کی ابتدا میں کہ او سو وقت تک تیر و مرزا کوئی“
”بھی میدان میں نہیں آئے تھے۔ ریت کے شعر کو فارسی“
”کے تتبع میں کہنے والے سب سے پہلے شخص یہی ہیں۔“
اور پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ :-

” اس فقیر کے نزدیک زبان ریختہ کے نقاش اولی “

” مرزا (مظفر) ہیں۔ اس کے بعد دوسروں نے “

” ان کی پیروی کی “

عظیم آباد کے اساتذہ متقدمین میں ہیبت قلی خاں حسرت -
دستار دستار - اور میر باقر خاں مرزا علیہ الرحمہ کے شاگرد اور مرید
اور معتقد تھے۔

بہر حال جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اردو زبان کی تاریخ میں
اس دور کے شعرا کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس وقت تک اردو
شاعری کے اعتبار سے تمام ہندوستان میں صرف دہلی کو ایک مرکزی
جہت حاصل تھی۔ مگر اب دہلی میں دھرا ہی کیا تھا۔ شاہ عالم برہان
نام بادشاہ تھے۔ اور حقیقت میں مرہٹوں کا راج تھا۔ کسی کی رائی
نہ دہائی۔ ہر طرف لوٹ مار اور بد امنی پھیلی ہوئی تھی۔ کوئی شخص
دم بھر کے لئے چین سے بیٹھتی تیز نہیں سو سکتا تھا۔ جس کی بھیانک
تصویر کا بعض رخ مرزا استودانے بھی ”شہر آشوب“ میں عبرت انگیز طریقہ
سے کھینچ کر دکھایا ہے۔ اس بلچل میں شعرا کی یہ جی جانی مجلس بالکل
درہم برہم ہو گئی۔ رنگ میں بھنگ نظر آنے لگا۔ ایک ایک کر کے
سب دہلی سے نکل گئے۔ جس کی جدھر سینگ سمائی۔ بہتیروں نے
مرشد آباد کا رخ کیا۔ اکثر عظیم آباد میں چلے آئے۔ اگرچہ عام طور پر
لوگوں نے زیادہ تر لکھنؤ ہی کو تاکا۔ جہاں نواب آصف الدولہ کی

مرکز شاعری
دہلی سے لکھنؤ
اور مرشد آباد
میں منتقل ہونا

فیا خیل سے سونے اور چاندی کی گنگا جتنا بہ رہی تھیں۔ اور اس طرح شاعرانہ حیثیت سے جو مرکزیت پہلے دلی کو حاصل تھی وہ اب لکھنؤ اور عظیم آباد کو بھی حاصل ہو گئی۔ جس کے متعلق سید الشفاؒ "دریائے لطافت" میں اس طرح لکھتے ہیں:- (ترجمہ)

”یہ مجمع جہاں کہیں پہنچتا ہے ان کی اولاد کو ”دلی وال“،“

” اور ان کے محلے کو ”محلہ اہل دہلی“ کہتے ہیں۔ اور اگر “

” یہ لوگ سارے شہر میں آباد ہو گئے تو اس شہر کو ”اردو“

” کہتے ہیں۔ لیکن سوائے لکھنؤ کے ان لوگوں کا کسی اور شہر میں“

” جمع ہو جانا فقیر کے نزدیک ثابت نہیں۔ گو مرشد آباد اور“

” عظیم آباد کے باشندے بزعم خود اپنے کو ”اردو وال“ اور“

” اپنے شہر کو ”اردو“ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اہل دہلی کا ایک محلہ“

” عظیم آباد میں جمع ہو گیا ہے۔ اور نواب صادق علی خاں“

” عرف حیرن۔ اور نواب قاسم علی خاں عالیجاہ کے وقت“

” وہیں مرشد آباد میں بھی اسقدر زیادہ جمع ہو گیا تھا،“

” اور اہل مغلیہ (فیض آباد) اور دیگر دلی وال“

” اشخاص اس بحث سے خارج ہیں۔ اور لکھنؤ میں قریب“

” سبب تمام اہل دہلی فیض اور غیر فیض جمع ہو گئے ہیں“

” اور یہ شہر گویا شاہ جہاں آباد (دہلی) ہو گیا ہے۔ لکھنؤ نہیں رہا۔“

اس واضح ہو کہ یہ کتاب ”دریائے لطافت“ ۱۸۵۷ء میں نواب معاد علی خاں دلی اور دہلی کے اہم سے مرزا قتیل کی صحبت میں سید الشفاؒ خاں نے لکھی تھی۔ ۱۲

لیکن اس مقام پر یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اسی دور میں شاعری یہ
 مجلس جب تک دلی میں گرم رہی اردو شاعری پر سلاطین اور امراء کے درباری
 تعلقات کا برا اخلاقی اثر نہیں پڑا تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ حضرت مظہر جان جانا
 نے فارسی شاعری کے تصوفانہ انداز پر اس کی تجدید و اصلاح کی تھی۔ خواجہ
 میر درد کے یہاں ہر مہینہ کی ہند رہیں تاریخ کو مجلس مشاعرہ منعقد ہوتی تھی
 بعد کو انقلابات زمانہ سے جب ان کے ہاں مشاعرہ کا سلسلہ قائم نہ رہ سکا
 تو انہوں نے میر تقی میر صاحب سے فرمایا کہ اس مشاعرہ کو اپنے یہاں کیا کرو
 چنانچہ خود میر صاحب "نکات الشعراء" میں فرماتے ہیں کہ:۔ (ترجمہ)
 "بندہ کے مکان پر ہر مہینے کی ہند رہیں تاریخ کو مجلس ہوتی ہے۔"
 "مقرر ہے۔ واللہ وہ انہیں بزرگ کی ذات سے ہے۔"
 غرض جب تک اردو شاعری نے دلی میں نشوونما پائی۔ ادب نے
 گوشہ نشینوں اور قناعت پسندوں کے دائروں اور خانقاہوں سے
 نکل کر درباروں اور بازاروں کی ہوا میں کھائی تھی۔
 حضرت مظہر جان جاناؒ تو ۱۱۹۵ھ میں چوراسی سال کی عمر
 میں کسی شقی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ خواجہ میر دردؒ دلی سے نکلے ہی نہیں
 اشد پر توکل کے اپنی جگہ پر بیٹھ ہی رہے۔ ۱۱۹۹ھ میں انتقال فرمایا
 میر سواد اور مرزا رفیع سودا درانیوں کے دوسرے حملے کے وقت
 گھر چھوڑ کر پہلے ہی فرخ آباد چلے گئے تھے۔ جب وہاں نواب میر بان خان وند
 کھیل بگڑا۔ تو ان لوگوں نے فیض آباد کا رخ کیا۔ جہاں بیگم کی میر تقی

اور حب الوطنی دلی کے شاہی متوسلین کا ایک محلہ آباد ہو گیا تھا۔ مگر
پھر کچھ دنوں کے بعد حب نواب آصف الدولہ نے ۱۱۹۴ھ میں لکنؤ کو دار السلطنت
قرار دیا۔ تو یہ بھی لکنؤ چلے گئے۔ میر سوز تو نواب کے استاد ہی تھے۔ مرزا سودا
کو بھی چھ ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر نواب نے دیدی تھی۔ ۱۱۹۵ھ میں ان کا
انتقال ہوا۔

میر تقی میر صاحب کی وفات دارمی نے ساٹھ برس کے سن تکاں کو
اپنی جگہ سے ٹٹنے نہ دیا۔ مگر جب پانی سر سے اونچا ہو گیا تو آخر گھبرا کر یہ بھی
۱۱۹۷ھ میں لکنؤ پہنچ گئے۔ نواب آصف الدولہ کی تعریف میں قصیدہ
کہ کر پیش کیا۔ جس میں غریب الوطنی اختیار کرنے کا پورا ماجرا بھی بیان کیا
نواب نے تین سو روپے ماہوار اور خلعت فاخر سے مرزا کو کیا۔ مگر گرفتہ
مزاجی کے باعث دونوں میں پھر پٹری نہیں بٹھی۔ گو نواب کی زندگی
تک تنخواہ جاری رہی۔ سو برس کی عمر پا کر ۱۲۲۵ھ میں انتقال کیا۔
میر صاحب کے آتے ہی پھر تو معصنی اور انشا اور جرات
اور مرزا قاتل وغیرہ سبھی لکنؤ میں آگئے تھے۔ غریب معصنی کی سالی نواب
وزیر کے دربار تک تو نہ ہو سکی۔ مرزا سلیمان شکوہ نے پہلے پچیس روپے

۱۱۹۷ھ کلشن ہند از مرزا علی مطلق۔ تذکرہ میر۔

۱۱۹۸ھ مرزا سلیمان شکوہ شاہ عالم بادشاہ کے بیٹے تھے۔ حسب ترکیب نواب گورنر جنرل
(لارڈ کارنوالس) ان کو دربار اودھ سے چھ ہزار روپے اور بعد کو بارہ ہزار
روپے ماہوار جیب خرچ کئے ملا کرتے تھے۔ ۱۲۰۰ھ

ان کے مقرر کئے تھے بعد کو انشاء اللہ خاں کی جڑھی بادشاہ اور جوڑ توڑ کے باعث بچیں سے پانچ ہی رہ گئے۔ مگر مصحفی کی قادر الکلامی اور پر گوئی نے لکھنؤ میں ان کے سیکڑوں شاگرد پیدا کر دیئے۔ اکثر لوگ ان سے غزلیں خرید کر مشاعروں میں پڑھا کرتے تھے۔ ان کے آٹھ دیوان اس کے علاوہ ہیں۔ ہندوستان کی دنیائے شاعری میں اس وقت تک لکھنؤ کے جتنے سلسلے شاعری کے پاسے جاتے ہیں وہ سب مصحفی ہی کی ذات سے قائم ہیں۔

میر انیس صاحب کے والد میر مستحسن خلیق۔ مرزا ادبیر صاحب کے استاد میر مظفر حسین خیمہ۔ سعادت یار خاں رنگیں (موجد ریختی) خواجہ حیدر علی آتش منشی مظفر علی آسیر (استاد منشی امیر احمد امیر مینائی) یہ سب ان کے علاوہ شاگرد تھے شیخ ناسخ نے میر تقی میر کی بارگاہ سخن سے پہلے پہل محروم پھرنے کے بعد۔ شاگردی کے لئے گوکشی دروازہ کی خاک چھلتے کی پھر مہت نہیں کی اور نہ کسی کے سامنے زانو سے تلمذ ہتہ کیا۔ لیکن مصحفی کے شاگردوں میں محمد عیسیٰ تنہا سے تنہائی میں مشورہ سخن کیا کرتے تھے۔ غرض بالواسطہ یا بلا واسطہ۔ ان کو بھی مصحفی سے فیض سخن ضرور حاصل ہوا۔ ۱۲۲۰ھ میں مصحفی نے انتقال کیا۔

سلسلہ خود مصحفی نے بھی اپنے دیوان پنجم دیا چہ میں ان کو ”یکے از دوستان محمد عیسیٰ تنہا“ لکھا ہو۔ اور مصحفی اور میر حسن وغیرہ قدیم تذکرہ نویس ”دوست“ اور ”یار“ اور ”رفیق“ کا لفظ شاگرد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ ہنہ۔ واضح ہو کہ تذکرہ ”جلوۂ حضر“ اور ”شوالہ“ میں اس کو دیوان ششم قرار دیا ہو۔ لیکن جس دیوان میں راقم کی نظر سے یہ عبارت گزری وہ مصحفی کا دیوان پنجم ہو اور اس میں سال کتابت ۱۲۲۵ھ درج ہو۔ یہ دیوان مولوی ریاض حسن خاں صاحب خیال کے کتب خانے میں موجود ہو۔ المعروف۔

بہر حال۔ چونکہ مصنفی و ناشر کے دور تک اردو زبان
 اس مروجہ قلوب کے اختیار کر چکی تھی۔ اسلئے اسکی تاریخ کو ختم کرنے اور اس پر
 کا تذکرہ شروع کرنے کے بیشتر اس مقام پر اس امر کا اعادہ کر دینا بھی غالباً ناموزوں
 نہ ہوگا کہ اردو زبان کی اصل ”سرداسنی بھاشا“ ہے۔ جیسا کہ اوپر
 بیان ہوا۔ اور اسی ”سرداسنی“ زبان کی غیر میں بودھ مذہب کی
 حکومت و اقتدار کی بدولت پالی زبان کا عنصر بہت زیادہ غالب
 ہے۔ یہ پالی زبان مگدھ دیس یعنی صوبہ بہار کی خاص پر اکر تھی
 اور اس مناسبت سے یہ کنا بھی شاید غلط نہ ہوگا کہ خصوصاً
 اہل بہار کو اردو زبان سے قدیمی ربط و مناسبت حاصل ہے
 اور یہ اس دیس کی مادری زبان کہی جاسکتی ہے۔

اسلئے پالی زبان میں ”بہار“ یا ”بھار“ اس مکان کو کہتے تھے جہاں بودھ
 مذہب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہ تعلیم گاہیں خاص قصبہ بہار میں بہت زیادہ
 تھیں۔ اس لئے اس قصبہ کا یہی نام مشہور ہو گیا۔ اور دار الحکومت ہونے کے باعث
 صوبہ کے نام کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے۔

دراستح ہو کہ راجہ ساسنکا کی فارت گری کے بعد ۱۱۷۷ء سے ۱۱۹۶ء تک قصبہ
 بہار پال خاندان کے راجاؤں کا دار الحکومت رہا جو عموماً بودھ مذہب کے راہب ہوا کرتے تھے۔ اس
 زمانے میں دارالعلوم نالندہ تمام ہندوستان کے طالبان علم و فن کا مرجع و مادی تھا مگر گیارہویں
 صدی عیسوی کے بیشتر یہ بھی تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ اس کے آثارات حال میں زمین سے کھود کر
 نکالے گئے ہیں۔ یہ مقام قصبہ بہار سے تین چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔



تاریخ شہزادہ

جلد اول

پہلا دور

متقدمین شعرائے عظیم آباد

۱۱۵۰ھ (اور اس کے پیشتر) سے ۱۲۰۰ھ تک

به ترتيب حروف تہجی

اظہر تخلص - میر غلام علی نام - شاگرد میر شمس الدین قیصر دہلوی -
دلی سے کل کر مرشد آباد آئے تھے۔ مگر کچھ دنوں کے بعد ۱۱۹۲ھ میں عظیم آباد
چلے آئے۔ نواب علی ابراہیم خاں خلیل عظیم آبادی مولف تذکرہ گلزار ابراہیم
سے بھی ربط تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔
کرنا تھا جو کچھ نہ کر گئے ہم افسوس کہ یو نہیں مر گئے ہم

الفٹ۔ لالہ آجا اگر چند متوطن عظیم آباد قوم کا ساتھ ساتھ۔ پہلے غربت
تخلص کرتے تھے۔ دام الفٹ میں گرفتار ہو کر الفٹ تخلص اختیار کیا
میر محمد علیم تحقیق سے تلمذ تھا۔ نہایت قناعت و خوش دلی کے ساتھ معاش
قلیل میں بسر اوقات کرتے تھے۔ فارسی نظم و نثر دونوں میں یدِ طولی حاصل
تھا۔ دیوان فارسی کا مرتب تھا۔ (نمونہ کلام یہ ہے۔)

در آمد شام غم در سینه حسرت نام ہمانے ز داغ دل کشیدم بے تکلف پیش او خوانے
الم تخلص۔ صاحب میر نام۔ خواجہ میر درد علیہ الرحمہ کے صاحبِ جزا
تھے۔ دلی کی تباہی کے وقت اپنے والد کی زندگی میں وطن سے نکل کر عازم مرشد آباد
ہوئے۔ ۹۳۲ھ میں راجہ دولت رام کی رفاقت میں عزت و حرمت کے ساتھ
بسر کر رہے تھے۔ کچھ دنوں عظیم آباد میں بھی رہے۔ اس کے بعد اپنے وطن
مالوٹ کو واپس چلے گئے۔ تقریباً ۱۲۱۵ھ میں انتقال کیا۔ سرباعی
نے دن کو قرار بے قراری کے سبب نے شب ہی کو خواب اشکباری کے سبب
واقف رہے تھے ہم تو ان بلاؤں سے کبھی یہ کچھ دیکھا سو تیری یاری کے سبب

آماجی۔ خواجہ امام بخش۔ نواب سراج الدولہ کے عہد میں
مرشد آباد میں موجود تھے۔ لیکن ۱۲۳۰ھ جلوس شاہ عالم یعنی ۱۱۹۷ھ میں
عظیم آباد میں آکر سکونت پذیر ہو گئے تھے اور غربت و حسرت کے ساتھ
۱۲۵۰ھ تذکرہ قلی بند راہن داس خوش گو

بیر کر رہے تھے۔ عنونہ کلام ۵

اے چشم تو تمام اس کو ہوا شک تو جوش اوپر

مڑگاں نہیں رکھ سکتے اس طفل کو دوش اوپر

آمین مولانا محمد امین اللہ خلیف مولوی سلیم اللہ مولد و وطن

موضع نگر نہسہ قلعہ عظیم آباد۔ تفسیر و حدیث مولانا شاہ عبدالغفر دہلوی سے

پڑھی۔ تمام عمر طاعت و عبادت اور درس و تدریس میں بسر کی۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ

میں ایک مدت تک مدرسہ بھی رہے۔ ایک رسالہ "عاشیہ میرزا" انکی تصنیف

سے ہے۔ اور "شرح مسلم الثبوت" کی تالیف میں مصروف تھے کہ خود انکی

کتاب حیات کا خاتمہ ہو گیا۔ نظم فارسی میں مہارت کامل رکھتے تھے۔

حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و معجزات میں ان کا

فیض و بلیغ "قصیدہ عظمیٰ" آج تک ارباب علم میں متداول ہی جس کا یہ مطلع ہے

محدثات سراپدہ ہائے قرآنی چہ ولیر اند کہ دل می پرند بہانی

یہ قصیدہ چند بار چھپ چکا ہے۔ ۲۷ ربیع الاول ۱۲۳۳ھ

کو انتقال کیا ۵

مزج عشق آمیں برگ ویر طرہ دہد افگند تخم وفا نخل جفا بر خیزد

مولانا محمد ابراہیم مرحوم مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ (مستوفی

۹ رمضان المبارک ۱۲۸۲ھ) جنہوں نے "دیوان متبنی" کی شرح

فارسی لکھی ہے ان کے پوتے تھے۔

آمین تخلص۔ خواجہ امین الدین تام۔ متوطن عظیم آباد۔ تقریباً
 ۹۵ سالہ میں چند سال پیشتر سے نواب مظفر جنگ میر محمد رضا کی
 سرکارسے متسلک تھے۔ ایک مدت تک اون کی رفاقت میں زندگی
 بسر کرتے رہے۔ جب یہ سلسلہ بھی درہم برہم ہوا تو نہایت قناعت
 اور جواں مردی کے ساتھ خانہ نشینی میں زندگی کے بقیہ دن گزار دیئے
 ۱۲۳ سالہ تک حیات تھے۔

نواب علی امیر اہم خاں سے بھی قدیمی ربط تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”شعر فہمی اور
 سخن رسی میں تاورد و تنگاہ میں۔ بلندی فکر اور استقامت قہمیں ایسی رکھتے ہیں جو
 انکے معاصرین میں کم تر پائی جاتی ہو۔“ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں فکر سخن
 کیا ہو۔ دیوان فارسی کا ایک نسخہ خانقاہ عمادیہ عظیم آباد محلہ منگل تالاب
 سلہ میر قاسم کی شکست کے بعد (جس کے مفصل حالات تذکرہ عشق کے ضمن میں حاشیہ پر
 آگے مذکور ہیں) نظامت بنگالہ کی مسند پر جب میر جعفر دوبارہ ممکن ہوئے تو میر محمد قادیوان
 اور نائب ناظم مقرر ہوئے تھے۔ یہ ایرانی الاصل تھے۔ نیکمار (سابق حاکم ہنگلی) بھی اسی عہدہ کیلئے
 امیدوار تھا۔ وہ مقرر تو نہ ہو سکا مگر اوسکی سازشوں اور شکایتوں کی بدولت میر محمد رضا خاں اور
 انکے نائب راجہ شتابائے دونوں گرفتار ہو کر کلکتہ روانہ کئے گئے۔ اور وہیں تک اخیر تحقیقات مقدمہ
 وثبوت جرم قید میں پڑے رہے۔ بالآخر میر محمد رضا خاں کے خلاف وثبوت جرم نہ کیا نے پیش کئے تھے وہ نواب
 علی امیر خاں انکی طرف سے ایسے رد کئے کہ اونکی تردید نہ ہو سکی اور یہ جرم ثابت ہو کر رہا ہو گا نے کاموں کے
 موقوف۔ مدت تک کلکتہ میں اپنی بجالی کیلئے کوششیں کرتے رہے۔ آخر ۱۲۳۷ء کو کچھ اپنے عہدہ پر
 بحال ہوئے۔

کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ریختہ کا دیوان اب تالیف ہے۔ یہ نمونہ کلام ہے
 دنیا میں جو آکر نہ کرے عشق بتاں کا نزدیک ہمارے نہ یہاں نہ وہاں کا
 خوشترادیکو کے منہ کانپ کے نکلا ہر چادر ہفتاب میں مہر ڈھانچ کے نکلا
 گزارادہ نہیں ہو آئے کا فائدہ اس قدر بہانے کا

آئی بہار ہو گئے ہر خار راہ سبز لیکن ہوئے نہ آہ یہ بخت سیاہ سبز
 کیا کہوں یا رے اپنی سی کئے جاتا ہوں گالیاں کھاتا ہوں غصہ کو پئے جاتا ہوں
 فائدہ کیا ہے بھلا ہم جو کریں فکر معاش غم کو کھاتے ہیں امین خون جگر پیئے ہیں
 میں یوسہ جو مانگا جو بھلا کیے وہ لگا کھنے کیا ہے۔ کہا کچھ نہیں
 دن کٹا فریادیں اور رات زاری میں کٹی عمر کٹنے کو کٹی پر کیا ہی خواری میں کٹی
 صبح گر صبح قیامت ہو تو کچھ پرواہ نہیں ہجر کی جب رات ایسی بے قراری میں کٹی
 اس نے مانے میں آئیں مت کر کسی سے دوستی شمع کی گردن۔ نہ دیکھی دوستداری میں کٹی
 دل باندھے تو یار کے کاکل سے باندھے بیل کو باندھے تو رگ گل سے باندھے
 ایک دم ہو گئی گراؤس سے ملاقات کو کیا زندگی کا ہے مزایہ کہ مساوات کٹے
 دنیا میں کہنے کو بھی کہلاتے ہیں بھلے پر ہر وہی بھلا جو کسی کا بھلا کرے

آلور۔ شاہ علی اکبر خلیف حیدر شاہ۔ رفیق عمدۃ الملک امیر خاں

انجام۔ دو برس تک اپنے والد کے ہمراہ کابل میں رہے۔ اس کے بعد
 عظیم آباد آکر تکیہ آغا حسینا میں فروکش ہوئے۔ آغا حسینا کے دلماد بھی تھے

صوفی مزاج قلندرانہ وضع سے بسر کرتے تھے۔ خط نستعلیق و نسخ و شکستہ و شفیعیہ میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ ۱۱۵۵ھ میں انتقال کیا۔ قاری کا

ایک مختصر دیوان ان کی یادگار سے ہے۔

در ہنگامہ شائے توہر قطرہ اشک تاچکید از مرہ چشم نگران صورت

بسمل۔ سیجیاری علی۔ ایک مدت تک عظیم آباد میں تھے ۱۱۹۶ھ

بنارس چلے گئے۔

نامہ در دوالم میں نے جب آواز کیا جو ترے غم کے سوا تھا قلم انداز کیا

بیخود۔ شیخ محمد دائم متوطن عظیم آباد۔ خط نستعلیق میں اچھی مہارت

رکھتے تھے۔ ۱۲۰۰ھ میں انتقال کیا۔ نمونہ کلام ہے

ذرہ تاغوشید یکا آئینہ وار حیرت اند کیت بغیر او کہ چشم از غیر برداریم ما

مرد احمد القادر بیگلر

خلف مرزا عبدالخالق۔ متوطن عظیم آباد ۱۲۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ایک

مدت تک ناظم بنگالہ شہزادہ محمد اعظم خلیف اورنگ زیب کے دربار سے

منسلک رہے۔ پھر دکن کی سیاحت کو نکل کھڑے ہوئے۔ کچھ عرصے تک دکن

میں رہنے کے بعد ملی چلے آئے۔ اور عمر کا بقیہ حصہ وہیں گزارا ۱۳۳۳ھ

میں انتقال کیا۔ ہندوستان سے ایران تک شہرت رکھتے ہیں۔ انہوں نے

بیگلر محلی شیخ عبدالعزیز عزت کے دامن تربیت میں اختیار کیا تھا

ایک عصائے آہنی جس کا وزن ۶۶ سیر تھا ہر وقت ہاتھ میں رکھتے تھے
کلیات ان کا تقریباً ایک لاکھ ابیات پر مشتمل ہو۔ بحر متدارک اور
کامل وغیرہ جو شعرائے عرب کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور اہل حجم نے
اون سے احتیاط کیا ہو۔ اون بحروں میں انہوں نے اکثر غزلیں کہی
ہیں۔ ۵

ستم ست گروست کشد کہ بہر و سمن درآ تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ در دل کشا بہ چن درآ
جو بیدل علاج سر نوشت از گریہ صحت بہ موج بادہ نتوان شست ہرگز خط سافر
جب ل کے آستان پر عشق آن کر پکارا پردہ سے یار بولا بیدل کہاں ہو ہم
بیریا۔ شاہ کرم علی۔ متوطن عظیم آباد۔ شاگرد ملا عزت اللہ عریز
و مرید شاہ گلشن دہلوی۔ سرع الدین خاں آرتو سے کچھ مواغات
تھی۔ بحر فنائیں ایسے غرق ہوئے کہ پھر پتہ نہ لگا۔ نمونہ کلام ۵
یہ تن گرد و رم از وصلت بدل پیوستہ ام با تو
برزنگ شلخ پیوندی رگ جاں بستہ ام با تو

خواجہ عبداللہ تائید

خلف خواجہ رحمت اللہ تقریباً ۱۵۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ نواب علی گڑھ
خان خلیل کے ہم عصر اور اون کے بڑے مخلص تھے۔ ان کے مکتوبات کے
ایک کتاب موسوم بہ ”زبدۃ المنشآت“ میں ان کے بیٹے خواجہ محمد علی تمنا

جمع کیا تھا۔ انہیں میں ایک مکتوب بنام شہزادہ مرزا جواں نخت جہاندار
شاہ (خلف شاہ عالم بادشاہ) بھی ہے جس میں انہوں نے حسن اور شام سنگھ
عشق کی مشہور و معروف سچی داستان بیان کی ہے۔ جس کو میر تقی میر
نے مثنوی ”شعلہ عشق“ میں اور مولانا شوق بنوی نے مثنوی ”سوز و
گداز“ میں نظم کیا ہے۔ یہ واقعہ پٹنہ میں محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں گذرا
تھا۔ چنانچہ میر صاحب ”شعلہ عشق“ میں فرماتے ہیں ۵

عجب کام پٹنہ میں اس سے ہوا عجب ایک عالم کو جس سے ہوا
اس قصہ کو منشی باقر علی خاں لکھنوی نے بھی نثر فارسی میں لکھا ہے
جو ایک رسالہ کی صورت میں ۱۲۶۲ھ میں چھپا تھا
خواجہ عبداللہ تائید نے ۱۲۶۶ھ میں انتقال کیا۔ دیوان
فارسی مرتب تھا ۵

یارب یہ حق دیدہ شب زندہ دارا بے رونے دوست تیرہ مکن وزگان
بر مشت خاک ما چو رسیدی گریستی تا طرف دامن تو نہ گیرد غبار ما
بہ نام راوی جاوید چوں کنم تائید ز خود نہ سازد اگر نامہ بر جواب مرا
میر محمد علیم - تحقیق

خلف میر بدیع الدین سحر قندی عرف میر مبین - مولد و مکن عظیم آباد

۱۵ عظیم آباد کا محلہ مبین گھاٹ غالباً انہیں کے نام سے موسوم ہے۔

مستندہ میں پیدا ہوئے۔ معقولات و منقولات میں شہرہ آفاق۔
 فن موسیقی و تیر اندازی میں کمال حاصل تھا۔ پیرا کی میں ایسی مہارت
 بہم پہنچائی تھی کہ پانی پر چار ترانو بیٹھ کر گنگا کے پار اتر جاتے تھے۔
 خوش حالی اور بے فکری کے باعث مینڈھے۔ مرغ اور بیٹیریں لڑانے کا
 بھی شوق تھا۔ ایک مدت تک دلی اور بنگال وغیرہ کی سیاحت میں
 مصروف رہے۔ پھر اپنے وطن مالوف کو واپس آ گئے۔ زین الدین احمد
 خاں بہیت جنگ کو ان سے بہت عقیدت تھی۔

شاعری میں مرزا معز موسوی خاں قطرت سے ملنڈ تھا۔ اور
 خود ان کے تمام ہندوستان میں صد ہا شاگرد تھے۔ بالخصوص برس کی
 عمر میں ۱۱۶۲ھ میں انتقال کیا۔ ان کے شاگرد لالہ اوجا گر چند الفت
 نے یہ تاریخ لکھی ۶

فرمود کہ تحقیق شدہ واصل حق

فارسی کا ایک دیوان ضخیم یادگار چھوڑا ہے

حباب بحر وجودم چہ از وجود مرا کہ نیست غیر عدم و طلسم بود مرا
 ہنوز صورت غیرم دو چار میگرد گرفتہ اینکہ دل آئینہ شد چہ سود مرا
 تمکین۔ مولوی رحمت اللہ۔ نیرۃ ملا محمد امین۔ متوطن
 کشمیر۔ جو عہد شاہ جہاں کے مشہور علما میں تھے۔ علوم متداولہ سے

بہرہ مند - علم دلی میں بھی دستگاہ حاصل تھی - عرصے تک دلی میں
 مقیم رہے - مرزا عبد الغنی بیگ قبول سے تلمذ تھا - کلام میں صنعت
 ایہام اکثر پائی جاتی ہے - نمونہ کلام ۵
 غیر زلفش کہ برو سجدہ بہ پائش تمکین بیچ کافرہ شنیدیم مکلف بہ نماز
تمتہا - خواجہ محمد علی - متوطن عظیم آباد - خواجہ عبداللہ تائید کے
 بیٹے تھے ۵

کب تک صد اکوہ دل ہم سنا کریں تنگ آگے ہیں زیستگ اللہ کیا کریں
شیخ محمد روشن جوشش

جوشش تخلص - شیخ محمد روشن نام - وطن عظیم آباد -

جسوت رائے ناگر کی اولاد میں تھے مشرق بہ اسلام ہوئے - اپنے
 وقت کے مسلم الثبوت استاد اور فن عروص کے ماہر تھے - زمانہ نے
 ان کی سحر البیانی پر تمام شعرا اور تذکرہ نویسوں سے محضر شہادت
 لکھوایا - بقول مولف گلشن ہند "خوش بیاقتی ان کی جو کچھ کہئے اس کے
 زیادہ ہے" - تذکرہ میر حسن و گلشن بے غار "بھی ان کی شریں کلامی کی
 تعریف میں رطب اللساں ہیں - خواجہ میر درد کی روشنی اختیار کی تھی
 اور اس طرز کو بہت خوبی کے ساتھ ادا کیا ہے - نواب علی ابراہیم خاں
 گلزار ابراہیم خاں لکھتے ہیں کہ "شیخ موصوف نے ۱۱۹۲ھ میں اپنا کچھ کلام

تذکرہ مذکور میں درج کرنے کے لئے ان کے پاس بنارس بھیجا تھا۔
 دیوان جوشش کا ایک قلمی نسخہ شیخ سبحان علی مرحوم (والد
 مولانا شوق نیوی) کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔ مولانا شوق نیوی کے
 کتب خانہ میں موجود تھا جس پر تاریخ کتابت ۱۲۳۸ھ درج تھی
 ممکن ہی موقع نہیں میں اب تک محفوظ ہو۔ یہ نسخہ ۱۹ جزو میں تمام ہوا
 ہر صفحے میں ۷ اشعار ہیں۔ اس میں قصاید بھی ہیں۔ اور تاریخ بھی ہے۔
 اب ان کے کلام کا انتخاب ملاحظہ ہو۔

اوروں کی عیب جوئی اپنا ہنر نہیں اپنی ہی عیب جوئی ہے یہ ہنر ہمارا
 جب عشق میرا شہرہ آفاق ہو گیا ایک عالم اوس کے صن کا مشتاق ہو گیا

گلزار محبت میں نہ پھولے نہ پھلے ہم ماند چار آگ میں اپنے ہی جلے ہم

تعلقات جہاں کی خبر نہیں رکھتا ہزار شکر کہ میں درد سر نہیں کھتا

دے کے دل پچھانے سے ہوتا ہر کیا ہونی تھی سو ہو چکی روتا ہر کیا

لینا تھا اوس کو دل سولیا اوس کے نام پر اب میرے اوس کے نامہ و پیغام ہو گیا

غش آگیا وہ سامنے میرے جہاں ہوا مجھ کو وصال یار میسر کہاں ہوا

قیس پھر تار باجوہ دشت میں یوازہ تھا اوس کو لیلیٰ ہی کے درد آرزو پہ مرجانا تھا

اشک گرم آنکھوں سے تاصبح ہے جاری رات آہ انگاروں پہ لوٹا کئے ہم ساری رات

نہ کوئی دوست ہی میرا نہ کوئی دشمن ہی ایک یہ دل ہو غرض دوست ہی یا دشمن ہی

کشور عشق میں رسوا سہر بازار ہوئے اوس کے ہاتھ آپ بکے جس کے خریدار ہوئے
 جس طرح دل کا داغ جلتا ہے اوس طرح کب چراغ جلتا ہے

ہیبت قلی خاں حسرت

حسرت تخلص۔ اصل نام میر محمد حیات تھا۔ باشندہ عظیم آباد۔
 مرزا منظر جانمناں کے معتمد اور شاگرد تھے۔ کچھ دنوں نواب شوکت
 جنگ خلف نواب صولت جنگ حاکم پورنیہ کی رفاقت میں رہے۔ اور
 کچھ دنوں کے لئے نواب سراج الدولہ ناظم بنگالہ کی سرکاری میں داروغگی کی
 خدمت پر مامور ہوئے۔ نواب مذکور کی شہادت کے بعد یہ ایک مدت
 تک پریشان حال رہے۔ پھر (بقول مولف گلشن ہند) ۱۱۹۵ھ میں
 نواب مبارک الدولہ میر مبارک علی خان بہادر خلف میر جعفر صوبہ دار
 بنگالہ کی رفاقت میں بھی نہایت عزت اور پریشانی کے ساتھ بسر کر رہے
 تھے۔ بالآخر ۱۱۹۵ھ میں اس سرانے فانی سے سفر کر گئے۔ نہایت لطیف
 سیخ اور قانع اور حاضر جواب تھے۔ نواب علی ابراہیم خاں سے بھی
 ربط تھا۔ ایک دیوان ریختہ قریب دو ہزار بیت کے ان کی یادگار
 سے ہے۔ فیلن صاحب کا بیان ہے کہ دیوان اردو کے علاوہ ایک
 قصہ طوطی نامہ بھی ان کی تصنیف سے تھا۔ ان کے بعض اشعار ایسے
 بھی ہیں جو کج تک زبانون پر چڑھے ہیں مگر یہ کوئی نہیں جانتا

کہ کس شاعر کے ہیں۔ نمونہ کلام یہ ہے ۵

آپ ہی اپنے یا رتے۔ جاتا نہیں غیر میں بھولے تھے پہچانا نہیں

ہم نہ ہوں۔ تو ہو تو سب چرچا کریں شمع ہر محفل میں پروانہ نہیں

کعبہ بھی ہم گئے نہ گیا ان بتوں کا شوق اس درد کی خدا کے بھی گھر میں وا نہیں

تراغور مرے عجز کے مقابل ہو ادھر بہارِ ادمہ ایک شیشہ دل پر

لے اوڑا کام اپنا پروانہ ہائے ہم بال و پر نہ رکھتے تھے

میر محمد باقر حشریں

حشریں تخلص۔ میر محمد باقر نام۔ متوطن دہلی۔ محمد شاہی عہد کے

شعرا میں نام آور۔ حضرت مرزا مظہر جانجانا کے مرید اور ارشد

تلامذہ میں تھے۔ دیوان میں جہاں کہیں استاد کا ذکر کرتے ہیں اس کا

ادب کے اخلاص و عقیدت اور مرزا صاحب کے لطف و کرم کا پتہ چلتا

ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں ۵

جس طرح جی چاہتا ہو نہیں سکتی حشریں حضرت استاد یعنی شاہ مظہر کی ثنا

نادر شاہ کی چڑھائی کے بعد دہلی کی ویرانی مصائب روزگار

اور افسردہ خاطر نے ان کو بھی گم اور وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔

تقریباً ۱۱۵۴ھ میں عظیم آباد چلے آئے اور نواب سعید احمد خاں

صولت جنگ کی رفاقت میں عزت و آبرو کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے

تذکرہ فتح علی گردیزی (مولفہ ۱۱۶۵ھ) میں بہ حوالہ مرزا مظہر جانجانی
 مذکور ہے کہ فی الحال (یعنی ۱۱۶۵ھ میں) کسی کے عشق میں دل دیکر متاع
 صبر و شکیب کھو کر راہی ملک عدم ہوئے۔ ایک دیوان یادگار چھوڑا
 ہے۔ جس میں قصائد بھی ہیں اور بیشتر غزلیں ہیں۔ میر تقی میر اور مرزا
 سودا لے بھی ان کو اکابر شعرا میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ مرزا سودا فرماتے ہیں
 داغ ہوں ان سے اب زمانے میں بزم شعرا کے جو ہیں صدر نشین
 یعنی سودا و میر و قائم و درد نے ہدایت سے ناکلیم و حریم
 عظیم آباد میں میر قلام حسین شورش ان کے شاگردوں میں
 سر پر آوردہ تھے ۵

یہ کہے باغ سے نصرت ہوئی بلبل کر یا قسمت لکھا تھا یوں کہ فصل گل میں چھوڑیں آشیان پنا
 ویراں ہوا غزل سے چمن یاں تلک کہ اب چاہیں کہ جل مر میں تو کیسے خار و خس نہیں
 کیوں نہ ہو شاد ہم سے حضرت مجنوں کی عشق کے صحر اکور کہتے ہیں حریم آباد ہم
 جو ہیں اکھنڈ کے محمور اور کہ میخانے سے کیا نسبت نگہ کے جو ہیں تشنہ اور کو پیانے سے کیا نسبت
 ہوا ہے تو حریم دیوانہ ان شہری غزلوں کا تجھے صحر اکاب کیا کام ویرانے سے کیا نسبت
 حضور۔ شیخ قلام بھی۔ عظیم آباد کے رہنے والے۔ شیخ محمد باقر
 کے بھتیجے تھے۔ تجارت کرتے تھے۔ انہوں نے تقریباً ۱۱۹۰ھ میں درگاہ
 شاہ ارزاں کی توصیف میں ایک مثنوی بھی لکھی تھی جس کے چہند شعر

حسب ذیل ہیں ۵

مزار اوس کی پہ گنبد نہیں۔ ہر قبہ نور

وہاں جو حوض نظر آتے ہیں وہ حوض نہیں

اور ایک طرف سین پی رویا یہ تسخیر

عجب طرح کی ہواؤں کی نگاہ کیا کہنے

جب اون کے چاہ ذقن کا خیال آتا ہو

خاکستر۔ منشی سب سکر۔ برادر ہمارا جہ رام ترائن موتروں

صوبہ دار عظیم آباد قوم کا لستہ سری باستو۔ محمد فقیہہ دردمند

(تلمیذ حضرت مظہر جاناناں) کے فیض صحبت سے بہر مند تھے۔ نمونہ کلام ۵

بہار کرد گل عارض عرق ناکش نگہ بہ چشم تماشا ز شوق لبر زیست

خلیق۔ کرامت اللہ خاں۔ متوطن عظیم آباد۔ نواب ہدایت

اللہ خاں خرم کے پوتے اور محمد جعفر خاں راغب کے بھتیجے تھے۔ ابتدا

میں قدا تخلص کرتے تھے۔ لکن جو جا کر مرزا قاسم علی کے حلقہ ملازمہ میں

داخل ہوئے تو انہوں نے خلیق تخلص عنایت کیا ۵

جاناں اگر چہ جائے وقادر دل نیت لیکن کد ام دل کہ در و منزل تو نیست

تا کے بہ غم عشق تو آہ از جگر آید اے کاش دل خستہ ام از سینہ بر آید

خورشید۔ سید خورشید علی۔ متوطن بلگرام۔ ۱۱۵۹ھ میں

وہاں ہی جلوہ نما کچھ عجب طرح کا ظہور

میں یکجا چشم صداقت سے آج اوس کے تئیں

لئے دلوں کو بھٹسانے کو زلف کی زنجیر

وہ کعبے ہی ہی ہر مرے دل میں آہ کیا کہنے

تو کیا کہوں مرا جی ڈوب ڈوب جاتا ہو

پیدا ہوئے۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں فکر سخن کیا ہے
پہلے شیخ صالح بلگرامی۔ پھر میر غلام علی آزاد اور شیخ علی حسینی کے

۱۔ سید غلام علی آزاد بلگرامی ولد سید محمد نوح۔ علامہ عبد الجلیل بلگرامی کے

نواسے تھے ۱۱۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ۳۵ برس کی عمر میں ۱۱۵۵ھ میں پیادہ پا

بلگرام سے روانہ ہوئے مانوہ تک پیادہ پا چلے۔ پافوں میں چھاپے پڑ گئے۔ اتفاقاً

نواب صف جاہ دکن اہل دنوں مانوہ میں وارد تھے۔ قسمت ان کو اوس لشکر میں

لے گئی۔ الغرض نواب صف جاہ کی اعانت سے زاد راہ خاطر خواہ لیکر حج و زیارت

مشرق ہوئے۔ وہاں سے واپس آکر ان کی عمر کے ۳۸ سال دکن میں گزرے

اور وہیں وفات پائی۔ اپنے وقت کے نہایت مشہور و معروف عالم و ادیب

تھے۔ انہوں نے زبان عرب میں ایسے قصائد نعتیہ لکھے ہیں کہ خود ملک عرب میں

ایک مدت تک اون کا درس دیا جاتا تھا۔ شاہ یمن نے "مسان الهند" کا خطاب

دیا تھا۔ ۱۲۰ھ میں انتقال کیا۔ تذکرہ سرفراز زاد۔ خزانہ عامرہ اور آثار الکلام

کے علاوہ ۱۔ شرح صحیح بخاری عربی۔ ۲۔ شہادت الخیرۃ وصف ہند بایات

حدیث عربی۔ ۳۔ تسلیۃ القواد عربی۔ ۴۔ سحرة المرجان فی آثار ہندوستان عربی۔ عربی گوشترا کا

تذکرہ مصر میں بھی شائع ہوا ہے۔ ۵۔ دیوان عربی سہ ہزار بیت۔ ۶۔ فتویٰ منظر البرکات

عربی۔ ۷۔ سدا السعادت فی حسن خاتمہ سادات فارسی ۸۔ روضۃ الاولیاء فارسی ۹۔

غزلان الهند فارسی۔ ۱۰۔ دیوان فارسی۔ ۱۱۔ ید بیضا۔ ۱۲۔ شجرہ طیبہ در تحقیق

نسب نامہ سادات بلگرام و غیرہ ان کی مشہور تصنیفات ہیں ۱۲۰ھ

فیض سخن سے بھی بہر مند ہوئے۔ ایام شباب میں آ رہ ضلع شاہ آباد
میں آ کر مقیم ہوئے۔ سرکار انگریزی کی طرف سے بلیا کی تحصیل بھی ان کے
سپرد ہوئی تھی۔ ۱۲۱۰ھ میں انتقال کیا۔ آ رہ میں مدفون ہوئے۔
کلام اردو کا نمونہ یہ ہے۔

اسقیریتیا بیاں ہیں اسوہل بیتاب کہ بے قراری جس طرح آتش پہ سوسنا کے
خوشتر۔ میاں فضل اللہ۔ خلف اصغر میاں محمد افضل سرخوش
میاں مذکور نے فیض اللہ سیرکلاں کو تخلص خوش قلم۔ اور فضل اللہ کو
خوش تر اور بندراہن داس مولف "تذکرہ خوش گو" کو تخلص خوش گو
عنایت کیا تھا۔ مگر ان لوگوں کا کلام دستیاب نہیں ہوا ہے (خوش تر)
دل خوش کن عشاق با قسوں لگا ہے چوں چشم جگر خوار تو در تیر نہ باشد
محمد فقیہ دردمست

دردمند تخلص۔ محمد فقیہ نام۔ وطن اصلی دکن ہے۔ بقول
مولف "چمنستان شعرا" قصبہ محمد آباد بیدری میں پیدا ہوئے۔

۱۱۷۰ھ تذکرہ "چمنستان شعرا" مولف دے لچھی نرائن شفیق پیشکار نظام
الملک آصف جاہ۔ شاگرد میر غلام علی آزاد بلگرامی۔ ۱۱۷۰ھ میں لکھا گیا۔

اس کا صرف ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود تھا۔ جس کو حال میں انجمن
ترقی اردو اورنگ آباد دکن نے چھاپ کر شائع کر دیا ہے۔ یہ تذکرہ میں تذکرہ

ہنوز کم سن تھے کہ اپنے والد کے ہمراہ ۱۳۱۵ھ میں دکن سے دہلی آئے
اور جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی قلمی عاطفت میں رہ کر تہذیب
و تحصیل علوم سے بہرہ مند ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد ان کے والد نے
انتقال کیا تو مرزا منظر جانناں نے اپنے سایہ شفقت اور دامن
تربیت میں ان کو لیا۔ چنانچہ خود مرزا صاحب ان کے حق میں فرماتے
ہیں ۵

منظر مہاش غافل از احوال دردمند بعلیست این کردگرہ روزگار نیست
فی الجملہ احمد شاہ بادشاہ کے عہد میں (۱۱۶۷-۱۱۷۷ھ) یہ دلی
سے نکل کر عظیم آباد آئے۔ اور نواب غلام حسین خاں ابن نواب اعظم
خاں کی رفاقت میں بسر اوقات کرتے رہے۔ نواب علی ابراہیم خاں
کے قاتلو نواب زائر حسین سے بھی بہت دوستانہ ربط تھا۔ غرض
ایک مدت تک عظیم آباد میں رہنے کے بعد پھر دہلی گئے اور کچھ دنوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷) ماخوذ ہے اوں کی فہرست حسب ذیل ہے :-

- (۱) تذکرہ مہر و میدہ از شاہ عبدالعظیم حاکم (۲) مجمع النفائس مولفہ خاں آسازو۔
- (۳) سر و آزاد مولفہ علامہ میر غلام علی آزاد بکراوی۔ (۴) نکات الشعرا۔ میر تقی میر (۱۱۶۵ھ)
- (۵) تذکرہ فتح علی شاہ گروہی ۱۱۶۵ھ (۶) تحفۃ الشعرا۔ تالیف افضل بیگ خاں
- قلعہ سال اورنگ آبادی ۱۱۶۵ھ۔ ان تذکروں کے علاوہ حاجی علی اکبر رمل
اور رضا خاں آوار کی بیاضوں سے بھی بعض شعرا کے حالات لئے گئے ہیں ۱۲

وہاں رہے۔ بالآخر نواب علی وردی خاں مہابت جنگ کے بھتیجے
نوازش محمد خاں شہامت جنگ کے حب طلب یہ پھر دلی سے
مرشد آباد آئے۔ اور کچھ دنوں فارغ البالی سے بسر کر کے ۱۱۷۶ھ
میں وہیں انتقال کیا۔ ایک دیوان فارسی ان کی یادگار ہے جو
اردو میں تو یہی ساقی نام نہایت مشہور ہے۔ جس کا کچھ انتخاب
اس مقام پر مذکور ہے ۵

ارے ساقی لے جاں فصل بہار	یہی تھا ہمارا دتیرا قرار
مرے عیش کا دفتر ابتر نہ کر	قیامت کو مجھ پر مکر نہ کر
تجھے جان گل کے ہو کی قسم	تجھے باغ کے رنگ و بو کی قسم
کہ اس سرکشی سے نہ کر پائمال	مرے خون کو اپنے اوپر حلال
لگی ہے ہی مجھے پیاس اباگ کی	گلو گیر ہے تشنگی راگ کی

شیخ محمد عابد دہلوی

دل تخلص۔ شیخ محمد عابد نام۔ وطن عظیم آباد۔ شیخ محمد روشن
جوشش کے بڑے بھائی تھے۔ نواب علی ابراہیم خاں خلیل
لکھتے ہیں کہ ۱۱۹۳ھ میں انہوں نے اپنا کلام مرشد آباد میں بھیجا تھا
تاکہ تذکرہ ”گلزار ابراہیم“ میں درج کیا جائے۔ ان کے کلام کا
انتخاب یہ ہے ۵

گریار نے آنے کا وعدہ نہ کیا ہوتا اب تک دل مضطر نے کیا کیا نہ کیا ہوتا

دل میں ہمارے عشق کا جو درد ہو سو چہرے کا میرے رنگ ہی زرد ہو سو

مجھے تو حکم ضبط ناز و فریاد ہوتا ہو پر اس بیابان کے حق میں کیا ارشاد ہوتا ہو

نامے ہی سدا بھر بدن عمر کے بھر تے ہیں دس نئے میں ہم تجھ بن جیتے ہیں نہ مر تے ہیں

دوستی - غلام محمد - بہار کے رہنے والے - کچھ دنوں مرشد آباد

میں بھی مقیم تھے - اور وہیں مولف "گلزار ابراہیم" سے ان سے

ملاقات ہوئی - بقول مولف موصوف عاشق مزاج تھے - نمونہ کلام یہ

کافر ہو جس کے دل میں تری آرزو نہ ہو کس کام کی زباں کہ تری گفتگو نہ ہو

راعنب - محمد جعفر خاں - نواب لطیف اللہ خاں پانی پتی کے

بھتیجے تھے - عظیم آباد میں آکر یہ حالت غربت بسر کرتے تھے - زیادہ تر

فارسی اشعار سے راعنب تھے ۵

راعنب کو کوئی ڈھونڈے کوچہ میں ذرا اوس کے

وہ سوختہ دل بارے شاید کہ وہاں ہوگا

رستم - رستم علی خاں - مخاطب بہ احتشام الدولہ عرف

نواب بہادر - گو یہ عظیم آباد کے نہ تھے - مگر ایک عرصہ تک مرشد آباد

و عظیم آباد میں رہے - نواب سعادت علی خاں کے ہمراہ آئے تھے

پھر ۱۹۱۷ء میں بنارس چلے گئے ۵

شریک حال میرا غم ہی میرا وہی سونس وہی ہدم ہی میرا

رقتا۔ میر محمد رضا۔ خلف الرشید میر جمال الدین حسین

جمال عظیم آبادی۔ میر حبیب اللہ کے قرابت مند تھے۔ اس زمانے میں ان کا شمار نوشقوں میں تھا۔ میر ضیا کے شاگرد تھے ۵

روتا پھرتا ہی تارے بھرتا ہی کہہ رقتا پچ تو کس پھرتا ہی

رفت۔ شیخ محمد رفیع۔ اصل وطن الہ آباد تھا۔ مگر ایک

مدت سے عظیم آباد میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ نواب میر

قاسم علی خاں عالی جاہ کی سرکار میں بڑے اعتبار کے ساتھ عمدہ مالی کچھ سرفراز تھے۔ ۵

اکھی داد میرے قتل کی اٹھا دینا کہ ہونہ حشر میں قاتل کو خوں بہا دینا

رہنہ۔ شاہ حمزہ علی۔ وارستہ مزاج۔ خوش روح و جوان

تھے۔ ابتدا میں سپاہیوں کے زمرہ میں ملازم تھے۔ آخر ترک علاوے

کر کے درویشی اختیار کی۔ کٹن پوش۔ ٹگورٹ بند۔ برہنہ سر۔ ننگے پاؤں

ایک مدت تک مرشد آباد کی گلیوں میں ادا صرا و دھرمار سے پھرتے تھے

پھر ۱۱۹۲ھ میں عظیم آباد چلے آئے۔ شاہ ارزاں کی درگاہ میں رہتے

تھے ۵

ہائے کس کس تئیں ٹیٹھ کے ہم یاد کریں غم مجنوں کریں یا ماتم فرما د کریں

رتنگیں۔ منشی بلاس رائے۔ متوطن عظیم آباد۔ قوم کایستہ
 سری باستو۔ چہار بجہ رام نرائن موزوں ناظم عظیم آباد کے رفقا
 میں تھے۔ ۱۱۹۰ھ میں انتقال کیا۔ نمونہ کلام ۵

از دختر ز شیخ بہ فرنگ گریزید ایں مرد بہ بیند چہ تا مرد برآمد
 عشق از دل من سینہ پر از آبلہ دارد فریاد کہ آتش ز سپندم گلہ دارد

سجاد تخلص۔ اسم شریف محمد سجاد عرف
 غلام نقشبند خواجہ عماد الدین قلندر کے صاحبزادے اور پیر محبوب اللہ
 کے داماد تھے۔ مولد و مسکن قصبہ بھلواری منقل عظیم آباد ۱۱۶۰ھ دور
 عالم گیری میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۱۷۳ھ سال جلوس شاہ عالم میں
 وفات پائی۔ فارسی اور اردو دونوں میں شوق پورا کیا ہے۔
 ریختہ کا کلام عہد محمد شاہی کی قدیم اردو کا نمونہ ہونے کے اعتبار سے
 خاص کر قابل لحاظ ہے ۵

صدقے ترے ساقیا آج لگا دے سبیل وارد میخانہ ہی زاہد پر ہمیز گار
 آپ الگ ہیں خفا دل ہو جدا یے کہا آپ ہی ٹک سوچئے کیا کرے سجاد زاد

مسعود۔ مولوی محمد سعید قرشی۔ متوطن عظیم آباد۔ محلہ کوہہ
 فرخ خاں۔ نواب عاقل خاں رازی ناظم دہلی کے رفیقوں تھے۔ شرح
 مقامات حریری۔ اور کافیہ و شافیہ و تہذیبیہ دیگر متعدد اولات مثل عروض

قوافی وغیرہ کی شرحیں۔ جملہ ۵۵ کتابیں ان کی تصنیفات سے تھیں۔ چنانچہ
خود فرماتے ہیں ۵

کنون تالیف من پنجاہ و پنج ست کہ حاصل گشتہ از بسیار پنج ست
یہ سب کتابیں عظیم آباد میں مستند تسلیم کی جاتی تھیں۔ ان کے علاوہ
ایک مثنوی اور دو دیوان ردیف وار مرتب تھے۔ ایک میں سعد تخلص
اور دوسرے میں غالب۔ نمونہ کلام یہ ہے ۵

اے شدہ شہر بخوشروئی و نازک بینی لب میگوں تو باشد چو عقیق یمنی
ہرگز از شرم نہ گفتی سخن با عاشق غنچہ در باغ خود استی تو بایں لے۔ دہستی

سلیم۔ میر محمد سلیم۔ انہوں نے ایک ساتھ عجیب کے متعلق
ریختہ میں ایک مثنوی بھی لکھی تھی۔ نواب علی ابراہیم خاں کے آشنا تھے
سنہ ۹۰ھ میں رحلت کی ۵

دو رفیق اپنے جوتے عشق میں دنوں بگڑے نہ دل اب ہاتھ میں نے دیدہ تر ہاتھ میں

شائق۔ امین الدین۔ متوطن دہلی۔ مقیم عظیم آباد۔ معاصر سودا
مت زخم دل مرے کو کوئی القیام دو ظالم کو بلکہ زخم دگر کا پیام دو
شاکر۔ میر بجئی۔ باشندہ عظیم آباد۔ نمونہ کلام ۵ رباعی

گر آہ مراد نہ باشد یہ غم ست وز حال منش خمر نہ باشد یہ غم ست
شاکر تو دوست شکوہ داری فرما فریاد رے اگر نہ باشد یہ غم ست

شاہ - میر شاہ قلی خاں - جوان زیبا - دہلی سے آئے

مرشد آباد میں بہ حال پریشاں وارد تھے - نواب سراج الدولہ کی
تہا ہی کے بعد لکھنؤ چلے گئے - پھر نواب قاسم علی خاں عالی جاہ کے
عہد میں بہ سلسلہ ملازمت عظیم آباد آئے - جب نواب مذکور کا شیرازہ
بھی درہم برہم ہو گیا تو یہ دکن چلے گئے اور وہیں انتقال کیا

کجا مری آہ کیا صنم کی نگاہ ایک ترکش کے تیر میں باد

شہر - مرزا ابراہیم - عظیم آباد کے قدیم مسلم البتوت

شعرا میں ہیں - میر محمد عظیم تحقیق کے شاگرد تھے - نمونہ کلام

سدا جہاں کا نہ فقط سننے سے دم رکتا ہر سرگزشت اپنی جو لکھے تو قلم رکتا ہے

شورش - شاہ آیت اللہ - متوطن بھلواری متفلس

عظیم آباد - خلفا الصدق و جانشین مولانا شاہ محمد مخدوم - شاہ

اپنے والد کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے - صاحب دیوان تھے

گردش چشم تباں گردش جام ست اینجا غیر ازین باد و گریادہ حرام ست اینجا

گریند ملا یک ہمہ بر حالت شورش گر نیم شبے آہ بہ گردوں رود ازل

میر غلام حسین شورش

شورش تخلص - میر غلام حسین تام عرف میر بھینا عظیم آباد کے

رہنے والے - ملا میر وحید کے بھانجے تھے - شاعری میں میر باقر حریں سے

مشورہ سمجھن کیا تھا۔ تو اب علی ابراہیم خاں مولف تذکرہ ”گلزار ابراہیم“
نے لکھا ہے کہ یہ میرے دوستوں میں ہیں۔ اپنی شاعری کا بہت غور رکھتے
ہیں۔۔۔۔ اور انہوں نے جو ایک تذکرہ شعراے ریختہ کا ریختہ میں لکھا ہے
وہ بھی یہ سبب ان کی خود پسندی کے قیاسوں سے خالی نہ تھا۔

۱۵ گلزار ابراہیم و گلشن ہند تذکرہ شورش
۱۶ نثر اردو کی تاریخ سے پایا جاتا ہے کہ دکن کی قدیم ترین نثر نویسی قطع نظر کسی قدر عام فہم اردو
میں سب سے پہلے فضلی دکنی نے ۱۱۷۵ھ میں ایک کتاب ”وہ مجلس“ کے نام سے کسی فارسی کتاب کا
ترجمہ کی تھی۔ فضلی کی وہ مجلس کی عبارت کا نمونہ تذکرہ ”آب حیات“ اور ”جلوہ خضر“ وغیرہ
میں موجود ہے اس کے اس مقام پر اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ پھر اس کے بعد احمد شاہ بادشاہ کے
حکم سے میر محمد حسین کلیم دہلوی نے (جو میر محمد تقی میر کے بہنوئی تھے) محی الدین ابن عربی کی مشہور
کتاب ”فصوص الحکم“ کا ترجمہ کیا تھا۔ اور اس کے علاوہ ایک رسالہ ”عرفی قافیہ“ میں اور ایک ”
کتاب بھی نثر اردو میں لکھی تھی جس کا حسبِ مل فقرہ احمد شاہ بادشاہ کے نابینا کے جانے کے
باب میں میر حسن نے اپنے تذکرہ میں نقل کیا ہے۔

کل کے دن تھے بادشاہ اور وزیر کج کے دن اندھے ہو بیٹھے بصیر

ایسی دولت سے زینہار زینہار قاعبدوایا اولی الا بصار

گو اس کتاب کا سنہ تالیف معلوم نہیں۔ لیکن اس امر کو پیش نظر رکھ کر کہ احمد شاہ
بادشاہ ۱۱۷۱ھ میں تخت نشین ہوا۔ اور ۱۱۷۷ھ میں قید کر کے مکھول کیا گیا۔

بہر حال ۹۵ھ میں شورش نے انتقال کیا۔ دیوان ان کا
زبان ریختہ میں مرتب تھا۔ مگر وہ بھی تذکرہ ہی کے مانند غنقا صفت
ہو گیا ہے ۵

ہم جو روتے ہیں لوگ ہنستے ہیں ہنستے ہی گھر سنا ہی بستے ہیں
اٹھی یہ الفت گل کے سبب سب ایذا و گرنہ کیا تھا ہمیں ہم صغیر و داکم کام
رقیب گرچہ بہت برخلاف ہی شورش ہو کرے ہیں ہیار اپنے کام سے کام
ابر روتا ہے تو بھی رولے چشم اس میں جو ہونی ہو سو ہولے چشم
رو برو جانے کی رخصت نہیں دیتے دریاں حال دل میں پس دیوار سنا اکتا ہوں

نواب سید ہدایت علی خاں ضمیمہ

مخاطب بہ نصیر الدولہ بخشی الملک اسد جنگ بہادر ولد
سید شاہ حلیم اللہ دہلی سے آکر عظیم آباد میں سکونت اختیار کر لی تھی
ناظم بنگالہ نواب شجاع الملک محمد علی وردی خاں مہابت جنگ
کے خویش تھے۔ شجاعت و سخاوت میں مشہور روزگار۔ کچھ دلوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵) یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ محمد حسین کلیم کی یہ کتاب ۱۲۶ھ یا اس کے بعد کی
تصنیف ہو اور چونکہ اس سے پیشتر ۱۲۵ھ میں باقر خیرین (استاد غلام حسین شورش) کلغیم آباد میں انتقال
ہو چکا تھا۔ اور شورش نے شعرائے دہلی کے حالات انہیں سے حاصل کئے ہوں گے۔ اس لیے یہ بھی استنباط
کیا جاسکتا ہے کہ ”تذکرہ شورش“ کو کلیم کی کتاب بشرط اعتبار زمانہ تقدیم حال ہو۔ مادہ دونوں
قریب قریب ایک ہی زمانے کی تصنیفیں ہیں۔ — للمولف۔

نیک نامی کے ساتھ عظیم آباد کے صوبہ دار بھی رہے۔ اور اسی سلسلہ میں پھر
دہلی گئے۔ مگر حسبِ اہ طور پر کامیابی نہ ہوئی۔ اوایل سلطنت شاہ عالم
میں عظیم آباد واپس آئے اور یہیں انتقال کیا۔ حسین آباد میں مدفون ہوئے
فارسی اور اردو دونوں میں کہتے تھے۔

نہ یہ صہیا جو کربے جلوہ گری شیشہ میں کی ہو ساقی نے فسوں پڑھ پڑی شیشہ میں
اوس سی زین کے لبکا ہوں بہاڑیہ نہ چھپا تو عرق نیلو فری شیشہ میں
میر ضیا الدین ضیا

ضیا تخلص۔ میر ضیا الدین نام۔ دہلی کے رہنے والے۔ مرزا
سودا کے ہم عصر تھے۔ میر حسن نے ابتدا میں اصلاح سخن انھیں کی ہے۔

۱۵ سید شاہ عظیم اللہ دہلی کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے ترک دنیا کر کے فقیری
اختیار کی تھی۔ تقریباً بیس سال تک مفقود النہر رہے۔ جن طے میں ان کے بیٹے سید بدایت علی
خان عظیم آباد کے صوبہ دار تھے۔ یہ اپنے بیٹے سے ملنے کو عظیم آباد آئے اور ۱۱۵۵ھ میں یہیں
انتقال کیا۔ ان کی قبر محلہ نوں گولہ میں اس وقت تک موجود ہے جس پر تاریخ وفات مرقوم ہے۔

اور ”ہوا الحکم الحفیظ“ اور ۱۱۵۵ھ سال تاریخ وفاتش محذات۔ کندہ ہے۔

نواب سید غلام حسین خان عظیم آبادی مولف تاریخ ”سیر المتاخرین“ سید بدایت علی خان
کے بیٹے تھے۔ علاوہ ”سیر المتاخرین“ کے جو تین جلدوں میں ہے۔ شرح فتویٰ بولاتاروم اور ایک
فتویٰ بشارت الامامہ بھی ان کی تصنیفات ہے۔ شاعری میں شیخ علی خرمین کے شاگرد تھے۔ ملفوف

دہلی سے نکل کر چندے فیض آباد اور لکھنؤ میں مقیم رہے۔ بالآخر عظیم آباد میں آکر مستقل سکونت اختیار کی۔ راجہ شتاب رائے کے بیٹے اکثر سلوک کیا کرتے تھے اور ان کے اخراجات کے کفیل تھے۔ نواب علی ابراہیم خان لکھتے ہیں کہ ”راقم سے تا تحریر تذکرہ ملاقات نہ ہوئی“ ۱۱۹۶ھ میں حیات تھے۔ ایک دیوان غزلوں کا یادگار چھوڑا۔ مثنوی اور قصیدہ گوئی سے ہمیشہ اجتناب کیا۔ میر حسن نے تذکرہ میں اس کا بھی اعتراف فرمایا ہے کہ:- (ترجمہ)

”میں نے اصلاح سخن میر ضیا سلمہ سے لی ہے“

اس (سلمہ) کے لفظ سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ”تذکرہ میر حسن“ کی تالیف کے وقت تک میر ضیا بقید حیات تھے۔ بہر حال باب ان کے کلام کا انتخاب ملاحظہ ہو۔

کل کی رسوائی تجھے کیا پس نہ تھی اے تنگ خلق	اوس کو چہ میں ضیا تو آج پھر جانے لگا
رسوائیوں کی اپنے مجھے کچھ ہوس نہیں	نامح پہ کیا کروں کہ مراد دل پہ پس نہیں
دل دیکھ اوس کی آنکھوں کو مدہوش ہو گیا	دوہی پیلے پیکے یہ خاموش ہو گیا
کیوں گریباں دم بدم کرتا ہوا پتا چاک	ہاتھ سے کتر ضیا کس گل کا دام چھٹ گیا
کچھ کل سے بھی زیادہ ہو بے تاب آج تو	قاصد ضیا کو کیسی خبر آ کے کہہ گیا
دیکھو اے دوستان چیکا ضیا کیوں ہو گیا	مر گیا بے تاب ہو یا روتے روتے سو گیا

بھول کر بھی کبھی نہ یاد کیا ہم ترے جی سے ایسے بھول گئے
 طپاں۔ شاہ نور الحق۔ شاہ عبدالحقؒ کے صاحبزادے اور
 حضرت تاج العارفین پیر مجیب اللہؒ کے پوتے تھے ۱۱۵۶ھ میں پیدا
 ہوئے۔ ۱۱۸۱ھ میں سجادہ عمامہ (پھلواری) پر متمکن ہوئے۔ اور
 وظائف کے مختلف رسائل کے ماسوا فارسی کے دو کلیات ضخیم آپ کی
 تصانیف سے ہیں۔ ایک بیاض ضخیم اردو مرثی کی ہے۔ کلام اردو کا
 نمونہ یہ ہے ۵

عقل والوں سے جو ستا ہی فساد تیرا پیٹھ پھرے ہوئے ہنستا ہی دوانہ تیرا
 عاشق۔ خواجہ علی اعظم خاں خلیفہ خواجہ محمدی خاں (رسالہ دار
 نواب قاسم علی خاں عالی جاہ) حضرت شاہ رکن الدین عشق عرف شاہ
 گھسیٹا کے مرید اور شاگرد تھے۔ نواب علی ابراہیم خاں سے بھی ربط تھا۔
 آخر عمر میں ترک دنیا کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ تقریباً ۱۱۹۰ھ
 میں انتقال کیا ۵

روز و شب یار سے ملا کیجئے چین اس پر نہ ہو تو کیا کیجئے

۱۵ مولف ”یادگار عشق“ لکھتے ہیں کہ ”اسی معنوں کو حضرت شاد
 (عظیم آبادی) نے بھی نظم فرمایا ہے ۵
 کہتے ہیں اہل ہوش جب افسانہ آپ کا سنتا ہی اور ہنستا ہی دیوانہ آپ کا

مہاراجہ کلیان سنگہ بہادر عاشق

المخاطب بہ انتظام الملک ممتاز الدولہ تہور جنگ - قوم کا ایستہ
 سکینہ - خلف الرشید ممتاز الملک مہاراجہ شتاب رائے بہادر منصور
 وطن اصلی دہلی تھا۔ ان کے والد نے حضرت شاہ عالم بادشاہ سے سند
 دیوانی حاصل ہونے کے بعد سے عظیم آباد میں اقامت اختیار کی - اور
 کلکتہ میں سرکار کمپنی بہادر کی طرف سے خطاب مہاراجگی کے ساتھ
 منصب نظامت صوبہ بہار سے سرفراز ہوئے - اگرچہ یہ بھی اپنے
 باپ ہی کے ماتر جمع کمالات تھے - لیکن راحت طلب اور عیش پسند
 ہونے کے باعث اس خدمت جلیلہ پر اون کی جانشینی سے جی چر کر
 صہبائے لعل رنگ اور معشوقان شوخ و شنگ کے ساتھ زندگی بسر
 کرتے رہے - سوائے فکر شعر کے اور کسی درد سر کو مول نہ لیا - جہاں سال
 فرزند کنور دولت سنگہ بہادر نام ان کی حیات ہی میں قضا کر گیا تھا
 راجہ بھوپ سنگہ اسی کے نواسے تھے -

عاشق نے تہتر سال کی عمر میں ۱۷۷۳ء میں انتقال کیا
 اور ۳۳ سوال کو کلکتہ میں لب دریا ان کی خاکستر فنا ہوئی - ایک یون
 اور شہنوی مسمیٰ بہ ”زیبا“ و ”حبیب الیسر“ اور مدح المہ اطہار
 علیہ السلام میں دس ہزار ابیات یادگار چھوڑے - نمونہ کلام یہ ہے

تالاں ز غمِ فرقت ہمارے خولیم آوارہ دشت از دل آوارہ خولیم
 با حسن پرزادندارم سروکارے در آئینہ مشغول بہ نظارہ خولیم
 ساقی نبود حاجت من بامے نایت بخود ز نگاہ بت میخوارہ خولیم
 بچایا ہر جگر تے حشر کا سا شو پہلو میں مگر دکھایا ہر یہ حال دل رنجور پہلو میں

حاصی۔ محمد علی خاں۔ خلفِ نوابِ ہدایت اللہ خاں دہلوی تیسرے
 عزت الدولہ شیر افکن خاں۔ ترک وطن کر کے عظیم آباد میں اقامت
 اختیار کی تھی۔ کتابِ موسوم بہ ”تالیفِ محمدی“ جس میں ابتدائے
 خلقت سے جلوسِ شاہِ عالم بادشاہ کے زمانے تک کی تاریخ بیان
 کی گئی ہے۔ ان کی تالیف سے تین جلدوں میں ہے۔ ۵

باز در عشق تے دل شدہ شیدا چہ کم کار با سنگِ دل افتاد خدا یا چہ کم
 عزیز۔ عزیز اللہ۔ خلفِ ملا مبارک۔ جو نوابِ زیب النبیام
 کے آخوند تھے۔ عظیم آباد میں قیام تھا۔ علمِ منطق میں بہت ہمار
 حاصل تھی۔ نمونہ کلام یہ ہے ۵

ساقی خوش چشم مارا مونسِ مجلسِ کنید از نگاہش بزمِ راگدستہ تر گس کنید
 خورشید طشتِ آتش و خاکستر ست صبح
 گردوں تمام سوختہ این برقِ آہ کیست

شاہ رکن الدین عشق

عشق تخلص۔ شیخ رکن الدین تام۔ عرف شاہ گسیٹا۔ وطن مالوہ
 دہلی تھا۔ شیخ محمد کریم فاروقی کے بیٹے اور شاہ محمد فریاد^۲ ابوالعلائی کے
 نواسے تھے۔ بچپن سے عتفوان شہاب تک دلی میں رہے۔ قرن قیاس
 ہے کہ درانیوں کی غارت گری اور قتل عام کے بعد دلی میں پھل پڑ جانے
 سے جس طرح اور بھی بہتیرے لوگ اپنا گھر اور وطن چھوڑ کر ادھر
 اور ادھر نکل کھڑے ہوئے۔ یہ بھی دلی سے نکل کر مرشد آباد پہنچے اور
 خواجہ محمدی خاں رسالہ دار نواب میر قاسم علی خاں عالی جاہ کی رفقت
 اور ملازمت میں ”ہزار سوار کی افسری کے منصب پر فائز ہوئے۔“
 واضح ہو کہ میر قاسم علی خاں^{۱۶۰۷} مطابق^{۱۷۲۳} ھ میں
 مسند نظامت پر متمکن ہوئے۔ اور نواب علی ابراہیم خاں خلیل عظیم آبادی^{۱۷۰۵}

۱۷۰۵ نواب امین الدولہ عزیز الملک علی ابراہیم خاں بہادر نصیر جنگ المتخلص بہ
 خلیل عظیم آبادی۔ مولف تذکرہ ”گلزار ابراہیم“ صوبہ بہار اور ہندوستان کی
 ادبی دنیا میں ایک خاص اہمیت رکھنے کے ساتھ تاریخی حیثیت سے بھی ممتاز
 شخصیت رکھتے ہیں۔ یہ نواب میر قاسم علی خاں عالی جاہ کے وزیر ہاندیر تھے
 اور کچھ دنوں عظیم آباد کے صوبہ دار اور نائب ناظم بھی رہے ہیں۔ جیسا کہ
 اس تذکرہ کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا۔ چونکہ اس دور کے اکثر شعرا نواب

اور مرزا علی لطف وغیرہ اکثر تذکرہ نویس اس امر کے متعلق متفق ہیں کہ حضرت عشق موصوف "ایام شباب میں شاہجہاں آباد سے

(نوٹ بقیہ صفحہ ۳۲) علی ابراہیم خاں کے شناسا اور نواب قاسم علی خاں کے متوسلین میں تھے۔ اس لئے اس زمانے کے کچھ تاریخی حالات اس مقام پر بیان کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

واقع ہو کہ ناظم بنگالہ نواب علی وردی خاں بہایت جنگ نے ۱۷۵۶ء مطابق ۱۱۶۹ھ میں انتقال کیا۔ اور ان کے نوجوان نواسے مرزا محمود عرف نواب سراج الدولہ مستند نظامت پر متمکن ہوئے۔ مگر تھوڑے ہی دنوں میں ان کے قرابت مند نواب میر جعفر علی خاں کی سازبانہ سے سراج الدولہ نے ۲۳ جون ۱۷۵۷ء کو پلاسی کے میدان میں انگریزوں سے شکست کھائی۔ اور بعد کو مارے گئے۔ جس کی تفصیل تواریخ میں موجود ہے۔ اس زمانے میں انگریز "ایسٹ انڈیا کمپنی" قائم کر کے ملک میں تجارتی کاروبار رکھتے تھے۔ پلاسی کی اس فتح سے ہندوستان میں برٹش سلطنت کی بنیاد پڑی۔

فی الجملہ اس فتح کے بعد ۲۵ جون ۱۷۵۷ء کو انگریزوں کی مدد سے میر جعفر ناظم بنگالہ مقرر ہوئے۔ اسی زمانے میں کچھ دنوں کے بعد شاہ عالم بادشاہ نے بنگالہ کی تسخیر کے ارادہ سے صوبہ بہار پر حملے شروع کر دیے تھے اور عظیم آباد کا محاصرہ کیا تھا۔ شاہ عالم کی مدد کو خادم حسین حاکم پورنیہ چھ سات ہزار فوج

مرشد آباد آئے۔ اور خواجہ محمدی خاں کے ساتھ ایک مدت تک
ایام حیات بعزت تمام بسر لائے، اس لئے تذکرہ یادگار عشق میں
(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۳) لیکر گنگا کے کنارے کنارے پلٹنے کے سامنے حاجی پور محکمہ پہنچ
گیا تھا۔ چنانچہ میر جعفر خاں کے بیٹے صادق علی خاں عرف میرن اور راجہ شتاب
رائے فوج لیکر اوس کی مدافعت کو روانہ ہوئے۔ بارش کا موسم تھا۔ رات کو
موسلا دھار پانی برس رہا تھا۔ میرن اپنے خیمہ میں جا رہا تھا۔ خد متنگا
پاؤں چپی کر رہا تھا اور داستان گو کہانی کہہ رہا تھا کہ دفعۃً اوس خیمہ پر
بھلی گری۔ اور یہ تینوں اوس جگہ ٹھٹھے ہو کر رہ گئے۔ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی
دیر کے بعد جب پہرہ بدلا اور دوسرا خد متنگا آیا تو اوس نے ان تینوں کو مرد
پاکر چند خاص لوگوں کو اطلاع دی۔ دیکھا گیا تو میرن کے سر میں کئی جگہ سوراخ
ہو گئے تھے۔ بہر حال انگریزوں نے ہوشیاری سے میرن کی موت کو فوج کے
لوگوں سے چھپا رکھا۔ اور ایک ہاتھی پر میرن کی لاش کو رکھ کر مرشد آباد روانہ
کر دیا۔ میرن کے ظلموں کی داستان ”سیر المتاخرین“ کی جلد دوم صفحہ ۶۸۹
میں بالتفصیل مذکور ہے۔ اس مقام پر اوس کے اعادہ کی گنجائش نہیں۔
میرن یہ بھلی گرنے کے بعد۔ نواب میر قاسم علی خاں کو جو میر جعفر خاں کے
واماد تھے۔ ناظم بنگالہ ہونے کا نو مسلمہ پیدا ہوا۔ میر جعفر کی بد نظمیوں سے فوج کو
تنخواہیں نہیں پہنچیں۔ میر قاسم علی خاں نے تین لاکھ روپے

جو حضرت عشق کی عمر سو برس قرار دیکر ان کا سال ولادت ۱۱۰۳ھ متعین کیا گیا ہے وہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ

(رقیہ نوٹ صفحہ ۳۳) اپنے پاس سے دیکر سب کی تنخواہیں ادا کر دیں۔ اور کلکتہ جا کر انگریزوں کو اپنا طرقدار بنایا۔ بالآخر یہ طے پایا کہ میر جعفر کو اتار کر میر قاسم علی خاں مستند نظامت پر متمکن ہوں۔ چنانچہ میر قاسم کلکتہ سے مرشد آباد کو روانہ ہوئے تو اپنے وزیر علی ابراہیم خاں کو لکھ بھیجا کہ فوج تیار رکھے۔ وزیر موصوف نے اپنی سلیقہ شکاری اور کارگزاری سے اُمید سے بڑھ کر بندوبست کیا۔ میر جعفر معزول اور میر قاسم علی خاں ناظم جنگاں ہوئے۔ بادشاہ کی طرف سے بھی ”عالی جاہ“ کا خطاب عطا ہوا۔ یہ سلسلہ ۱۷۶۰ء کا واقعہ ہے۔

میر قاسم نے ابتدا میں بہت بیدار مغزی سے کام لیا۔ اور اسی کے ساتھ علی وردی خاں اور میر جعفر وغیرہ کی تمام محلات کے لاکھوں روپے کے زیورات و جواہرات بھی اپنے قبضہ میں کر لئے۔ مگر تھوڑے ہی دنوں میں ان کی انگریزوں سے بگڑ سی۔ میر جعفر کو آسانی کے ساتھ معزول کر دیئے نہیں انگریزوں کو اپنی طاقت کی آزمائش ہو چکی تھی۔ انہوں نے پھر میر جعفر کو مستند نظامت پر متمکن کیا۔ نوبت یہ جنگ ہو چکی۔ میر قاسم نے مونگیر کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا تھا۔ جب انگریزی فوجیں مرشد آباد سے مونگیر کی طرف روانہ ہوئیں تو میر قاسم نے مونگیر سے بھاگتے وقت اپنے تمام قیدیوں کو جن میں اوس کے بعض عزیز اور

میر قاسم علی خاں کی فوج میں ان کی ملازمت ۱۷۴۳ء (یعنی میر قاسم علی خاں کے سال مسند نشینی) سے پیشتر واقع نہیں ہو سکتی اور اگر ۱۷۴۳ء سال ولادت صحیح سمجھا جائے تو اس حساب سے ان کا سن اس وقت

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۵) نامور شرفا تھے سب کو قتل کر دیا۔ اور راجہ رام نرائن کے گھلے میں مٹکار پٹ سے بھر کر لٹکایا اور گنگا میں ڈلوایا۔ اس کے بعد پٹنہ آئے اور یہاں دو سو انگریزوں کو جواو ن کی قید میں تھے سب کو قتل کر دیا۔ یہ ۳ اکتوبر ۱۷۴۳ء کا واقعہ ہے۔

اس کے فوراً ہی بعد ۱۶ نومبر ۱۷۴۳ء کو انگریزی فوج نے پٹنہ پہنچ کر میر قاسم کو شکست دی۔ اس شکست کے ساتھ ہی میر قاسم کے اقبال کا خاتمہ ہو گیا۔ یہاں سے بھاگتے ہوئے جب میر قاسم صوبہ بہار کی آخری سرحد کرم ناسہ ندی کے پار ہوئے اور اس وقت شاہ عالم بادشاہ اور نواب شجاع الدولہ صوبہ دار دادوہا آباد میں تھے۔ شجاع الدولہ بہت منجھلے واقع ہوئے تھے۔ میر قاسم سے خط و کتابت پہلے سے ہو رہی تھی۔ بالآخر اس شرط پر کہ آج کی تاریخ سے گیارہ لاکھ روپیہ ماہوار میر قاسم بطور خرمہ جنگ دینا منظور کریں۔ شجاع الدولہ نے شاہ عالم اور میر قاسم کو ساتھ لیکر پھر صوبہ بہار پر حملہ کرنے کی ٹھانی۔ ۳۱ جون ۱۷۴۳ء کو پٹنہ کے قریب انگریزی فوج سے مقابلہ ہوا۔ جس میں شجاع الدولہ کو شکست ہوئی۔ اس شکست کے بعد شجاع الدولہ نے بکسر میں پھر حملہ کی

یعنی ۱۷۴۳ء میں اکھتر سال قرار پاتا ہے۔ پس یہ امر کس قدر خلاف قیاس ہے کہ ایک ستر بہتر برس کے بوڑھے کو جس نے عمر بھر میں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۶) تیاریاں شروع کیں۔ اور برسات نکل جانے کے بعد ۲۲ اکتوبر ۱۷۴۳ء کو دوبارہ بکسر میں جنگ ہوئی۔ جس میں پھر شجاع الدولہ کو شکست ہوئی۔ اس جنگ میں شجاع الدولہ نے ہوشیاری اور پیش بندی سے عقب میں ندی کا پل توڑ دیا تھا۔ جس سے میر قاسم کا خزانہ اور دو تین کروڑ کی قیمت کے جواہرات اور زیورات لٹ جانے سے بچا لیا۔

فی الجملہ اس شکست کے بعد شجاع الدولہ نے گیارہ لاکھ روپے ماہوۃ کے حسابے خرچ جنگ کا میر قاسم علی خاں سے مطالبہ شروع کیا۔ جس کے جواب میں ان کے وزیر علی ابراہیم خاں نے نواب موصوف سے استدعا کی کہ میر قاسم کو مرشد آباد جا کر روپے وصول کرنے کی اجازت دی جائے۔ مگر یہ درخواست نامنظور ہوئی۔ پھر شجاع الدولہ نے بادشاہ کی طرف سے نظامت بنگالہ کے خراج کے بقایا کا تقاضا شروع کیا۔ پھر علی ابراہیم خاں اس گفتگو کے لئے بھیجے گئے کہ اب مجھے مقدور نہیں ہے قصہ مختصر یہ رنگ دیکھ کر علی ابراہیم خاں نے میر قاسم کو صلح دی کہ یا تو زر مطلوبہ ادا کیا جائے یا درویشی کا سانگ بھرا جائے۔ روپیہ دینا تو مشکل تھا۔ بالآخر

علی ابراہیم خاں کی صلح سے میر قاسم اور کل ملازموں نے گیسوے کپڑے پہن کر فقیرانہ وضع اختیار کی۔ تو خود نواب وزیر میر قاسم کے پاس آئے اور سمجھا کر باپ

کبھی قوجی خدمت نہ کی ہو۔ اور نہ اوس کے آیا و اجلا دے
اوس کو اوس کے لائق کوئی خدمت نہ دیکر۔ سپاہیوں کے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۷) درویشی پڑوایا۔ اس کے بعد شجاع الدولہ کے لشکر نے
میر قاسم کے خیموں کا محاصرہ کر لیا۔ اور میر قاسم کو ایک ہاتھی پر بٹھا کر کسی جائے
مہود میں قید کر دیا۔ اور کل جوہرات اور تیورات وغیرہ کروڑوں روپے کے اپنے قبضے میں
کر لئے۔ تاہم میر قاسم نے پہلے سے کچھ جوہرات قیمتی اڑا کر روہیل کھنڈ کی طرف
بہج دیئے تھے۔ جو شجاع الدولہ کی دست برد سے محفوظ رہے۔ یہ ۱۷۶۳ء کے
واقعات ہیں۔

انگریزوں نے اس فتح کے بعد ہر چند چاہا کہ میر قاسم کو اون کے حوالے کر دیا جائے
مگر شجاع الدولہ نے اس شرط کو کسی طرح منظور نہ کیا۔ اور اس کے بعد میر قاسم
کسی طرح شجاع الدولہ کی قید سے نکل کر کسی اور جگہ پناہ گزیں ہو گیا۔ اور ادھر ادھر
مارے پھرنے کے بعد۔ یہ حالت غربت و عسرت اس نیا انتقال کیا۔ اسباب میں ایک
پیرانی شال رہ گئی تھی جس کو بچکر اس کی تجہیز و تکفین کی گئی۔ مگر علی ابراہیم خاں کے
تعلقات اور آمد و رفت عظیم آباد اور مرشد آباد میں بدستور جاری رہی۔ حتیٰ کہ
لارڈ ہسٹنگ گورنر جنرل نے ان کو عدالت دیوانی قلع بنارس کا حاکم اعلیٰ مقرر کر دیا
اور لارڈ کارنوالس کے عہد میں یہ وہاں کے گورنر بھی رہے۔

اس قیام بنارس کے زمانے میں یہ سیاسی زندگی سے کنارہ کش ہو کر تالیف و

ترمہ میں نوکر رکھا جائے۔ اور ایک ہزار سوار کی افسری کے ساتھ
فوجی خدمت پر مامور کیا جائے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۸) تصنیف میں مصروف ہوئے۔ ان کی ادبی و تاریخی تالیفات
حسب ذیل ہیں :-

۱۔ ”گلزار ابراہیم“ شعرائے ریختہ کا تذکرہ ہے۔ اس کی تالیف ۱۸۴۳ء سے شروع
ہوئی اور ۱۸۹۸ء مطابق ۱۲۸۳ء میں اس کی تسوید سے فراغت ہوئی۔
۲۔ ”صحف ابراہیم“ شعرائے فارسی کا تذکرہ ہے۔ ۱۲۰۵ء میں مرتب ہوا جبکہ
اس تاریخ سے ظاہر ہے ۵

چوتھا تاریخ اتمام حتم زہاتف بگشا بگو ”نفع بخش زبانہ

۳۔ ”خلاصۃ الکلام“ اون فارسی شعرا کا تذکرہ جنہوں نے مثنویاں لکھی ہیں
۴۔ ”وقائع جنگ مرہٹہ“ لارڈ کارنوالس کے عہد میں ۱۲۱۸ء میں لکھا گیا۔ اس
میں ۱۲۱۸ء سے ۱۲۹۹ء تک کے حالات ہیں۔

۵۔ ایک رسالہ میں راجہ جیت سنگھ والی بنارس کی بغاوت کے حالات لکھے
ہیں۔ اس میں مصنف نے اپنے کو ”یے ازخیر خواہاں کمپنی انگریزیم“ لکھا ہے۔
۶۔ ”خطوط“ جو برٹش میوزیم کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔ اور جن سے
اوس زمانے کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

علی ابراہیم خان موصوف ابن خواجہ عبدالحکیم ۱۲۰۸ء میں انتقال کیا

راقم الحروف کے نزدیک صحیح بات وہی ہے جو مرزا علی لطف
نے ”گلشن ہند“ میں صاف طور پر لکھ دی ہے کہ :-

”خواجہ محمدی خاں مرحوم کے ساتھ ایک مدت تک لباس“

”دنیا داری میں ایام حیات بعزت تمام بسر لائے۔ اگرچہ“

”نہ کچھ خدمت نہ کام رکھتے تھے۔ لیکن آنکھوں میں امرایان“

”مرشد آباد کے نہایت احترام رکھتے تھے۔“

مفسر نے بھی اپنے تذکرہ میں یہی لکھا ہے کہ ”بہت عزت اور حرمت

کے ساتھ بسر کرتے ہیں“ اور تذکرہ میر حسن میں ”نوکری پیشہ“ لکھا ہے۔

مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سپاہیوں کے زمرہ میں نوکرتے۔

یہ ممکن ہے کہ ایام شباب میں وضع و قطع سپاہیانہ نہ رکھتے ہوں۔

چنانچہ مولانا شاہ محمد کبیر صاحب ابوالعلائی دانا پوری بھی تاریخ تذکرۃ الکرام

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۹) خلیل تخلص کرتے تھے۔ ان کا اردو کلام اب نایاب ہے۔

یہ چار شعر بہت تلاش سے دستیاب ہوئے جو بدیہ ناظرین ہیں :-

خلش رکھتا ہے جیسے دل مرا ہوں خار پہلو میں ہوا رکھتا ہے اس دشمن کا کیا دشوار پہلو میں

دل بہ درد ہو جس کا ادسے آرام کیا ہو یہ سچ ہے کیونکہ سوئے جس کے ہو بیمار پہلو میں

ہو رونے سے میر تمہو اجیب و کنار آموز خلیل آنکھوں کے ہاتھوں ہو گیا گلزار پہلو میں

اڑ گئے کچھ جو اس سے میرے اٹھ گیا کون پاس سے میرے

یوں فرماتے ہیں :-

”آپ (حضرت عشق موصوف) ابتدا میں نوکری پیشہ“

”یہ وضع سپاہیوں کے تھے۔“

فی الجملہ ایک مدت تک خواجہ محمدی خاں کی رفاقت میں بسر کرنے کے بعد عشق موصوف اپنے بزرگوں کی روش کے مطابق فقر و درویشی کی طرف مائل ہوئے۔ اور ترک ملازمت کے ساتھ فضل الہی پر تکیہ کر کے عظیم آباد چلے آئے۔ اور حضرت مخدوم منعم پاک (جن کا مزار محلہ میتن گھاٹ میں ہے) کی خدمت مستفیض ہو کر بقیہ عمر یاد الہی اور خدمت خلق میں بسر کر دی۔ ۱۲۰۳ھ میں اس جہان قانی سے رحلت کی۔ حسب روایت تذکرۃ الصالحین و رسالہ معارف پھلواڑی ۶۶ سال کی عمر پائی۔ اگرچہ مختلف روایات کی موجودگی میں صحیح عمر کا متعین کرنا اس قدر آسان نہیں ہے۔ تاہم اس کے تسلیم کرنے میں قباحت لازم نہیں آتی۔ آپ کے شاگرد رشید مرزا قدوسی نے یہ تاریخ لکھی ہے

شور و ادب افتاد اندر جہاں چو اہل آمد سر با لین عشق
گفت قدوسی سال تاریخ وفات ہادی ما شاہ رکن الدین عشق
کسی مستند تذکرہ میں اس کی صراحت نہیں ہے کہ شیک کس سند میں

حضرت عشق نے ترک ملازمت اختیار کی اور عظیم آباد میں آکر طرح اقامت ڈالی اور فقر تقویٰ کا سجادہ قائم کیا۔ لیکن نواب قاسم علی خاں عالی جاہ کی مسند نشینی یعنی ^{۱۷۴۲} سالہ کو پیش نظر رکھ کر اگر خواجہ محمد علی خاں کی رفاقت میں ان کی مدت ملازمت تقریباً چند سال بھی قرار دی جائے تو یہ کہنا شاید غلط نہ ہو گا کہ ^{۱۷۴۲} سالہ یا اس سے چند سال بعد حضرت عشق عظیم آباد میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ غرض کسی طرح یہ واقعہ ^{۱۷۴۲} سالہ سے پہلے کا نہیں ہو سکتا۔

لیکن مذکورہ ”یادگار عشق“ میں (جس کو ہمارے ایک مخلص شاعر نے عظیم آبادی نے حضرت عشق کے حالات کے متعلق حال میں شائع کیا ہے) ”کیفیت العارفین“ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ واقعہ ^{۱۷۴۲} سالہ کا ہے۔ حالانکہ یہ قطعاً ممکن ہے۔ کیونکہ حضرت عشق کا عظیم آباد میں آنا نواب قاسم علی خاں کی ملازمت سے کنارہ کش ہو جانے کے بعد کا واقعہ ہے۔ اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ نواب قاسم علی خاں کا عہد نظامت اس کے بارہ برس کے بعد ^{۱۷۴۲} سالہ سے شروع ہوتا ہے۔ اور ترک ملازمت کا واقعہ لا محالہ اس کے بعد کا ہے۔ اور عظیم آباد میں آنا اس ترک ملازمت کے بعد ہے۔ ^{۱۷۴۲} سالہ میں نواب علی وردی خاں مہابت جنگ کا دور حکومت تھا۔ اس وقت

میر قاسم تو درکنار۔ ان کے پیش رو میر جعفر اور نواب سراج الدولہ
بھی میدان میں نہ آئے تھے۔

اسی طرح اس کتاب میں دوسرے مقام پر مرزا قندوی کی
نسبت جو احمد شاہ بادشاہ دہلی کے وقائع نویس اور حضرت عشق
کے مرید اور شاگرد رشید تھے۔ یہ لکھا ہے کہ تھے بھی مرشد آباد سے
حضرت عشق کے ساتھ ملازمین عظیم آباد آئے اور پھر یہیں
ہو رہے۔ حالانکہ اس وقت تک مرزا قندوی کا دلی سے مرشد آباد
آنا بھی کسی تذکرہ سے مستند طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر مرزا
قندوی احمد شاہ بادشاہ کی وقائع نویسی پر مامور تھے جیسا کہ
تذکرہ ”گلشن بے غار“ وغیرہ میں مذکور ہے۔ تو اس وقت (۱۱۶۲ھ
میں) محمد شاہ بادشاہ کے انتقال اور احمد شاہ کے جلوس کو صرف چند
ماہ گزرے تھے۔ اور یہ معلوم نہیں کہ احمد شاہ کی تخت نشینی کے کتنے دنوں
کے بعد یہ اس خدمت پر مامور ہوئے۔ اور کتنے دنوں تک ملازمت
میں رہے اور کتنے دنوں کے بعد دلی سے مرشد آباد آئے۔

فی الجملہ اس مقام پر مولف ”یادگار عشق“ پر جو اس فقیر سے
خلوص رکھتے ہیں کوئی اعتراض کرنا مقصود نہیں ہے اور نہ یہ مقصد
کہ ان کی یہ تالیف بالکل غیر مستند روایات پر مبنی ہے۔ بلکہ فقیر کے

علم میں مولف موصوف نے جہاں تک ممکن تھا تحقیق و تفتیش میں سعی
 بلیغ سے کام لیا ہے۔ اور مختلف تذکروں سے استناد کی کوشش کی
 ہے۔ اور جو لکھا ہے اس کی سند بھی بیان کر دی ہے۔ یہ اور بات
 ہے کہ بعض قدیم تذکرہ نویس موجودہ زمانے کے فن تحقیق و تدقیق سے
 جس کو انگریزی میں "ریسرچ" کہتے ہیں۔ عموماً تاہلہ اور بے پروانہ نظر
 آتے ہیں۔ انہوں نے جو روایت پائی اپنی خوش اعتقادی میں بلا تحقیق
 درج کر دی چھان بین اور رد و قدح کرنا مناسب نہ سمجھا۔ لیکن
 ایک مستند مورخ اور تذکرہ نویس کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر روایت کو
 تاریخی استناد اور دیگر متعلقہ واقعات سے مطابق کر کے دیکھے۔ اور
 غیر مستند اور بے بنیاد روایات و حکایات کا مشکوک یا خلاف واقعہ
 ہوتا ظاہر کر دے۔ تاکہ اباب نظر کے نزدیک خود غیر معتبر نہ ٹھہرے۔
 خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ حضرت عشق موصوف کے
 عظیم آباد آنے اور اقامت گزریں ہونے کے متعلق صحیح طور پر صرف یہی
 کہا جاسکتا ہے کہ یہ واقعہ ۱۷۷۳ء یا اس کے بعد کا ہے۔ اور اس طرح
 کم و بیش تقریباً پچیس چھبیس سال تک اس دیار میں آپ کا فیض سخن
 اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہا۔ اس عالم میں بھی عظیم آباد۔ مرشد آباد
 اور ڈھاکہ وغیرہ سے طالبان راہ عشق پر والوں کی طرح اس شمع کے

گردجھ ہونے لگے۔ بقول مولف ”گلزارِ ابراہیم“

”معتقدین کے ہجوم سے عالم درویشی میں شاہی کی“

بعض معتقدین نے بعد کو کچھ جائزوں بھی تقریبات عرس وغیرہ کے لئے وقف کی تھیں۔ اور آپ کا تکیہ اس وقت تک مرجع خلایق ہے

دیوان آپ کا زبان ریختہ میں مرتب ہے۔ بقول مولوی کریم الدین

مولف تذکرہ ”طبقات الشعراء“ آپ کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ پیرس میں ”گارسن دی تاسی“ کے پاس موجود تھا۔ ایک قلمی نسخہ آپ کی خالقاہ تکیہ حضرت عشق میں بھی موجود ہے۔ اور خالقاہ پھلواری کے

لے ”گارسن دی تاسی“ ملک فرانس کا رہنے والا ایک مشہور مستشرق اور

زبان داں گذرا ہے۔ اس نے فریخ زبان میں شعراے اردو کا ایک ضخیم تذکرہ

دو جلدوں میں لکھا ہے۔ جس کا نام ”تاریخ ہندی و ہندوستانی شریچر“ ہے مشر

اف فیلن صاحب انسکیر تعلیمات عامہ صوبہ بہار نے مولوی کریم الدین کو اس کتاب کا مشرل دیا

جس کی مدد سے انہوں نے ایک تذکرہ ”طبقات الشعراء“ مرتب کیا جو ۱۸۴۸ء

میں دہلی میں چھپا۔

”دی تاسی“ نے اپنے تذکرہ کے مقدمہ میں تقریباً ادن تمام تذکروں کی فہرست

دی ہے جو ہندوستان میں اسکے پیشتر لکھے جا چکے تھے۔ مولوی محفوظ الحق صاحبی نے

اس مقدمہ کا ترجمہ کیا ہے جس کا اقتباس ۱۹۲۲ء کے رسالہ معارف میں شائع ہوا تھا۔

کتب خانے میں بھی اس کا ایک نسخہ ہے۔

دیوان ریختہ کے علاوہ جو تقریباً آٹھ سو غزلوں پچتر رباعیوں مثنویوں اور
تفصیلات پر مشتمل ہے۔ بقوف میں چند قلمی رسائل موسوم یہ ”انوار السحار“
”سلطان العشق“ اور ”تعلیم الخلق“ وغیرہ بھی ان کی تصانیف ہیں۔
زمانہ کے اعتبار سے آپ۔ مرزا مظہر جان جاناں۔ خواجہ میر درد
اور میر تقی میر کے ہم عصر اور اکثر غزلوں میں ہم طرح بھی ہیں۔ شاعری
میں کسی کے شاگرد نہ تھے۔ حضرت شاد عظیم آبادی نے تاریخ صوبہ بہار
اور پھر مکرر ”حیات فریاد“ میں جو ایک بے بنیاد بات یہ لکھی ہے
کہ حضرت عشق کو راسخ عظیم آبادی سے تلمذ تھا۔ اس کا کوئی ثبوت
نہیں ہے۔ اور یہ امر قطعاً ناممکن بھی ہے۔ راسخ عظیم آبادی ۱۱۶۲ھ
میں پیدا ہوئے اور ان کے سن شوریٰ سے پیشتر حضرت عشق بجائے خود
کہنہ مشق صاحب دیوان صاحب تلامذہ اور مسلم الثبوت اساتذہ میں
شمار کئے جاتے تھے۔ جیسا کہ تذکرہ مصحفی و میر حسن وغیرہ اس کے شاہد
ہیں۔ لیکن اس بحث کو اب زیادہ طول دینا چنداں ضروری نہیں معلوم
ہوتا۔ مولف ”یادگار عشق“ نے راسخ کی شاگردی کے متعلق بہت
واضح طور پر ثابت کر دیا ہے کہ یہ امر قطعاً غلط اور ناممکن ہے۔ غرض
یہ ایک ایسی غلط بات ہے کہ اس کی کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی۔

بہر حال اب نمونہ کلام ملاحظہ ہو ۵

بیٹھا ہوں یار آنکھوں میں آنسو بھر گئے جوں تابداں میں شیشہ رنگین سرے ہوئے

اوروں کا جگر یار جو تیروں سے سنے ہی یہ عاشق ہاں باختہ کسوں کے لئے ہی

عرش تا فرسٹ سیر کر دیکھا تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

تجھ سے کوئی آشنا نہ ہو یا ہو پہ تجھ سب سے آشنا دیکھا

بے وفائی تری دل دیکھ کے اس وعدہ غلام عشق بازی میں پشیاں نہ ہوا تھا سو ہوا

تا جان نہ ہوئی عدو دل حکمی تو نے کہا مر تو مر گئے ہم

آگے میاں نصیب ہی سر بہر ہونہ ہو دل کی زمیں میں تخم محبت تو بو دیا

چین ہی اس دل بیتاب کا منظور نہ تھا ورنہ آنا ترا مجھ پاس تو کچھ دور نہ تھا

جب ملک اشک تمہیں بیٹھ اُگر آیا ہی تیری صورت نہیں آتی ہو نظروں میں

کہہ بعد قتل مجھ کو کس طرح چین آوے

جو حسرتیں تھیں دل میں سبوں کی توں ہیں ہیں

روز و شب تجھ سے گویا کچھ چین پھر بھی نہ ہو تو کیا کچھ

ہر بانی کو تو عیب نہیں کام تو اب پیام سے گننا

بجلی پڑے خدا کرے آئینہ ساز پر منہ دیکھ اپنا ہم سے وہ بیزار ہو گیا

جس طرف عشق باز آتے ہیں پھر او دھر سے نہ باز آتے ہیں

آنکھیں پھر اگلیں ہیں آئینہ وار کیا لکھوں انتظار کی صورت

زلف نے جسکے تئیں دکھائی شام پھر او سے دوسری نہ آئی شام

وہ دل کا تو کبھی ہم سے مٹایا نہ گیا یہ دیا وہ ہو جو دن کو بھی بھجایا نہ گیا

عشقی۔ شیخ محمد وحید الدین ابن شیخ غلام حسین مجرم تخلص متوطن
 عظیم آباد۔ فارسی انشا پردازی میں یگانہ روزگار تھے۔ مرزا غالب کے بعض
 خطوط میں بھی ان کا تذکرہ ہے۔ دس برس ضلع انانہ میں بہ عہدہ تحصیلدار ہی مو
 رہے۔ پھر ترک روزگار کر کے کچھ دنوں دھاکہ میں (جہاں ان کے والد مقیم تھے) رہ کر
 عظیم آباد واپس آئے۔ لیکن ۱۲۱۶ء میں پھر دھاکہ کی راہ لی اور ایسے گئے کہ پھر واپس
 نہ آئے وہیں انتقال کیا۔ ۱۲۲۳ء میں حیات تھے۔ اس دیار کے اکثر شعرا ان کے شاگرد
 تھے۔ اصناف سخن میں ایک یونان۔ اور مشنوی اور ایک تذکرہ شعرائے ریختہ کا یادگار
 چھوڑا۔ تذکرہ "گارسن دی تاسی" تمام تر اسی تذکرہ عشقی سے ماخوذ ہے۔
 سبیل قرار و صبر نہ وفاست یا خود بہ کجا برسم ابھی دل بے قرار خود را
 ز جفا دوست عشقی سر شکوہ ہاندارم کہ بدست او سپردم ہمہ اختیار خود را
 غریب۔ میر محمد تقی۔ نواب میر قاسم علیخان عالی جاہ کی سرکار سے منسک تھے
 ابھی مت کسی کے پیش در در انتظار آوے ہمارا دیکھے کیا حال ہو جب کہ بار آوے
 قدوسی تخلص۔ مرزا محمد علی تام عرف مرزا بھو۔ دہلی کے رہنے والے
 احمد شاہ بادشاہ کے یہاں وقائع نویسی کے عہدہ پر مامور تھے۔ فن موسیقی میں
 بھی یدِ طولی رکھتے تھے۔ غالباً احمد شاہ کے کچھول کئے جانے کے بعد یہ بھی دلی سے
 نکلے۔ کچھ دنوں مرشد آباد میں قیام رہا۔ پھر ۱۲۹۰ھ میں عظیم آباد میں آکر مستقل
 سکونت اختیار کی اور حضرت عشق کے فیض صحبت سے کامیاب علوم ظاہر و
 ۱۔ تذکرہ "نشر عشق" افغا حسین قلی خاں عاشق عظیم آبادی تلمیذ عشقی (مولفہ ۱۲۳۳ھ)
 ۲۔ تذکرہ "روز روشن" تذکرہ عشقی۔ ۳۔ گلزار ابراہیم۔ تذکرہ قدوسی۔

باطن ہو کر بقیہ عمر یاد الہی اور گوشہ عزت میں بسر کر دی سلسلہ
میں انتقال کیا۔

”تذکرہ میر حسن“ و ”گلشن بے خار“ بھی ان کے شیریں کلام اور صاحب
دل ہونے کے وصف میں رطب اللساں ہیں۔ نواب علی ابراہیم خاں نے
بھی اپنا آشنا بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ اپنے اشعار تذکرہ میں درج کرنے
کے لئے بھیجے ہیں

دیوان ان کا زبان ریختہ میں مرتب ہے۔ مگر اب بہت کم یا ب
بلکہ نایاب ہے۔ مولوی سید ضمیر الحسن صاحب رئیس موضع گیلانی مضافات
بہار کے کتب خانے میں اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔ اب ان کے
کلام کا انتخاب ملاحظہ ہو۔

دل تڑپتا ہے صبح و شام پڑا	یا الہی یہ کس سے کام پڑا
نا توانی مدد کرے اپنی	تیرے در پر رہوں مدام پڑا
کیوں کی اودھر نگاہ جو وہ بھکوا گیا	دل پہ پہونی جو پہونی تھی آنکھوں کا کیا گیا
بے خودی اور شرم سے باتوں کا کس میں ہوش تھا	
وہ اودھر خاموش تھا کل میں اودھر خاموش تھا	

ہر طرح ہم اوس کے ہیں جاں فدوی	وہ خواہ ہمیں یاد کرے خواہ فراموش
وہ ہم پہ ہر باں کبھی ہی کبھی نہیں	جینے کا اب گمان کبھی ہے کبھی نہیں

پھرتے تھے تم تو آنکھ بکلتے چھپے چھپے نکلا کہ مر رہا جانڈ جو آئے چھپے چھپے
 تری ہم نے تاثیر بس آہ دیکھی نہ آیا وہ کا فر بہت راہ دیکھی
 غلط ہو دیدہ تر سے جو ہم شہی کرے شہنم مرار و نا اگر دیکھے ابھی پانی بھر شہنم
 چل ساتھ کہ حسرت دل مروحہ سے نکلے عاشق کا جنازہ ہو ذرا دھوم نکلے
 دوسرا مصرع اکثر موقعوں پر آج تک زبان زد خاص و عام ہو

فراق - مرتضیٰ قلی خاں دلی کے قدیم اساتذہ میں ہیں۔ عہد
 محمد شاہی میں ملازم توپ خانہ تھے۔ نواب محمد علی دروی خاں بہاوت
 جنگ کے زمانے میں مرشد آباد آکر عہدہ مالی پر مستاز ہوئے۔ اوپر یہی
 سکونت اختیار کر لی۔ آخر باقی زیر کار کے محاسبہ میں گرفتار ہو کر
 عظیم آباد میں بہاراجہ شتاب رائے کی قید میں ڈالے گئے۔ ہنوز
 اس قید سے چھوٹنے نہ پائے تھے کہ قید حیات ہی سے رہائی حاصل
 ہو گئی۔ سودا کے معاملے تھے ۵

اسیروں کی قسم شکوہ صبا پر کہہ کہ گلشن میں کوئی ان ہنواؤں سے ہمیں بھی یاد کرتا ہو
 لالہ رام چند فرحت

متوطن عظیم آباد۔ محلہ عالم گنج۔ فارسی کے نہایت پر گو اور
 بالکمال شاعر تھے۔ مشہور قصہ حاتم طائی کو فارسی میں نظم کیا تھا۔ جسکی
 دو جلدیں ہیں۔ اور دونوں میں حمد و نعت کو صنعت ذوالبحرین میں

لکھ کر کہاں شاعری کا نمونہ دکھایا ہے۔ جلد اول میں حضرت شیخ سعدی شیرازی کی مدح بھی ذوالبحرین اور سہ بھری اور چہار بھری اشعار میں لکھی ہو۔ چنانچہ چہار بھری اشعار میں سے ایک شعر یہ ہے

قطرہ از جود تو جود کشیر ذرہ از خوسے تو مہر منیر

اس مثنوی کو مصنف نے ۱۱۸۸ھ میں تمام کیا تھا۔ چنانچہ خود ہی اس کی تاریخ بھی کس خوبی کے ساتھ نظم کی ہے

سال اتماش چودل از عقل خواست کرد و انگشت خم دیگر دوراست

دو انگلیاں خم کرنے سے دو آٹھ (۸۸) کی شکل پیدا ہو جاتی ہے اور دو انگلیاں سیدھی دو الف کے مانند ہیں یعنی (۱۱) جس سے ۱۱۸۸ ہوئے۔

پہلی جلد کا نام ”گنج شائراں“ اور دوسری موسوم بہ ”گنج باداد“ ہے۔ اور اس میں حاتم کے وہ قصے بھی ہیں جو موجودہ قصہ حاتم طائی یعنی ”آرایش محفل“ میں نہیں بیان کئے گئے ہیں۔ فرحت کی یہ دونوں مثنویاں اب نایاب ہیں۔ ان دونوں کے قلمی نسخے مولانا شوق نیوی مرحوم کے منشی شیخ سعادت علی مرحوم کے ہاتھ کے لکھے ہوئے۔ مولانا شوق نیوی

۱۵ ان کا تذکرہ اردو شعرا کے پوختے دور میں آگے آتا ہے۔

۱۶ منشی شیخ سعادت علی کی تاریخ پیدائش ۱۲۴۳ھ اور ”یادگار طین“ از مولانا شوق نیوی صفحہ ۳

کتاب خانے میں موجود تھے لیکن ہے کہ موضع نیچی میں اس وقت تک محفوظ ہوں۔

مرزا معز موسوی خاں فطرت

ولد مرزا فخر ابراہیم متوطن صفاباں ملک ایران۔ شہنشاہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۰۸۲ھ میں ہندوستان آئے۔ اورنگ زیب کا زمانہ تھا صوبہ عظیم آباد کی دیوانی پر مامور ہوئے۔ لیکن ناظم پٹنہ امید خاں شیش امیر الامرا شاہ خاں کے ساتھ پٹنہ پہنچے۔ دونوں کو صاحب اقتدار ہونے کا غرہ تھا۔ بالآخر بادشاہ کے حسب طلب وہلی گئے اور ۱۰۹۹ھ میں خطاب ”موسوی خاں“ سے سرفراز ہو کر ایک سال کے بعد مجموعہ ممالک دکن کی دیوانی پر ممتاز ہوئے۔ ۱۱۰۱ھ میں دکن میں انتقال کیا دیوان فارسی کا متداول ہے۔ شعرے عظیم آباد میں میر محمد ہاشم۔ مضمون وغیرہ ان کے فیض تلمذ سے بہرہ مند تھے۔ اردو میں بھی یہ شعر انہیں کی طرف منسوب ہے۔

از زلف سیاہ تو بدل دوم پری ہو بہ در گلشن آئینہ گیتا جوم پری ہو
(دھوم پڑی) (گھٹا جھوم پڑی)

اشرف علی خاں قعاں

قعاں تخلص۔ اشرف علی خاں نام۔ ابن مرزا علی خاں۔ احمد شاہ

بادشاہ کے کوہ تھے۔ حاضر جوابی اور لطیف گوئی میں طاق۔ ظرافت اور بزدلہ سنجی میں شہرہ آفاق۔ بادشاہ نے ظریف الملک کو کہ خاں کا خطاب دے رکھا تھا۔ شعر گوئی کا شوق ابتدا سے عمر سے تھا۔ فارسی میں قزلباش خاں امید سے اصلاح لی۔ اور ریختہ میں علی قلی تدیکم کے شاگرد تھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں ۵

ہر خنداب تدیکم کا شاگرد ہوا تھاں دودن کے بعد دیکھو استاد ہو گا
اس زمانے میں احمد شاہ درانی کے حملوں نے ہندوستان میں
ہلچل مچا رکھی تھی۔ دہلی میں دربار کا رنگ بیرنگ دیکھ کر یہ مرشد آباد
میں اپنے چچا ایرج خاں کے پاس چلے آئے۔ یہاں رنگ نہ جما تو
فیض آباد کا رخ کیا۔ والی اور دھرتیاب شجاع الدولہ نے اعزاز و
اکرام سے لیا۔ مگر ایک روز جوش احتلاط میں گرم پیسے سے ان کا ہاتھ
جلا ڈالا۔ یہ تازک مزاج اور دل جلے تو تھے ہی۔ جل کر عظیم آباد
چلے آئے۔ یہاں مہاراجہ شتاب^{۱۵} رائے ایک ایسا قدرداں مل گیا۔

۱۵ مہاراجہ شتاب رائے عظیم آباد کا نائب صوبہ اور مرشد آباد کا
نائب دیوان تھا۔ جس وقت شاہ عالم نے عظیم آباد کا محاصرہ کیا تھا تو
میرن کے حکم سے شتاب رائے نے ڈاکٹر قلین کی معیت میں عظیم آباد کو
بہت جوا نمر دی سے بچایا۔ اور خادم حسین حاکم پورنیہ کے لشکر کو بھی شکست دی

کہ پھر یہ عظیم آباد سے کہیں نہ گئے۔ اپنی خوش لیاقتی اور حسن
تفسیر سے اوس زمانے میں انگریز حکام سے بھی رسائی پیدا کی
اور باقی عمر خوش حالی سے بسر کر کے ۱۸۶۱ء میں یہیں انتقال
کیا اور یہیں مدفون ہوئے۔ ان کی قبر محلہ دھو پورہ میں شیر
شاہی مسجد کے صحن سے متصل اور جانب قبرستان میں موجود ہے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۳) اس کے بعد ۹ مئی ۱۸۶۵ء کو جب شجاع
الدولہ انگریزوں سے شکست کھا کر صلح پر آمادہ ہوا تو شتاب رکھا
ہی کی دسالت سے جنرل کارنک سے مراتب صلح طے پائے۔ جس کے
رو سے اودھ کا ملک شجاع الدولہ کے قبضہ میں بہ دستور باقی رہا۔ اور
میر قاسم کی حوالگی کے مطالبہ سے انگریز دست بردار ہو گئے۔ اسی صلح نامہ کو
لارڈ کلائیون نے بھی منظور کیا۔ اور اسی سال شاہ عالم نے انگریزوں کو
۲۶ لاکھ روپیے سالانہ خراج پر بنگال بہار اور آڑیہ کی
دیوانی عطا کی۔

اس کے بعد ۱۸۶۲ء میں جب نن کمار کی سازش سے ہمدردانہ
بقا دیوان و نائب ناظم گرفتار ہو کر کلکتہ بھیجے گئے تو اون کے
ساتھ شتاب رکھا بھی بہ حیثیت نائب دیوان عظیم آباد میں گرفتار
کئے گئے اور اون کے ساتھ دو برس تک بغیر ثبوت جرم و تحقیقات

قبر کے پتھر پر حکیم ابوالحسن مقتول کی کہی ہوئی یہ تاریخ انتقال کندہ ہو
 کوکہ خاں اُن بہار باغ سخن سوئے خلد برس زدنیارفت
 کرد مقتول چو فکر تار بخش گفت ہاتھ سرور دلہارفت

۱۱۸۹ھ

دیوان ریختہ مرتب تھا۔ ان کے اس شعر کو

شکوہ کرے ہو تو جو کمر اشک سرخ تیری کب استین مرے کو ہو بھر گئی
 مرزا سودا نے ایک طویل قطعہ میں نہایت خوبی سے تفسیر کیا ہے
 جس کا یہ پہلا شعر ہے

سودا لکھا قحان کو یہ خطا دس یارے جس وقت اس کے حال کی اس کو خبر گئی
 بقول نواب علی ابراہیم خاں دیوان ریختہ کے علاوہ دو مثنویاں بھی
 ان کی تصنیفات سے ہیں جن میں ایک کسی شخص کی ہجو میں ہے۔

نمونہ کلام یہ ہے

ہستی کے خرابے نظر آتے جو عدم ہرگز کوئی اس خواب سے بیدار نہ ہوتا
 اے شیخ اگر کفر سے اسلام جدا ہو تو چاہئے تسبیح میں زنا نہ ہوتا

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۴) قید میں پڑے رہے۔ شباب رائے نے انگریزی وکی
 رفاقت میں حسن خدمات انجام دی تھیں۔ بالآخر وہ یا ہوئے مگر اپنی نیکو خدمتی کے صلہ میں
 جب اس قسم کے مکار ہاتھ دیکھے تو ان کا دنیا سے دل چوٹ گیا اور زندگی سے بیزاری ہو کر
 مرزا سہال میں مبتلا ہوئے علاج میں بھی طبی تدبیروں سے کام لیا۔ اور شہداء میں اس کی نصرت ہوئی

عبث تو تڑپے ہی کچھ نفس میں غم چمن اسی تڑپ میں تو یہ بال و پر گئے اپنے
 دل بستگی نفس میں یہاں تک ہوئی مجھے گویا مرا چمن میں کہیں آشیاں نہ تھا
 کیا تو شبِ فراق میں جیتا رہا فغاں یاں تک گماں نہ تھا تیرے صبر و قرار پر
 خطیہ کیو چھپا کے ملے وہ اگر کہیں لیتا نہ میرے نام کو لئے تارہ کہیں
 میری طرف سے خاطر صیاد جمع ہو کیا اڑ سکے گا طائر بے بال و پر کہیں
 تیری گلی میں خاک بھی چھانی کہ دل ملے ایسا ہی گم ہوا کہ نہ آیا نظر کہیں
 عشاق تیری گرمی بازار کر گئے اس جنس کو گراں یہ خریدار کر گئے
 صیاد راہ باغ فراموش ہو گئی کچھ نفس سے مت مجھے آزاد کیجو

گریاں میر علی محمد - ولد میر علی اکبر - شاہ قدرت اللہ قدرت
 اور میر ضیاء الدین ضیاء - دونوں کے شاگرد تھے ۵

دیکھے تو جسے نگاہ بھر کر مر جائے اودھروہ آہ بھر کر
 مائل - میر ہدایت علی - باشندہ عظیم آباد - ایک مدت تک

ملاک دکن کی سیاحت بھی کی ہے - شہزادہ میں انتقال کیا ۵
 آتا ہو دم بدم یہی رونا یہاں مجھے پھینکا فلک نے ہائے کہاں کہاں مجھے

محترم - خواجہ محمد محترم علی خاں - برادر زادہ خواجہ محمد علی خاں
 نواب میر قاسم علی خاں کی سرکار سے منسلک تھے - حضرت شاہ

رکن الدین عشق کے سر پر آوردہ شاگردوں میں ہیں ۵

پیغام توجہوں کے آنے لگے ہیں مجھ تک شاید بہار کے دن نزدیک آن پہنچے
 مستمند۔ یار علی خاں۔ فقیہ صاحب دروہند کے شاگرد
 تھے۔ صاحب سخن شعرانے ان کو مرزا بیچو قدوسی کا شاگرد بھی لکھا
 ہے۔ کبھی کبھی مرشد آباد بھی جایا کرتے تھے ۵

دیوانہ جان کر مجھے تیرا گٹری گٹری زنجیر پاستے میں باتیں کر پی کر پی
 مسکین لالہ بختمل۔ متوطن عظیم آباد سنہ ۱۱۹۰ھ میں حیات تھے
 رستے زمین پہ جتنے بے یاد حق ہیں چہرے سے آدمی نہیں میں مانی کی مورتیں ہیں
 مشتاق۔ محمد قلی خاں۔ نواب زین الدین خاں ہیت جنگ
 صوبہ دار عظیم آباد کے رفیق و ندیم تھے۔ موسیقی میں ماہر اور پُر گو
 شاعر تھے ۵

غیروں کی وہ کہانی سننا ہر گوش دل سے جب ہو مرا فسانہ تب اوس کو جواب دے
 مضمون۔ میر محمد باشم۔ متوطن عظیم آباد۔ پہلے مشربی
 تخلص کرتے تھے۔ علامہ عبد الجلیل بلگرامی سے بھی اتحاد تھا۔ جس
 زمانہ میں مرزا معزم موسوی خاں فطرت عظیم آباد میں دیوانی کے
 عہدہ پر ممتاز تھے۔ یہ اون کے شاگرد ہوئے ۵

مشربی منت تعلیم قلاطوں نہ کشم موسوی خاں چو بد صاحب استاد مرا
 دگر ایدل مغربیم بہ قبا سے چکنی کہ بود زینت حسن جامہ عریاں بدنی

چودا غم رسد از بادہ گلگون مضمون من کہ کیفی شدہ ام از مے شیریں سخنی
منتظر۔ خواجہ بخش اللہ۔ وطن الہ آباد سنہ ۱۱۹۰ھ میں
عظیم آباد آئے۔ ایک مدت تک یہاں رہے۔ پھر اپنے وطن کو
چلے گئے ۵

مری خاک مدت اڑتی پھرے ۶ اہی کدھر دامن یار ہو گا۔
ہمارا جہ رام نرائن مورتوں

خلف دیوان رنگ لال۔ قوم کالستہ سری باستو۔ ہندوستان کی
تاریخ میں مشہور و معروف ہیں۔ نواب میر جعفر خاں ناظم بنگالہ کے
نائب اور صوبہ عظیم آباد کے فرماں روا تھے۔ نواب میر قاسم علی خاں
کے عہد میں معزول ہوئے اور گنگا میں غرق کئے گئے ۷۔ فارسی میں

۸ سفینہ خوش گو۔ تذکرہ ہمارا جہ رام نرائن مورتوں۔

۱۱۳۵ھ میں جب شاہزادہ عالی گوہر نے (جو بعد کو شاہ عالم بادشاہ ہوا) عظیم آباد
پر حملہ کیا تھا تو راجہ رام نرائن پہلے تو محمد قلی خاں کی معرفت پیام صلح دیکر شہزادے
کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر بھیڑ بگڑ کر اس نے عظیم آباد میں قلعہ بند ہو کر لڑنا شروع
کیا۔ اس اثنا میں نواب میر جعفر خاں اور میرن کرنل کلایو بہادر ثابت جنگ کی معیت
میں رام نرائن کی کمک کے لئے مرشد آباد سے روانہ ہو چکے تھے۔ یہ معلوم کر کے شہزادہ
محاصرہ اٹھا کر بنارس کی طرف کوچ کیا۔ ہنوز راہ میں تھے کہ دلی سے اپنے

شیخ علی حسنینؒ کے شاگرد تھے۔ تخلص کی رعایت اکثر شعر میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸) والد (عالمگیر ثانی) کے مارے جانے کی خبر پہنچی۔
شہزادہ نے ”شاہ عالم“ کا لقب اختیار کر کے مقام مکتولی میں اپنے جلوس سلطنت کا
اعلان فرمایا۔ اور پھر تجویز ٹھہری کہ میرن کے آنے سے پیشتر رام نرائن سے
لڑا کر قلعہ عظیم آباد فتح کر لیجئے۔ چنانچہ کامگار خاں پانچ چھ ہزار سوار لیکر
اور دلیرخاں اور اصالت خاں اپنی تمام جمیعت کے ساتھ۔ بادشاہ کے
ہمراہ روانہ ہوئے۔ اور رام نرائن کے لشکر سے دیوہا ندی کے کنارے معرکہ
کارزار گرم ہوا۔ اس لڑائی میں کامگار خاں رام نرائن کے ہاتھی سے اپنا گھوڑا ملا دیا اور
اتنے تیر اور تیزے مارے کہ اپنی دانست میں مار ڈالا۔ لیکن رام نرائن نے رنجی ہو کر ہودج
اندلیٹ کر تختوں کی آڑ میں اپنی جان بچائی۔

اس کے بعد ۱۱۴۲ھ مطابق ۱۷۲۹ء میں نواب میر قاسم علی خاں میر جعفر کو معزول کر کے مستبد
ہوئے۔ یہ رام نرائن کے مخالف تھے۔ انہوں نے پہلے تو رام نرائن کو زرخزانہ کے محاسبہ میں قید کر دیا
اور جب تھوڑے ہی دنوں میں ان کی انگریزوں کی گڑی اور نوبت بر جنگ پہنچی۔ تو نوگیر
سے بھاگتے وقت انہوں نے اپنے تمام قیدیوں کو قتل کر کے۔ رام نرائن کے گلے میں ٹکارت سے
بھر کر ٹسکا یا اور گنگا میں ڈلوادیا۔ یہ واقعہ ۱۱۴۳ھ میں گذرا۔ ۱۱۲

۱۵ شیخ علی حسنینؒ میں اصغہاں میں پیدا ہوئے۔ ۱۱۴۴ھ میں حلی
آئے اور ۱۱۴۸ھ میں بنارس میں انتقال کیا۔ ۱۱۳

رکتے تھے۔ ریختہ بھی بہت صفائی سے کہتے تھے۔

اب تو خود ہی تجالت سے ہر پانی پانی کب مقابل ہو کر دیدہ خونبار کے ساتھ

بھولی نہیں ہو محکومتوں کی ادا ہنوز دل کے نگین نقش ہو تا م خدا ہنوز

تالال۔ میر محمد وارث علی خلف میر ارزانی۔ وطن اصلی

قصبہ بہار تھا۔ ۹۵ھ میں عظیم آباد میں شیشہ گروں کے سردار تھے

اشرف علی خان فقہاں کے تلمیذ رشید اور صاحب دیوان ہیں۔

یک بیک شام کو وہ یار جو گھر سے نکلا لوگ حیران ہو یہ چاند کدھر سے نکلا

بہت تماہوں اور دم یاد کر احوال کو نظر آجائے ہوتا لال کوئی شیشہ جہاں

چین سے بیٹھنے کہیں نہ دیا محکو میری ہی بدگمانی نے

چپکے رہ جائے کچھ سچ تو رسوائی ہو بول اٹھئے تو وہ کہتا ہو کہ سودائی

دوستی تجھ سے کی کہاں کہ مجھے دشمنی ہو گئی زمانے سے

نجات۔ شیخ حسن رضا۔ احمد شاہ درانی کی چڑھائی کے

بعد یہ عظیم آباد چلے آئے۔ ایک مدت تک نواب علی ابراہیم خاں کے

عم محترم حاجی احمد علی قیامت کے جوار عاطفت میں زندگی

بسر کی۔ پھر میاں مصاف کی سرکار میں خدمات دیہی پر مامور ہوئے

اطراف سارن میں کسی دیہات میں رہتے تھے۔ زیادہ تر مرثیہ گوئی

سے شوق تھا۔ ۵

کوئی عنوان نہ دیکھا کفر و ایمان میں جدائی کا
 ہر ایک بت میں نظر آیا ہمیں جلوہ خدائی کا
 ولی - مرزا ولی - شاہ اسرار اللہ کے بھتیجے - شاہ جہاں آباد سے عظیم آباد آئے
 ۱۹۲۲ء سے پیشتر مرشد آباد چلے گئے تھے ۵

آہ کا اوس کو کچھ اثر نہ ہوا میرے اس نکل میں ٹھہر نہ ہوا
 ہمارے - میر محفوظ علی - باشندہ عظیم آباد خلف ہیبت قلی خاں حسرت تلمیذ شاہ
 قدرت اللہ قدرت ۵

آہ کی بھی نہیں رہی طاقت آہ کیونکر کراہے ہر دم
 متقدمین شعراے عظیم آباد مندرجہ تذکرہ گارسن دی ٹاسی و تذکرہ عشقی

قبل اس کے کہ طبقہ متقدمین کا پہلا دور ختم کیا جائے - اس مقام پر یہ بیان کر دینا بھی قابل
 خالی نہ ہوگا کہ ڈاکٹر اسپرنگر کی فہرست کتب خانہ اودھ اور تذکرہ گارسن دی ٹاسی سے بھول
 تذکرہ عشقی پایا جاتا ہے کہ مذکورہ مشاہیر شعرا کے علاوہ چند اور غیر معروف شعرا بھی اس زمانہ
 عظیم آباد میں موجود تھے جن کا تذکرہ فقیمہ دور اول کے عنوان سے ذیل میں علاحدہ مندرج ہے
 اور ان کے ماسوا دیگر عظیم آبادی شعرا جو گارسن دی ٹاسی و عشقی میں مندرج ہیں - اون کا
 تذکرہ دوسرے اور (بعض) تیسرے دور میں شریب حروف بھی اپنی جگہ پر آگے بیان کیا گیا ہے
 واضح ہو کہ حضرت شیخ محمد حبیب الدین عشقی عظیم آبادی ابن غلام حسین مجرم (جن کا تذکرہ
 اوپر بیان ہو چکا ہے) تقریباً ۱۲۵۰ھ میں ایک تذکرہ شعراے ہند کا مرتب کیا تھا جس میں ہند
 کے قریب ایسے شعرا ہیں جو خاص عظیم آباد کے تھے یا یہاں آکر مقیم ہو گئے تھے اور جن میں سے اکثر کے تذکرہ
 گلزار ابراہیم وغیرہ کے حوالے سے اوپر بیان کئے جا چکے ہیں -

ڈاکٹر اسپرنگر کے کیٹ لاگ سے پایا جاتا ہے کہ اس تذکرہ عشقی کا قلمی نسخہ شاہان اودھ کی
 لائبریری میں موجود تھا اور بقول گارسن دی ٹاسی ایک قلمی نسخہ مشرق - بی ایٹ کے پاس بھی تھا
 بہر حال تذکرہ عشقی میں جتنے شعرا مندرج ہیں ان سب کے نام اور ان کے حالات مع افشاء
 تحقیقات کے ڈاکٹر اسپرنگر کے کیٹ لاگ آف اودھ لائبریری (فہرست کتب خانہ شاہان اودھ)

اور تذکرہ نگار سن دی تاسی میں حوالہ عشقی کے ساتھ موجود ہیں اور راقم نے ان سے کافی فائدہ اٹھایا ہے اگرچہ اکثر شعرا کے کلاموں کا انتخاب یکتا تذکرہ سے بھی حاصل کیا گیا ہے۔
 شعر الہند جلد اول کے دیباچہ میں جو بیان کیا گیا ہے کہ ۱۱۱۵ھ میں رحمت اللہ
 عشقی عظیم آبادی نے ایک تذکرہ لکھا تھا جس میں ۴۳۹ شعراے ریختہ کا تذکرہ ہے اس کا
 کوئی ثبوت نہیں اور عشقی تخلص کے ساتھ رحمت اللہ نام کے کسی شاعر کا وجود بھی عظیم آباد
 میں نہیں پایا جاتا۔ اگرچہ وی تاسی نے اس کا زیادہ مالیف ۱۲۱۵ھ قرار دیا ہے تاہم نام کی
 غلطی کا اصل سبب مفصل بیان کر نیکی اس مقام پر گنجائش نہیں۔

تذکرہ روز روشن "مولفہ میرزا میر علی عبرتی میں (جو تقریباً ۱۲۶۱ھ میں لکھا گیا ہے)
 مذکور ہے کہ حضرت عشقی کے ایک شاگرد خواجہ حیدر جان شائق تخلص نے عبرتی موصوف سے
 (جن کا تذکرہ تیسرے دور میں ملے گا) ڈھاکہ میں بیان کیا تھا کہ حضرت عشقی مرحوم نہایت
 مستفیاضہ زندگی بسر کرتے تھے اور انتقال کے بعد ان کا دیوان وثنوی اور دیگر تصنیفات
 نظم و نثر (تذکرہ) وغیرہ ڈھاکہ میں اور کچھ بعض احباب کے پاس موجود تھیں جن کو عبرتی موصوف
 نے دیکھا بھی تھا۔ راقم کی نظر سے یہ دونوں تذکرے بھی گزرے ہیں

ضمیمہ دور اول

احتشام۔ خواجہ احتشام حسین۔ رئیس عظیم آباد ۵

دشت کو غم نہیں مجنوں کا فراموش ہونہ دیکھ لو چشم غزالاں میں سیہ پوش ہونہ

بسمل۔ سید حمید ابن بلال محمد۔ نواب میرالدولہ کے رفیق تھے ۵

بوئے گل تو تو چلی اپنی سبکداری سے ہم گراں بار اٹھیں گے بڑی دشواری سے

پیدا آئے۔ منشی بساویں نعل محمد مرزا پھر جان جاناں۔ ایک مدت تک پٹنہ میں رہے اور یہیں فوت ہوئے

مرے لخت جگر یوں آلسوں کے ساتھ جاہیں کروں پھولوں کی چھری لیکے پانی میں بہاتے ہیں

۱۱۸۸ھ میں

انتقال کیا اور محلہ باؤلی میں مدفون ہوئے۔ انکی قبر پر جو کتا بکندہ ہے اس میں مع داد و ضوان بہشت آباد عظیم آباد

سے مادہ تاریخ نکلتا ہے۔ نواب کریم قلی خان کے بیٹے تھے ان کے خاندان نے محلہ بکنا بہاری میں گونت اٹھایا ہے ۱۱۸۸ھ

جذبہ - میر منظر علی - متوطن عظیم آباد - فارسی میں صافی تخلص تھا ہے
ہو جنوں کا زور طوقاں ان دلوں میں ہوں اور میرا گریہاں ان دلوں

جعفری - مرزا حنفیہ خلف فائز علی متوطن عظیم آباد شاگرد میر محمدی رضا ہے
شب تری فرقت میں لالہ شجر کہاں آہا شمع ساں بیکشلا آئینوں میں بیک خواب تھا

جوہری - مولوی آیت اللہ بھلواوی - الی فارسی میں شورش (اور قول لادسن
دی تاسی شورش) تخلص تھا ششہ اعین انتقال کیا - تذکرہ اوپر بیان ہو چکا ہے -

حسرت - رحم علی - زیادہ حال معلوم نہیں ہے
کہاں ہو پیشہ ہی محتسب خدا سے تو ڈر مرے بغل میں چٹکتا ہے آبلہ دل کا

خادم - خادم حسین خاں ولد حاجی احمد علی قیامت - نواب علی ابراہیم خاں کے
چچیرے بھائی تھے - دوران تالیف تذکرہ عشقی ان کا انتقال ہوا ہے

یار جا پہونچے اپنی منزل کو ہم ابھی باندھتے ہیں محل کو
خواجہ - امیر اللہ خاں - متوطن عظیم آباد ہے

جو ہاتھ اوس کے بند قبا کھولتے تھے سو مشغول ہیں اب بکار گریہاں
سرخ - شیخ غلام علی ولد شیخ محمد فیض عظیم آبادی - محفل تذکرہ دوسرے دور میں تذکرہ

ریسی - محمد حسن خاں - ولد خادم حسین خاں خادم - تھانہ دلی اردو اخبار ادبیر بھی
رضواں - غلام حسین - ساکن عظیم آباد - زیادہ حال معلوم نہیں

زیر آری - سو پن نام - باشندہ عظیم آباد - شاگرد میر محمدی رضا
سالم - غلام مصطفیٰ شاگرد فدوی حضرت عشقی کے دوست انگریزی فوج میں ہوا رہے

شاہ - شاہ سعد اللہ عرف عشق علی شاہ تلمیذ میر درد - حضرت کریم اللہ سجادہ نشین
تکلیف شاہ ارزاں کے مرید تھے سارن دستیا میں قیام تھا - تذکرہ قائم میں بھی ان کا تذکرہ ہے

وابستہ ہے تجھ سے اپنی یاں زیست جب تو ہی نہیں تو پھر کہاں زیست
مشور - خواجہ عاصم خاں - خلف خواجہ محمدی خاں ہے

آرزو یہ ہے کہ اس طرح دن اور رات کٹے جتنی باقی ہے سریا عمر ترے سات کٹے
لے ان کا تذکرہ دوا اول میں مذکور ہے -

شورش - میر محمدی ولد غلام حسین - زیادہ حال معلوم نہیں
 شوق - شیو گوپال عرف کاجی ساکن عظیم آباد - تجارت اور مہاجنی کرتے تھے
 دامن کو تیرے خون نہ رہے بن بھرے ہوئے چھوٹے نہ اپنا عشق تو قاتل مرے ہوئے
 طائر کرب - شاہ طالب علی - شاگرد مرزا قدوی صاحب یوٹھ سنگھ نے انتقال کیا
 مرثوہ لے قیس تیری وادی میں ناقہ لیلی کا آج آتا ہے
 طرزی - میر امام علی متوطن ہلی مقیم عظیم آباد - شاگرد نصیر
 قمر بان - میر قربان علی عظیم آبادی ولد میر محمد قاسم شاگرد قدرت حبشیت ناظم کے ملازم
 کمال - کمال علی - متوطن مان پور ضلع کیا سکونت دیور متصل بہار - اردو و فارسی دونوں
 میں کہتے تھے - ان کی تعریف سے "کمال الحکمت" اور چار دہ درود دو کتابیں ہیں جن میں انتقال کیا
 شب ہمال میں جب روز غم کی بات چلی خود شمرغ سحر نے کیا کہ رات چلی
 گریاں - راجہ بھوانی سنگھ بہادر عرف راجہ کنور - ولد راجہ شتاب رائے شاگرد قدوی
 دل ہی نہیں ملے ہوئے کیا نشان داغ مدت ڈھونڈتا ہوں کروں کیا بیان داغ
 مجرم - شیخ غلام حسین - حضرت عشق کے والد کا نام تھا - شاہ محمد وقار (مؤلف وقایع
 مہاجنگی) سے کسب سخن کیا تھا - "دی تاسی" نے عبداللہ سرشار کا شاگرد لکھا ہے - فارسی میں تقدیر غلط
 بنوئے زخم تیغ ظالم از آب کن دریغ ظالم
 مراد مرزا مراد بخش عرف مرزا احمد ولد نام محمد خاں (دکیل منی بیگم) شاگرد راسخ میس
 کی عمر میں انتقال کیا - تذکرہ عشقی میں ایک اور مراد کو بھی لکھا ہے جو محمد شاہ کے عہد میں تھے
 جاں بلب ہوں میں خاروں کو اوباتی ہو بہار وقت ہی ساقی اگر جام میں مہیا کیجئے
 ہر عشق و عقل سے ہر دم مجاہد دل کا کشاکشی میں پڑا ہے معاملہ دل کا
 مست - علی خاں - اصالت خاں ثابت کے بھتیجے - عشق کے شاگرد تھے - پورنیر میں قیام تھا
 زندہ بانگوں میں گنا جانہ ٹیڑھوں میں یہ کیوں خاد جلی تمہیں رہتی ہو سدا مست کے ساتھ
 مضطر - ان کا نام معلوم نہ ہوا - بعضوں نے طالب کا شاگرد لکھا ہے
 جب سے اوس شوخ کا عاشق میں ہوا ہوں غطر ہر کوئی دیکھ رہے ہی مری رسوائی کو

نقد۔ ہر علی خاں دہلوی۔ مقیم عظیم آباد۔ ان کا کلام دستیاب نہ ہوا۔
 نواز۔ علی نواز خاں۔ عرف مرزا آمد۔ نواب عودۃ الملک کے یہاں ملازم تھے۔
 بہار آئی سنی اڑتی خبر سی۔ جن میں آج ہے بیل کی برسی
 نیاز و نیازی۔ میر فضل علی لکھنوی۔ یہ میر جان اور بہادر خاں نیازی بھی کہلاتے تھے۔
 عظیم آباد میں قیام تھا اور یہیں انتقال کیا بقول ڈاکٹر اسپرنگر (صفحہ ۶۳۵) میر محمد سلیم
 عرف راجہ کامگار خاں کے بھتیجے تھے جو شش اور حجر مے تلمذ تھا۔ تذکرہ "سراپا سخن" میں
 ان کا تخلص "تارکھا" ہے جو دوسرے دور کی فہرست میں مع نمونہ کلام مندرج ہے۔
 یوسف۔ میر یوسف علی خاں کوٹوال۔ اصالت خاں ثابت کے بھانجے تھے۔
 نہیں ہے غیر کے قصہ سے کچھ ہم کو خبر یوسف۔ زبان پر رات دن اوس و رکافسانہ رہتا ہے

دور دوم

طبقہ متقدمین ۱۲۰۱ھ سے ۱۲۵۰ھ تک
 بہ ترتیب حروف تہجی

اشکی۔ سید شاہ وارث علی۔ خلف شاہ کلب علی متوطن عظیم آباد محلہ دھولپور۔
 شیخ وجہ الدین عشقی کے شاگرد تھے بیشتر فارسی میں لکھتے تھے۔
 اشکی فراق یار کا پھیرا تھا ہم نے ذکر۔ تو نے تو رو کے اشک کا دریا بہا دیا
 آشنا۔ شاہ ابوتراب خلف الصدوق سید شاہ نعمت اللہ مشائخ قصبہ پوری میں تھے
 نامحاور دست جوڑوں کو تاناہ نیست۔ بار بار چاک گریباں دو ختم
 آگاہ۔ نور خاں تلمیذ شاہ واقف دہلوی نواب کریم قلی خاں کے یہاں قصہ خوان تھے۔
 عبادت گاہ ہے محراب کعبہ مسلمان کی۔ ہمدی سجدہ گاہ محراب ہے اپنے گریباں کی
 حضرت شاد مرحوم کے استاد شاہ الفت حسین فریاد (جن کا تذکرہ تیسرے دور میں آئے مذکور ہے)
 حضرت اشکی کے بھانجے اور شاگرد بھی تھے اور اشکی کو عشقی سے تلمذ تھا (ڈاکٹر اسپرنگر صفحہ ۲۰۵)
 کارسن دی تاسی تذکرہ اشکی بہ حوا (تذکرہ عشقی)

آلفت۔ منشی نعل سین۔ باشندہ عظیم آباد۔ قوم کالستہ تلمیذ جرات دہلوی سے
 ہر قدم پر بیان تک لگنے میں ہوسونا رہے ہیں۔ کیونکہ گھر جانے لگے شام و سحر دو چار کے
 آلفتی۔ راجہ پیارے لال ولد رائے سلکھن جی قوم کالستہ مالک متوطن سکندریہ مقل
 اکبر آباد۔ فارسی انشا پردازی میں مشہور رہے۔ ایک مدت تک دہلی میں اکبر شاہ ثانی کے منشی
 رہے۔ بالآخر ترک روزگار کر کے عظیم آباد چلے آئے ۱۲۵۲ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے خانی کچھ
 میں کئی ہزار کتابیں تھیں۔ علاوہ مثنوی نیز گتھ "دینا بازار" فارسی میں دیوان مرتب ہے۔
 خاکساری سے مثال کفش پا جس جگہ بیٹھے وہیں کے ہو گئے۔
 امامی۔ میر امامی۔ خلف میر افتخار علی بلگرامی ذرہ تخلص۔ متوطن کوئٹہ
 ضلع آره۔ ماہ محرم ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۷۲ھ میں انتقال کیا۔ انکی تصانیف سے
 ایک مثنوی "شورش عشق" جس کا سال تصنیف ۱۲۳۵ھ سے ۱۲۹۵ھ میں چھپ گئی تھی۔ اور
 ایک دوسری مثنوی "ثمر مراد" ۱۲۴۸ھ کی لکھی ہوئی "اوریشیل پہلک لائبریری پٹنہ" کے
 کتب خانہ میں موجود ہے جس کا یہ پہلا شعر ہے۔

لوا یم خامہ و الفاظ لشکر بہ میداں آدم اللہ اکبر
 امن۔ میر امن دلی سے نکل کر عظیم آباد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ پھر یہاں
 ۱۸۵۱ء میں کلکتہ گئے۔ وہاں مشہور شرق ڈاکٹر گلکرسٹ نے ان کو چار درویش کے قصہ کا
 اردو ترجمہ کر کے پر مامور کیا اسکے علاوہ کتاب "کنج خوبی" کی تالیف اور عیار دانش کا اردو
 ترجمہ "خرد افروز" کے نام سے انہوں نے کیا ہے انکی نثر دلی کی قدیم ہامادہ اردو کا بہترین نمونہ ہے
 مرتب ہوا جبکہ باغ و بہار تھے سن بارہ سو ستترہ در شمار (الحز)
 امین۔ نواب مرزا عیندھو الخطاب بہ نواب امین الدولہ معین الملک ناصر جنگ بہادر
 وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ کے بیٹے تھے۔ بقول مولف آب حیات دہلی میں اپنے مکان پر
 ۱۸۵۱ء اردو زبان کی تاریخ میں سطر جان گلکرسٹ بھی ایک خاص ہمت رکھتے ہیں اردو نثر نویسی کو فروغ دینے کا
 سب سے پہلے شخص یہی ہیں۔ انکے ماتحت سرکار اپنی بہادر کی ملازمت میں ہندوستان بہتر اہل قلم تصنیف تالیف کی خدمت پر
 مامور تھے خود ڈاکٹر گلکرسٹ نے بھی شہداء میں اردو کا ایک لغت تصنیف کیا تھا۔

بڑے تزک احتشام سے مشاعے کیا کرتے۔ نواب آصف الدولہ کے عہد میں عظیم آباد کے قیام پر مجبور کئے گئے
 شاید کہ سیل اشک نے اسکو بہا دیا سینے میں اب تو خاک نہ پایا سراغ دل
 کل جو ہم نے بیچہ کے ساتھ سیر ویر کی لڑکھڑایا تھا ہی یا لیکن خدا نے خیر کی
 یاس و غم و آرزو جمع یہ سب چیز ہے بل بے سمانی تیری دل بھی عجب چیز ہے
 برکت۔ شیخ برکت اللہ متوطن عظیم آباد۔ اس یار کے بعض شعرا ان کے شاگرد تھے
 ہے ترے سوا کون مرا پوچھنے والا ہاں تجھکو سلامت رکھے اللہ تعالیٰ

بیتاب۔ سنو کہ رائے پاشندہ عظیم آباد سے

خدا کسی کو گرفتار زلف کا نہ کرے تعذیب میں کسی کا قر کے یہ بلانہ کرے

بیتاب۔ سید کلب علی ابن شاہ فیض علی متوطن عظیم آباد محلہ دھوپور انکو کیا گری کا بھی شوق تھا

جلوہ گر ہے داغ اپنے یوں ل مایوس میں ہو فروزاں شمع جیسے پردہ فانوس میں

میر آ۔ خواجہ کاظم خاں متوطن عظیم آباد تلمیذ مرزا فدوی خواجہ محمدی خاں

پوتے اور خواجہ عاصم خاں شہور کے بھتیجے تھے سرکار کھنٹی بہادر میں تحصیل داری کے عہدہ پر فائز تھے

گل چیں خیر تو ہونے دے اوس گلزار کو پھر آکے ہم سلام کریں گے بہار کو

تمتھا۔ مرزا علی رضا۔ شاگرد خوشش عظیم آبادی سے

آرام۔ مجھے عشق میں شوار نہ ہوتا پہلو میں اگر یہ دل بیمار نہ ہوتا

تمتھا۔ شاہ محمد علی عرفی محمد وحید دہلوی مقیم عظیم آباد۔ شاگرد علی نقی محشر دہلوی سے

دست جنوں سے ٹکرے کرنا اسے بجا تھا کیوں پیر میں ہمارے تاقی گلے پڑا تھا

ثابت۔ اصالت قاں۔ متوطن عظیم آباد۔ شاگرد مرزا فدوی سے

ش۔ ید بیضا سے ماہ کو باہم اوس کے وقت سلام میں دیکھا

شروٹ۔ مفتی غلام محمد و مخلف مولوی جمال الدین بھلواروی شاگرد مولوی آیت اللہ شہر

ابتدا میں مغلوک الحال تھے بالآخر کسی مقدمہ متروکہ کی بدولت انکو چالیس ہزار روپے رقم دینی سے ملے

آستین جو ہو گئی دریا ہو اماں اشک سے چشم یہ مجھ کو نہ تھی اسے چشم گریاں اشک سے

تمتھا۔ میر شمس الدین۔ متوطن کسیر مقیم عظیم آباد شاگرد مشتاق سے

چمن ہر خندہ گل ہے وینا ہے اور تو ہے فغاں ہر تالہ ہے قریا ہے تازی ہر او میں ہو

جمال۔ شاہ جمال حسین ابن حیدر علی رتنوی متوطن عظیم آباد ۱۲۲۹ھ میں انتقال

کیا۔ ان کی قبر ڈھائی کنگرہ کی مسجد کے سامنے واقع ہے۔ کتابہ پر قطعہ تاریخ کندہ ہے۔ سال وفات اس مصرع سے نکلتا ہے ع جان شیریں پو صل یار سپرد ۵

پہلے تو مدتوں ادوسی در کا قیقر تھا سنتے ہیں اب جمال نے بھی دل ہٹالیا

جنوں۔ شاہ غلام مرتضیٰ ساکن شہسرام ضلع شاہ آباد شاگرد برکت حیدر یون

شری شمس کے ساقیہ سیاہ مست جنوں ہوا کہے دو آتش طاق پر جو دھری تھی یوں ہی مری

حسن۔ سید شاہ غلام حسن خلف شاہ امیر اللہ ابن سید شاہ خیر اللہ متوطن

قصبہ بیتیو ضلع عظیم آباد۔ سلسلہ نسب حضرت اشرف جہانگیر قدس سرہ سے ملتا ہے حاجی مزار

قصبہ کھوجہ ملک اودھ میں ہے حضرت شاہ محمد منعم قدس سرہ سے بیعت خلافت بھی حاصل تھی۔

۱۲۵۰ھ میں انتقال کیا۔ مثنوی "کارستان عشق" اور اصناف سخن میں ایک ضخیم کلیات جو

تقریباً بارہ ہزار ابیات پر مشتمل ہے یادگار چھوڑا ۵

جلو کا حسن اندر دل خود دیدہ است زندگانی را بسر و خود پرستی میکند

حکیم۔ حکیم احمد حسین عرف لکی سوداگر عظیم آبادی خلف شیخ فیض بخش تلمیذ راسخ ۵

کچھ آج اُجھتی ہو اسے مری زنجیر کیا آئی ہوا کا کل پیچاں سے اُلجھ کر

حیدر می۔ حکیم غلام علی عرف شیخ جما۔ حسین آباد (شیخوڑہ) میں

طبابت کرتے تھے۔ شاگرد مجرم و وفا بقول "دی تاسی" اردو شاعری میں اس کی بابت

بہم کہیں وہم میں نہیں اوس کے لوگ کیا کیا گمان کرتے ہیں

خلاق۔ مولانا صدیق حسین خلف قاضی عبید اللہ مولانا ملا میں اللہ امین کے نواسے تھے

مولد وطن موضع نگر تہسہ ضلع عظیم آباد۔ ایک سالہ دستور القواعد فارسی مطبوعہ اور ایک یوان قلمی یادگار

چھوڑا ہے ۱۲۶۹ھ میں انتقال کیا مولوی علیم الدین صاحب سلم الافلاک (متوفی ۱۳۳۸ھ) ان کے بیٹے تھے ۵

کشتی و سوختی وز دی خاک من بہ یاد خود گویاں پر شش روز حساب چیت

موت سفید گشتہ و خلاق قافلی صبح از اقی دمید و گروقت خواب چیت

راجہ - راجہ بہادر - خلف بہا راجہ شباب رائے نائب
 دیوان نظامت بنگالہ - شاگرد اشرف علی خاں فغان
 یہ زخم دل بہائے مرہم تلک نہ پہونچے ہم اون تلک نہ پہونچے وہ ہم تلک نہ پہونچے

شیخ غلام علی راسخ

راسخ - تخلص - شیخ غلام علی نام - وہ نامور بزرگ ہیں جو ہندوستان کی
 دنیاۓ شاعری میں ثانی میر تقی میر تسلیم کئے گئے۔

متاخرین تذکرہ نویسوں نے موضع سائین کو - جو عظیم آباد سے
 دس کوس کے فاصلے پر ایک دیہات ہے - ان کا مولد وطن قرار دیا
 ہے - ۱۱۶۲ھ میں کسی غیر مشہور خاندان میں پیدا ہوئے۔

ایام شباب سے یعنی تقریباً ۱۱۸۲ھ سے ۱۲۲۲ھ تک یہ
 عظیم آباد میں بہت کم رہے۔ اور اس زمانے میں یہاں ان کو لوگ
 بہت کم جانتے تھے۔ تذکرہ "گلزار ابراہیم" میں جس کو نواب علی ابراہیم
 خاں خلیل عظیم آدی نے ۱۱۸۳ھ سے لکھنا شروع کیا تھا اور ۱۱۹۶ھ
 میں تمام کیا۔ راسخ کے ایسے خوش گو شاعر کا کوئی تذکرہ اور
 کوئی ایک شعر بھی موجود نہیں۔ پھر اس کے بعد ۱۲۱۵ھ تک

۱۵ تذکرہ "گل رعنا" مولفہ مولانا عبدالحی مرحوم ۱۲۱۵ھ

رسالہ "نوائے وطن" میں حضرت شاد مرحوم نے راسخ کو
مرزا شہر (تمیز تحشوق) کا شاگرد بیان کیا ہے۔ لیکن اس کا کوئی
ثبوت نہیں ہے۔

مطبوعہ کلیات راسخ میں شروع میں نو دس قصیدے اور
چند قطعات ہیں۔ جن میں چند قصیدے نواب آصف الدولہ اور
غازی الدین حیدر کی تعریف میں بھی ہیں جب وہ نواب وزیر تھے۔
قصیدے کے یہ مرد میدان نہ تھے۔ یہ قصاید غالباً قیام لکھنؤ کے
زمانے میں کہے گئے ہیں۔ ورنہ عام طور پر ان کا دامن درباری
تعلقات سے کبھی آلودہ نہیں ہوا۔ قصاید کے بعد غزلوں کا دیوان
ہے جو ان کے کلام کا اصلی جوہر ہے۔ ابتداء میں مضامین سے ان کا
کلام بالکل پاک ہے۔ کنگھی چوٹی۔ بوس و کنار اور ضلع جگت کے
بجڑے زیورات کی ان کے عروس کلام میں کہیں جھلک بھی دکھائی
نہیں دیتی۔ ان کے کلام میں سوز و گداز کے ساتھ نقیصہ کا رنگ
بہت نمایاں ہے۔ اور فلسفیانہ رنگ بھی اکثر پایا جاتا ہے۔ ثقاہت
متانت معنی میں یہ اپنے استاد میسر سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں اور
عشق حقیقی کے پاک جذبات کے بیان میں یہ اون سے آگے ہیں۔
راسخ نہ صرف سرفراز شعرائے بہار ہیں۔ بلکہ اقلیم سخن میں تیسرے درجہ

کی طرح تمام ہندوستان کے لئے مایہ افتخار ہیں۔

غزلوں کے علاوہ آخر میں قابل دید پندرہ مختلف ثنویاں تقریباً ڈھائی سو صفحوں پر ختم ہوئی ہیں۔

بقول مولانا حسرت موہانی۔ ان سب ثنویوں کا انداز میر کی ثنویوں سے اس قدر ملتا جلتا ہے کہ دونوں میں تمیز بھی مشکل سے ہو سکتی ہے۔ اب نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

بے مدعا ہوں یہ بھی ہر ایک مدعا دل اس قید مدعا سے نہ کوئی رہا ہوا
ضبط گریہ تو ہر پرل پہ جو ایک چوٹا سی قطرے آنسو کی ٹپک پڑتے ہیں دو چار ہونہ
آزمائے وہ ہیں رتبہ کہاں یہ اپنا امتحاں کے نہیں ہم آہ سزاوار ہونہ
نہیں ہوشن الوں پہ کچھ حسد مجھے رشک ہے تو انہوں پہ ہے

جنہیں ترے جلوہ کے سامنے مری طرح بے خبری رہی
تا خواب مرگ ذکر تھا ان کا زبان پر غیندا گئی ہمیں تو اسی داستان پر
اپنا بھی ماجراے دل ایک مرثیہ سا ہو بے اختیار روتے ہیں لوگ اس بیان پر
ایک بار دل ہوا دو عالم سے اٹھ گیا بیٹھے ہیں آن کر جو ترے آستان پر
راستخ یہ کیا ہو عشق کو بدنام مت کرو عاشق ہوا و مرتے ہو نام و نشان
اور جان محکم کی بیاں کیا ہو حقیقت عکس آئینہ میں جس کا نمودار نہ ہو

۱۵ رسالہ اردو کے معنی۔ بابت مئی ۱۹۷۷ء

کستور بوقلموں جلوہ ہی محبوب اپنا کوئی بھی اوس کی تجلی نہیں تکرار کے ساتھ
 محتاج سیاحت کا نہیں عارف کامل دریا کے تئیں آپ ہی میں سیر و سفر
 دل کے آگے کیوں بڑھا تو اے طلبگار وصال پھر اودھ ہی جا وہی گھر جلوہ گاہ تھا
 ظلمت سر آدھر کے جو ہیں فروغ بخش اغلب یہ ہو کہ شب کو چراغ اون کے گھر نہ ہو
 ہر عزم ترک ہستی وجہ دوام ہستی جیتے ہی جی فنا ہو کر سرتبا کی خواہش
 میری متاع عجز بھی کی ناپسند ہے بولے کہ اس متاع پہ تجکو غور رہتا
 پردہ کب آسان ہو دل رہا سے اٹھ گیا تب اٹھاواں پردہ جب میں میاں اٹھ گیا
 مدعا عالم سے اپنا ہی فقط دیدار تھا وید کو اپنے یہ آئینہ اوسے درکار تھا
 طاعت کا بدل چاہتے تھیں راسخ؟ تم مزد کے خواہندہ ہو مزدور ہو صاحب
 طالبان یا کی منزل تو غیر از دل نہیں کعبہ کہتے ہیں جسے سوراہ ہو منزل نہیں
 سلیمان - سلیمان خاں - متوطن دہلی - مقیم عظیم آباد -
 اشرف علی خاں فقہاں کے شاگرد تھے
 نظر آئی خابندی مجھے کس گل کے ہاتھوں کی کہ اشک رخ سے کاسہ ہوا عمور آکھو کا
 ضمیر - کنور ہیرالال - خلف الرشید راجہ پیار سے لال
 الفتی - مولد و مسکن شہر عظیم آباد - درسیات فارسی و عربی میں
 فارغ التحصیل - علم ہیت و ہندسہ و اقلیدس وغیرہ میں بھی دخل
 تھا - چند سال محکمہ پور و کشتروافیوں میں سر مشہد داری کے عہدہ پر

ممتاز رہے۔ بطور تقنین طبع غزل گوئی کا بھی شوق تھا۔ ۱۲۵۹ھ میں انتقال کیا۔

از سینہ سوزاں بہ فلک نالہ فرستیم وز دیدہ گریاں بہ زمین نالہ فرستیم
تائیک نشانش دہد از صورت عالم نامہ نویسیم و گل لالہ فرستیم

طپش۔ مرزا جان۔ متوطن دہلی۔ حسب الطلب نواب
گورنر جنرل کلکتہ آئے تھے۔ بعد مراجعت عظیم آباد میں آکر مقیم ہوئے

اور یہیں سے راہی ملک عدم ہوئے۔ صاحب دیوان تھے۔
باغ عالم میں اوش شمع نے پائیں آنکھیں پوچھو ز گیس کہ ایسی نظر آئیں آنکھیں

عاجز۔ میر غلام حیدر۔ متوطن دہلی۔ مقیم عظیم آباد۔

شاہ قدرت اللہ قدرت کے شاگرد تھے۔

سوزش داغ کی میرے جو خبر گرم ہوئی ہر سر کوٹے ہوئے مارے جلن کے نکلا
عاشقی۔ آغا حسین قلی خاں۔ خلف آغا علی خاں قاجار۔

وطن اصلی خراسان تھا۔ عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ سکندر آباد میں
تحصیل داری کے عہدہ پر مامور تھے۔ تذکرہ ”نشر عشق“ جس میں چودہ سو

شعراے ایران و ہندوستان کا تذکرہ ہے۔ انہیں کی تالیف سے ہے۔ مولانا
وجیہ الدین عشقی کے شاگرد تھے۔

جس کے میں پوچھوں ہوں مرزا عشق کیا رو رو کے یہ کہتا ہے کہ کچھ کہ نہیں سکتا
عسکری۔ سید محمد عسکری۔ خلف سید خورشید علی خورشید بلگرامی

تمام عمر آزادانہ بسر کی۔ آخر عمر میں پچیس تیس برس آردہ میں مقیم رہے
مولوی ابو علی یاس آردی سے بہت ربط و خلوص تھا۔ ان کی
تصنیفات سے ایک نشرہ یعنی ارباب نثر کا تذکرہ موسوم بہ "صحائف
شریف"۔ اور ایک انشا موسوم بہ "مطلوب الطالبین" اور ایک رسالہ
مصطلحات فارسی میں موسوم بہ "مستند الشعر" اور ایک دیوان فارسی
مشتمل بر اصناف سخن موجود ہے۔ نمونہ کلام ۷

یک رہ بہ مزار من ازلطف بفرمائی سر بہ کند از پایت اعجاز میخائی
یک نیم صفا ہے رازِ نصرت بہ تماشا دہ لے بردخ تو حیراں صد چشم تماشا دہ
ہر کس ز دیدارت بے ہوش نمی گردد دائم کہ ز چشم او ورا کل شدہ بینائی
غالبؔ ۔ مرزا امان علی تھاں ۔ وطن عظیم آباد ۔ اردو قصہ حضرت
امیر حمزہ انہیں کی تالیف سے ہے۔ مرزا قتیل کے شاگرد تھے۔ شعر فارسی
بھی کہتے تھے۔ پہلے ہندو تھے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مدت تک
ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر ممتاز رہے۔ آخر عمر میں کلکتہ میں سکونت اختیار
کر لی تھی۔ ۷

تنگے نعل و گہرا شک دل افکاروں کے دیدہ زار خزانے ہوئے فواروں کے
سلطنت کے ہو کہیں غالبؔ میسر ہو اگر آستان سرور عالم کی درباری بجھے
فرحت ۔ خواجہ فیض اللہ معروف بہ شاہ غلام محمد دم عظیم آبادی

سلسلہ ابوالعلائیہ سے منسلک تھے۔ اور مؤلف تذکرہ "آفتاب عالمیاب" کے زمانہ تک حیات تھے۔ راجع عظیم آبادی سے تلمذ تھا۔
 درساغری پر بادہ و دردیدہ پڑھا ہر جا اثر نرگس جادوئے توہم
 کل چمن میں ہری شکوے بھرائیں آنکھیں یاد نرگس نے مجھے اون کی دلائیں نکلیں

شاہ محمد ابوالحسن فرد

معروف بہ فرد الاولیا و خلف و جانشین حضرت شاہ محمد نعمت اللہ ولی۔ سجادہ نشین پھلواڑی۔ ۹۱ھ میں پھلواڑی میں پیدا ہوئے جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے۔ فقہ۔ تفسیر۔ طب۔ اصول حدیث۔ معقول۔ فلسفہ۔ ریاضی۔ ہیئت و ہندسہ سب میں اعلیٰ دستگاہ حاصل کی تھی۔ ابتدا میں اپنی غزلیں اپنے چچا زاد بھائی مولوی شاہ محمد نور الحق طپال کو دکھاتے تھے۔ دو دیوان غنیم فارسی آپ کی یادگار سے مطبوعہ ہیں۔ ۱۲۴۲ھ میں انتقال کیا۔

نگاہ مست تیری کس قدر خونریز عالم ہو
 عشق نے رسوا کیا یہاں تک مجھے نام سے میرے حیا کو تنگ ہو

فرقتی۔ سید علی بخش عرف سید امیر جان خلف سید کریم بخش مولد دہلی۔ بارہ برس کے سن سے اپنے پدر پڑ گوار کے ہمراہ عظیم آباد میں

اگر اقامت اختیار کی۔ ابتدا میں میر محمد مہدی تعلشی سے استفادہ
 سخن کیا۔ آخر میں ناظر وزیر علی شہر قی کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہوئے
 تازہ پامال خرام تہدوش تو ام من خراب جلوہ سرو قبا پوش تو ام
 کیا پوچھے ہو ہم نفسو ما جراسے دل کا نسا سا کچھ شکتا ہی پہلو میں جانے دل
فیض۔ نواب جعفر حسن خان۔ خلف نواب محمد علی خاں
 رئیس عظیم آباد۔ شاگرد مصحفی۔ خط نستعلیق و شفیعیات میں بھی اچھی مہارت
 رکھتے تھے۔ ۷

فیض اب اوس کو مذمت ہو نمک پاشی سے تیرے زخموں نے عبث اوس پر شکر خیز کیا
 رشتہ تبسح اپنا ہو گیا تار نفس ذکر ہو موقوف تیرا گریہ دم بھر ٹوٹا
 مے پینے کی ہمت تو دے سکتا نہیں لیکن آنکھوں میں گلابی سا ڈورا نظر آتا ہو
قصیر امیر اللہ۔ باشندہ عظیم آباد۔ تحصیل علم کے لئے لکھنؤ
 گئے تھے اور فن شاعری میں ناقار ملکین سے تلمذ اختیار کیا ۷
 رفتی عنمت لے لگا رہا باقی ست داغ تو بیاد نگار باقی ست
 آفسوس کہ دست کوشش ما از کار گذشت و کار باقی ست
کشتہ۔ مرزا محمد علی۔ متوطن عظیم آباد۔ تجارت پیشہ
 تذکرہ "آفتاب عالم تاب" کی تالیف کے زمانہ میں ان کی عمر
 پچاس سال کی تھی ۷

یشود رنگیں زخون غنچہ دامان نسیم چوں نگیرد نالہ بلبلی گریبان نسیم
 لطف۔ مرزا علی ولد کاظم بیگ قان ہجری تخلص۔ متوطن
 استرآباد۔ والدان کے ۱۵۴ھ میں نادر شاہ کے ساتھ ہندوستان
 آئے۔ بقول مولف تذکرہ ”سخن شعرا“ مرزا علی لطف نے عظیم آباد
 کے اطراف میں سکونت اختیار کی تھی۔ کچھ دنوں دکن میں نواب اعظم الامرا
 ارسلو جاہ کے یہاں ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار پر ملازم رہے۔ کچھ دنوں
 لکھنؤ اور مرشدآباد میں بھی رہے۔ صاحب ”گلشن بے خارا“ نے ان کو
 شاگرد میر تقی میر اور صاحب ”سخن شعرا“ نے شاگرد مرزا یحییٰ سودا
 لکھا ہے۔ مگر ان دونوں باتوں میں کسی کا ثبوت نہیں پایا جاتا۔

ان کا تذکرہ ”گلشن ہند“ جو زیادہ تر ”تذکرہ گلزار ابراہیم“
 سے ماخوذ ہے ۱۲۱۵ھ میں مرتب ہوا۔ اور ریختہ کی قدیم نشر کا نمونہ
 ہے۔ ریختہ میں اس کے پیشتر کوئی تذکرہ سوائے تذکرہ مشور ش
 عظیم آبادی کے لکھا نہیں گیا تھا۔ ۵

دیکھ کل بغض مری روئے لگا کہنے طیب کبھی میں نے تو یہ آثار نہ دیکھا نہ سنا
 نہ پہونچی ضعف کلب تک دعا و گریہ سدا در قبول تو اس آرزو میں باز رہا
 ہو گئی زنجیر یا اپنی وہ زلف پر شکن ورنہ دل تجھ سے کو دیتا کیا کوئی دیوانہ
 ساقی لگا دے خم مرے ہمت سے کہ با بار احسان کن کھینچے سبواور ایام کا

خاموشی ہماری کے تئیں سحری جانو گوہم کو لگائینے کا ڈھب کچھ نہیں معلوم

مجنوں۔ باشندہ عظیم آباد۔ ان کا نام اور کچھ حال

معلوم نہ ہوا۔ میر ضیا کے شاگرد تھے ۵

دن میں سو سو بار اس کے روبرو جانا مجھے اس میں سودائی کہے یا کوئی دیوانہ مجھے

محذروں۔ میرزا مر جان محمدی۔ خلف سید محمد نصیر رنج

دہلوی۔ ریاضی میں کمال رکھتے تھے۔ عظیم آباد میں انتقال کیا اور

دہلی میں مدفون ہوئے ۵

نہ تو نامہ ہر نہ پیغام ربانی قاصد جیف محذروں مجھے یارانِ وطن بھول گئے

محذروں۔ حکیم ابوالحسن۔ باشندہ عظیم آباد شاگرد

راستخ۔ ۱۲۸۵ھ کے قریب انتقال کیا۔ ۵

اشیاں اپنا ڈھالے پاؤں ورنہ عندلیب خذہ گل ایک دن برق چمن ہو جائیگا

ہم جو جہاں بھی کچھ اوک تو اوہیں گے چاہیں ماسوائے نہیں کچھ کام طلبگاروں کو

محسن۔ خواجہ محمد حسن قلف خواجہ آفتاب احراری

نقشبندی۔ رئیس عظیم آباد۔ شاگرد راستخ عظیم آبادی ۵

داؤد مرگاس تیرے مہنتہ نور و گامی صوت غریب گرچہ کر یہ تن ہو جائیگا

نور ہر دیر بھی ایک نظر دیکھ چکے پاس غیار یہاں ہو تو اوہر دیکھ چکے

مفتشا۔ مرزا احمد۔ یہ مفتشا احمد شاہ کے داماد تھے۔

عظیم آباد میں آکر اقامت اختیار کی۔ بقول مولف "حیات فریاد" ان کو
ایک تبتا یہ تھا کہ اپنے کو حضرت ہدی آخر الزماں کا نائب کہتے تھے۔
اور اس دعویٰ کی دلیل میں سنگیا اور دیگر زہر چپا کر کھا جاتے تھے
اور زہر کے بعد چپا کر فاذر ہر بھاناک لیتے تھے واللہ اعلم بالصواب ۵
پینکٹ چاہو جہاں قبر میں ابھرنالیا وہ جنازہ ہی نہ دیکھیں تو مرا مرنالیا
منتصف۔ منتصف علی خاں۔ باشندہ عظیم آباد۔ قوم افغان

شاگرد نظام خاں معجز ۵

خیاں جاگتا کیونکہ میر کیسے سے جدا ہوا ہی کہیں نقش بھی نگیں سے
مہدوی۔ نواب مہدی علی خاں۔ خلف نواب جعفر حسن

خاں فیض رئیس عظیم آباد۔ شاگرد راسخ عظیم آبادی ۵
جب شگفتہ لائے خونیں کفن ہو جائے گا بے ستوں پر تازہ خوں کو بہن ہو جائے گا
ہو محیط اس مرتبہ تک فیض اوسکی نور کا ہر شہر ہو سنگ میں ہمسر چراغ طور کا
نثار۔ میر افضل علی۔ باشندہ عظیم آباد ۵

یہی خوف رہتا ہے بسمل کے دل میں ترحم نہ آجائے قاتل کے دل میں
لے صبا جا کے تو اتنی تو خبر کر کہ نثار آستانے پر کھڑا ہی تیرے سر ہاتھ میں ہے
وحید۔ سید شاہ امیر الدین ابن حضرت سید شاہ ولی اللہ سجادہ نشین
حضرت مخدوم الملک۔ بہار شریف۔ سلسلہ عربین پیدا ہوئے

عظیم آباد میں آکر اقامت اختیار کی۔ بقول مولف "حیات فریاد" ان کو
ایک خطا یہ تھا کہ اپنے کو حضرت مہدی آخر الزماں کا نائب کہتے تھے۔
اور اس دعویٰ کی دلیل میں سنکھیا اور دیگر زہر چھپا کر کھا جاتے تھے
اور زہر کے بعد چھپا کر قاذور زہر بھاناک لیتے تھے واللہ اعلم بالصواب ۵
پینٹکٹ چابو جہاں قبر میں ابھرنے لگا وہ جنازہ ہی نہ دیکھیں تو مرنا لگا
منصف۔ منصف علی خاں۔ باشندہ عظیم آباد۔ قوم افغان

شاگرد نظام خاں معجز ۵

خیال جاگتا کیونکہ میر کی سیٹھ سے جدا ہوا ہر کہیں نقش بھی نگیٹے سے
مہدوی۔ نواب مہدی علی خاں۔ خلف نواب جعفر حسن

خاں فیض رئیس عظیم آباد۔ شاگرد راسخ عظیم آبادی ۵

جب شگفتہ لائے خونیں کفن ہو جائے گا بے ستوں پر تازہ خوں کو بہن ہو جائے گا
ہو محیط اس مرتبہ تک فیض اوس کی نور کا ہر شریو سنگ میں ہمسر چراغ طور کا

نثار۔ میر افضل علی۔ باشندہ عظیم آباد ۵

یہی خوف رہتا ہے بسمل کے دل میں ترجمہ آجائے قاتل کے دل میں

اے صبا جا کے تو اتنی تو خبر کر کہ نثار آستانے پر کھڑا ہی تیرے سر ہاتھ میں ہے

وحید۔ سید شاہ امیر الدین ابن حضرت سید شاہ ولی اللہ سجادہ نشین

حضرت مخدوم الملک۔ بہار شریف۔ سلسلہ میں پیدا ہوئے

شعر گوئی کا ذوق کم سنی سے تھا۔ فارسی کے دو منجم دیوان مشتمل
بر اصناف سخن چھپ چکے ہیں۔ آپ فارسی میں تطلوہ اور اردو
میں وجود تخلص فرماتے تھے۔ آپ کا وصال ۱۲۸۷ھ میں ہوا۔

کلام اردو کا مجموعہ ایک دیوان اور دو مثنویاں ہیں۔ اس

مقام پر صرف اردو غزلوں کا انتخاب درج ہے۔ ۵

جب کہ وجود فضل نے اس کے مددہ کی سیدھا کسی سے طالع و اثر و نہ ہو سکا
دھواں اٹھا تھا نہ جبکہ جگر سے عاشق کی پیچ و تاب کہاں زلف پر شکن میں تھا

بے یار کے۔ جینے سے تو مرنا ہی بھلا ہے اب جان میری تن سے نکل جا تو اچھا

وہ لوگ اٹھ گئے جنہیں تھا پاس دوستی اب دہر میں وفا کا فقط نام رہ گیا

کہنے ل میں حسن باطل یوں جلوہ گر ہو گیا گرشاہِ حق اپنے پیش نظر ہو گیا

تماشا ہے کہ جس کو چشم عالم سے نہاں پایا اسی کا جلوہ حسن نہاں ہر میں عیاں پایا

رولایا چلکیاں لے لیکے اتنا وجود پیر چلے لگ لگ کر گدگدی جتنا جوانی نے ہنسایا تھا

بیقراری دل سے ہوں مجبور اس میں کچھ اپنا اختیار نہیں

بند میری ہی زبیاں کیا یار کی محفل میں ہے شمع سے پروانہ تاکے سب کی دل ہی دل میں

مرے رونیکہ کی حالت دیدہ یعقوب جانے ہو حقیقت درد کی ہمدرد ہی کچھ خوب جانے ہو

وحشی۔ میر بخشی۔ متوطن دہلی۔ مقیم عظیم آباد ۵

اپنے ملنے سے منع مت کر رہے اس میں بے اختیار ہی یہ دل

وحشی - شاہ بخشش حسین - خلف شاہ احمد حسین متوطن

موضع تلاڑہ - ضلع عظیم آباد - مولد قصبہ شیخ پورہ - آباد و اجداد
مشائخ عظام میں تھے - علم عروض و قوافی اور محسنات و بدایع
میں کامل دستگاہ حاصل تھی - آخر عمر میں لکھنؤ گئے تھے اور کچھ دنوں
کے بعد ۹ ماہ ذی الحجہ ۱۲۶۲ھ کو وہیں انتقال کیا ہے

صد خضر سیر چاہ ز نغداں تو پابند یوسف بہ خم کابل بچیاں تو پابند
میں ہر دل وحشی خستہ کہ خوش ناستر ہر گوشہ داماں تو پابند

یاس - مولوی الوری - مفتی عدالت قصبہ آرہ - ولد

شیخ محمد حیات - شاگرد راسخ عظیم آبادی - مصوری و نغمہ پرداز
اور ساز نوازی میں اچھی دستگاہ تھی - مگر بعد تحصیل علوم ان چیزوں سے
کنارہ کش ہو کر کمال دہ و تقویٰ کے ساعت اوقات بسر کرتے رہے - دیوانہ
فارسی چھپ گیا تھا تقریباً ۱۲۷۰ھ میں انتقال کیا ہے

کیونکر کہیں میر تمیں رسوائہ کریں گے ز دیدہ و دہن یہیں تو کیا کیا نہ کریں گے
مرغان چین سب ہی شناخاں میں گل کے پر یہ نہیں معلوم کہ حرکان ہیں گل کے

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تیسرا دور

طبقہ متوسطین

۱۲۵۱ھ سے ۱۳۱۱ھ تک

(برترتیب حروف ہجی)

احسن۔ ناظر علی احسن۔ ساکن علی گنج سیوان ضلع
سارن۔ سال قدر میں صغیر بلگرامی کے شاگرد ہوئے۔ ایک وابستہ
بھی ان کی تصنیف سے ہے۔
کوچہ میں کیوں ہجوم ہیں اربابِ یق
اب ماہِ ذی قعدہ میں تو نہیں چاند عید کے
آحمد۔ سید احمد حسین رضوی عرف کلومیان ولد سید
رضا حسین رئیس عظیم آباد۔ کوچہ چوالاں۔ ۱۲۹۲ھ میں صغیر بلگرامی
سے تلمذ اختیار کیا۔
رگوں میں بے خودوں کی خونِ قطر پھیلے
نخلی ہو صدِ اجبِ ناچنے میں تیر لنگر و
آشنا۔ مولوی عبدالکیم۔ متوطن مونگیر۔ فوت ویم

کلکتہ میں مٹتی تھی ۱۲۸۳ھ میں انتقال کیا ۵

جو قطرہ خون کا مر دل کے آئینہ ٹپکا تو گویا شعلہ تر ایک چراغ سے ٹپکا

اصدقی میر جان علی ساکن مفتی گنج عتلیع پٹنہ شاگرد

صفیر بلگرامی۔ شاہ غلام اصدق صاحب کے مرید تھے ۵

بہم رکھتے ہیں نون عکس آئینہ کی کیفیت رخ روشن ہاں اور کمال روشن یہاں اپنا

اصغر۔ سید محمد اصغر ابن سید حسین بلگرامی مقیم آرہ۔ سید

محمد بہدی خیر بلگرامی کے بھانجے تھے۔ اور صاحب دیوان تھے

حضرت صفیر بلگرامی سے تلمذ تھا ۵

آج کہیں گے ساری محفل میں بات جو ہم نے رکھی ہے دل میں

جگر سے خوں۔ دل آہ۔ آنسو دیدہ ترے جناب عشق کی جاری ہے یہ تحصیل گھر گھر

آصف۔ سید آصف حسین رئیس عظیم آباد۔ شاگرد

مولانا وحید ار آبادی ۵

دل میں جو بے ثباتی دنیا کا ہولیں بھولے سے کوئی نام نہ لے عروجاہ کا

آظہر۔ اظہر علی خاں متوطن دانا پور ۵

اٹے نقاب رخ سے جو اوس رخسار کا کھل جائے عقدہ اشہد ان لا الہ الا

اکبر۔ سید محمد اکبر بلگرامی۔ مقیم آرہ۔ شاگرد صفیر بلگرامی

سید محمد اصغر کے بڑے بھائی تھے ۵

کہا تھا اب غفلت میں ہو جاگوئے اکبر وہ سو جا کے تیرہ میں جو سوتے تھے چمکرتے

اکرام۔ سید اکرام الدین ساکن داؤد نگر علاقہ بہار

شاگرد صغیر بلگرامی ۵

شہرہ یہ ہو رہا ہے زمین و زمین میں آج ثانی نہیں کوئی مراد یوانہ بن میں آج

الف۔ لالہ اننت رام۔ متوطن عظیم آباد ۵

کچھ غم نہیں فراق کے روز سیاہ کا ہو دل میں عشق ایک بت رشک کا

آہی۔ الہی بخش باشندہ عظیم آباد ۵

مشتوق جانتا نہیں عاشق کے دل کا لطف یوسف کو کیا مزا ہے زلیخا کی ہوا کا

اکام۔ سید امام الدین۔ متوطن عظیم آباد محلہ لودی کٹرہ

شاگرد مولانا وحید الہ آبادی ۵

روز حساب دیکھے ہوتا ہو کیا حسد جب کچھ یہاں حساب نہیں ہو گناہ کا

بھرتا میں اس کو خوب گل حسن یار سے مشکل ہے کہ تنگ ہو دامن نگاہ کا

امیر۔ سید امیر احمد بلگرامی۔ حضرت صغیر کے خالہ زاد بھائی

اور شاگرد تھے ۵

کیا خبر اتنی تجھے اوستم ایجاد نہیں آج پہلو میں ہمارے دل نا شاد نہیں

امیر۔ سید محمد نواب خلف نواب حاجی سید محمد تقی خاں

صاحب رئیس اعظم مظفر پور ۲۸۵ میں صغیر بلگرامی کے شاگرد تھے

دیوان ردیف وار مرتب تھا ۵

جب بھٹکنے لگے شہرتاں میں امیر حضرت دل خضر نیکر راہ بتلانے لگے
 انجم۔ مولوی عبدالحق۔ متوطن شیخ پور پرگنہ سکندری پور۔
 مرزا حبیب علی بیگ سرور لکھنؤی۔ مصنف ”فسانہ عجائب“ کے شاگرد
 تھے۔ نثر نگاری میں اچھی مہارت حاصل تھی۔ کنور سکھراج بہادر راجپوت
 نے ۱۸۷۸ء میں جو مشاعرے کئے تھے ان کے گلدستوں پر تقریظیں انہیں
 کی لکھی ہوئی ہیں ۵

نہ بجلی میں نہ شعلے میں نہ سیما میں بے قراری جو ہمارے دل بے تاب میں
 انور۔ مرزا انور علی متوطن عظیم آباد۔ ۱۲۹۵ء میں حیات تھے ۵

لائی نہ کبھی پیر بن یا رکی خوشبو اے باد صبا چل مرے آگے سے ہوا
 ہر سانس ہو جلوہ فگن یا رکی صوت آئینہ خاطر میں اگر کچھ بھی جلا ہو
 باقر۔ سید شاہ باقر حسین۔ خلف سید شاہ وارث علی
 اشکی۔ متوطن موضع پیر بیگہ ضلع گیا۔ فارسی کے ذی کماں شاعر تھے
 حضرت غالب سے تلمذ تھا۔ یہ اشعار ان کی طرف منسوب ہیں ۵
 شکل تصویر ہو خاموش تماشا کیا ہو بیٹھے بیٹھے کچے جاتے ہو یہ نقشہ کیا ہے
 تمہاری دید کی حسرت میں دیکھو جان جانیگی کھلی رہا سگی آنکھیں گل جانیگا دم اپنا
 کلیجہ تھامے ہاتھوں سے مرے گھر روز آو گے کسی دن تو اثر دکھلائیگا اندوہ و غم اپنا

باقر۔ باقر حسین۔ اصل نام وجیہ الدین ہے۔ شاگرد

حضرت وحید آبادی ہے

دیر و حرم سے جس کا زیادہ ہی مرتبہ سنتے ہیں دل ہو نام اوسی بارگاہ کا

باقر۔ منشی باقر رضا ولد قاضی اکبر علی منصف پٹنہ۔

مولوی عصمت اللہ التسخ کے شاگرد تھے

روز و وعدہ کرتے ہو آنے کا پر آتے نہیں قول کب پورا ہو صبا تم سے فقرہ باز کا

باقر۔ سید باقر حسین رئیس منظر پورہ شالہ میں صغیر

بلگرامی کے شاگرد ہوئے

ہچکیاں آتی ہیں پیہم دم فریاد مجھے ہم صغیروں نے کہیں آج کیا یاد مجھے

بحر۔ نواب احمد علی خاں رئیس عظیم آباد محلہ سنگی دالان

ناسخ سے تلمذ تھا

کشتی نوح بھی آئے تو نہ ساحل نصیب دیدہ تر نے کیا میرے وہ طوفان سلا

مولوی عصمت اللہ التسخ متوطن ہو گئی۔ مولوی عبدالغفور نسلی

کے شاگرد تھے۔ رسالہ "طوار غلط" جس میں تمام اساتذہ لکھنؤ کے کلاموں پر

اعتراضات ہیں انہیں کی تصنیف سے ہے۔

بلوہ گزلف ہوا دس یار کے رخساروں پر یا کہ گھنگھوڑ گھٹا چھائی ہو گلزاروں پر

لخت ل میں سر مژگاں پہ عیاں اموا التسخ پھول لار کے نمودار ہیں یا خاروں پر

بدر - راجہ گنگا پرشاد - رئیس عظیم آباد - شاگرد
گل محمد خاں ناطق کراتی ۵

ناخدا ترس بتاں اندک از سنگ دی شیشہ دل بے شکستند و ہما تم داوند
بسمک - منشی متوعل - متوطن عظیم آباد - قوم کا بیٹھ
دیکھا کسی تبصر نظر اس خوف سے ادھیں دھبا لگے نہ گورے بدن پر نگاہ کا
بشیر - منشی بشیر الحق - رئیس قصبہ باڑھ - ضلع عظیم آباد
شاگرد حضرت وحید الہ آبادی ۵

زخمی ہوا ہر پھر کوئی تیغ نگاہ کا سنتے ہیں آج دیر سے غل آہ آہ کا
بیجان - شیخ آہی بخش - دانا پور میں ڈاکٹری کرتے تھے
حافظ ضعیف کے شاگرد تھے ۵

شاعروں کی بہت پر اسماء بھی حیران ہے یعنی وہ بدلتے ہیں جب زمیں پرانی ہو
بیکس - مرزا محمد - ان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا - سید
انشاء اللہ خاں کی بھج میں یہ رہا تھی ان کی طرف منسوب ہے ۵

۵ حافظ اکرام احمد ضعیف - متوطن رام پور - تلمیذ احمد حسین راحت
بڑے نامور اور باکمال شاعر تھے - اردو اشعار میں مستاع و بدائع حسب قدر ان کے
کلام میں پائے جاتے ہیں کثر شعرا کے کلام میں دیکھے گئے - صوبہ بہار و بنگال میں
ان کے شاگردوں کی بہت کثیر تعداد تھی - پچاس برس کی عمر میں ۱۲۸۸ھ میں انتقال کیا

ظاہر میں تو ایسے ہیں کہ ماشاء اللہ سب کہتے ہیں زیادہ ہوں انشاء اللہ
 باطن میں جو دیکھا انہیں اتنے ہی پوچھ لا حول ولا قوۃ الا باللہ
 پریشاں۔ شاہ محمد واجد خلف شاہ تراب الحق دانا پور
 کے پیرادوں میں تھے۔ مولوی ذاکر علی ذاکر نیارسی سے تلمذ تھا
 دل بنا ہوسنگ مقناطیس مجہ ناشاد کا تانہ طرف غیر جائے تیرا دس صیاد کا
 خوب اسی شیخ ریا کار بنا ہی توبہ دل میں وہ بت ہوتا ہاں پر ہوا کہی توبہ

حکیم مولانا عبد الحمید پولیشاں

پریشاں۔ تخلص۔ عبد الحمید نام۔ ابن مولانا احمد اللہ صاحب
 جعفری زینبی۔ ۸ شوال ۱۳۸۵ھ روز چار شنبہ کو محلہ صادق پور میں
 پیدا ہوئے۔ آپ نے اوائل کی کتابیں اپنے چچا مولانا فیاض علی سے پڑھیں
 جب مولانا مرحوم نے سفر افغانستان اختیار کیا تو اپنے والد ماجد سے
 کتب و رسم کی تکمیل کی۔ پھر تقریباً ۲۶ سال کی عمر میں لکھنؤ گئے اور
 وہاں مولوی واجد علی صاحب قراغ حاصل کیا اور حکیم طالب علی
 مرحوم سے علم طب کی تکمیل کی۔ اسی اثنا میں قدر کا ہنگامہ برپا ہو گیا۔
 آپ کا کل اسباب و پوشاک اور کتابیں سب لٹ گئیں۔ یہ ہزار خرابی
 لکھنؤ سے اپنے وطن مالوی کو واپس آئے۔

آپ کے والد ماجد مولانا احمد اللہ صاحب اور ان کا خاندان علمی اور تاریخی دونوں حیثیت سے ہندوستان میں ممتاز رہا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد جب گورنمنٹ کی طرف سے وہابیوں پر مقدمہ بجاوت دائر ہوا تو اسی سلسلہ میں آپ کے والد ماجد مولانا احمد اللہ صاحب کو بھی ۱۸۶۵ء مطابق ۱۲۸۱ھ میں مع دیگر اراکین صا د قپور کے حبس دوام بہ عبور دریائے شور کی سزا دی گئی۔ اور سورتی جاہل ادا بھی ضبط ہو گئیں تو آپ نے محلہ خواجہ کلاں میں سکونت اختیار کی۔ آپ کو معقول و منقول دونوں میں بہرہ کامل حاصل تھا۔ علم ادب میں ایسی اعلیٰ دستگاہ تھی کہ سولہ برس کی عمر میں عربی میں دو قصیدے۔ ایک لغت میں۔ اور ایک امام وقت حضرت سید احمد صاحب شہید بریلوی کی مدح میں لکھے تھے۔ جن کی علمائے ہند نے داد و تحسین دی۔ دور گزشتہ میں جتنے لوگ اہل صا د قپور میں ذی علم تھے وہ سب آپ ہی کے خرمین علم کے خوشہ چیں تھے۔ درس و تدریس کا شوق آخر عمر تک رہا۔ ذہن و ذکا اور طبی معلومات میں بھی مشہور آفاق تھے۔ علوم عربیہ کے ساتھ طب قدیم کا فیض اس وقت تک اس دیار میں آپ کی ذات بابرکات سے جاری ہے۔ آپ کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ دونوں نواسوں یعنی حکیم قہیم الدین اور حکیم

مرحوم۔ اور ڈاکٹر عظیم الدین احمد عظیم سلمہ اللہ تعالیٰ کو بچائے اولاد کے سمجھتے تھے۔

فطرتاً معصوم صفت ایسے واقع ہوئے تھے کہ ہر شخص کی ہر بات پر اعتبار اور یقین کامل کر لیتے تھے۔ بعض لوگ محض جھوٹ باتیں بتا کر ان سے رقم کثیر حاصل کر لیتے تھے۔ اسی کے ساتھ طبیعت نکتہ رس اور لطیفہ سنج بھی تھی۔ ایک مرتبہ کوئی سائل دروازہ پر چلا کر کہنے لگا کہ ایک پیسہ بھیدو تمہاری ستر بلاٹل جائیگی۔ تو ہنسنے لگے کہ ایک بلا تو تم ہی ہو۔

صاف باطنی اور صاف گوئی کے باعث کوئی ان کا شاکی نہ ہوتا تھا۔ وضع قطع اور لباس بالکل سادہ قد میانہ طرز کا تھا اوسط قد۔ رنگت سرخ و سفید۔ جسم پر بعض جگہ برص کے سفید داغ بھی تھے۔ نورانی چہرہ۔ فرشتہ صورت۔ سر پر چو گوشتیہ ٹوپی اوپر عمامہ پُرانی وضع کی چپکن اور عبا۔ ٹخنوں سے اونچا خلیطہ دار پاجامہ۔ پاؤں میں دیسی دٹی والی جوتے۔ راقم کے بزرگوں سے راہ و رسم اور آمد و رفت برابر رہا کرتی تھی۔ ۷۸ برس کی عمر پا کر ۵ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۷ اگست ۱۹۰۵ء روز دوشنبہ کو اس دار فانی سے انتقال کیا۔ شاعری میں کسی کے شاگرد نہ تھے۔ عربی فارسی و اردو و ہندی

زبانوں میں فکر سخن کیا ہے عربی میں ایک قصیدہ جو ندوۃ العلماء کے اجلاس عظیم آباد میں پڑھا گیا تھا چھپ گیا تھا۔ فارسی میں متفرق غیر مطبوعہ مثنویاں مثلاً مثنوی پان۔ مثنوی در وصف قلم مثنوی فسانہ جانتگداز۔ مثنوی جام و مینا مثنوی طعن الحاسدین وغیرہ راقم الحروف کی نظر گذریں جنکو ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب عتقرب طبع کرانے کا قصد رکھتے ہیں۔

اردو کا کلام زیادہ تر تلف ہو گیا۔ آخری دور میں اخبار الہیچ میں اکثر انکی نظمیں اور ساقی نامے وغیرہ دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے تھے۔ اب غزلوں کا انتخاب ملاحظہ ہو۔

گلوں کو۔ پھول گئی دیکھ کر چمن میں صبا
بس اب ساقی نہیں اپنے پیر میں صبا
الہیچ کے رہ گئی گیسو پر شکن میں صبا
خدا کی شان ہو لو بندہ گئی رسن میں صبا
ہو آکا کل مشکیں میں ہو گئی بر باد
بگولاب کے بڑی پھرتی ہے چمن میں صبا
زمین تنگ میں رکتی نہیں ہو طبع رواں
کسی سے بندہ نہیں سکتی کبھی رسن میں صبا
تموز دشت میں آئے تو حال ہو معلوم
یہ ٹھنڈی گرمیاں کرتی رہے چمن میں صبا
لپٹ پتوں سے درتی ہو واہ واکی صدا
جواب دیتی ہو بلبل کا ہر سخن میں صبا
تو باد بانی میں بس ادس کی ہمسری کرے
وہ شوخی تجھ میں کہاں جو کہ ہو ہرں میں صبا
عجب دماغ سے چلتی ہے سیر گلشن میں
تراشتی ہے کچھ اپنے کو باتکین میں صبا
مرگ مرگ نامہ را دی زندگی سوز و الم
کون سی صورت میں بہو دو چراغ کشتہ ہے
الحذر ای ساکنان سقف گردوں الحذر
دور دل ہو یہ نہیں دو چراغ کشتہ ہے
وہ غنچ لب ہنسا تو کجلا مثل گل دہن
شیشہ جو کھلکھلا کے ہنسا جام ہو گیا

قاصد کے ہاتھ چومے جو بوسہ کیا طلب
کیا ٹرہ چلا ہی مرتبہ اب خال چشم کا
ساتھ اپنے لے چلے دم آخر خیال یار
نام خدا صتم ہے مرا برہمن پسر
بے فائدہ اُلجھتا ہے زلفیں یار سے
چپکا سا کیوں کھڑا ہو قد یار دیکھ کر
اس کی نظیر ہے نہ تو اس کا جواب ہو

پیار وہ کرتے ہی خفا ہو گیا
دل مرے پہلو سے جدا ہو گیا
مر کے جو قاتل کے قدم پر گرا
قتل پہ میرے او نہیں جم اُگیا

تحریر نے سرمہ کی کیا قتل جہاں کو
بند ہواے اوں بہت کے سیمی شیخ و برہمن
جو ہر وہ تھپی سبز پری خوں میں نہا کر
چال اون کی نرم تیغ ہو قتال جہاں ہو
ایک اپنے ہی نہ توڑوں میں قفس کی تیلیاں
مرغ جاں ہو قید تن میں جب تلک آتی ہو سن

پیغام بوسہ۔ بوسہ یہ پیغام ہو گیا
یہ تل کا تیل روغن بادام ہو گیا
اب آؤ یا نہ آؤ مرا کام ہو گیا
پچھن کو پیار ہم نے کیا رام ہو گیا

ایک روز شانہ پامیگا دندان شکن جواب
دیتا تو اب نہیں مجھے سروچمن جواب
ہو یار کی کمر کا اوس کا دہن جواب

ہائے میں کیا سمجھا تھا کیا ہو گیا
لے مرے اللہ یہ کیا ہو گیا
سجدہ شکرانہ ادا ہو گیا
دست ستم دست صفا ہو گیا

اس کاٹ کی دیکھی نہیں بیمار کی تلوار
اب میان میں ہو کافرو دیندار کی تلوار
لولاں پری ہو گئی اب یار کی تلوار
رفتار کی رفتار ہو تلوار کی تلوار
بس چلے تو توڑ دوں چاروس کی تیلیاں
ہیں قفس میں جسم کے تار نفس کی تیلیاں

کیا پریشان کا پوچھتے ہو حال
مرگیا وہ نہیں خبر ہی نہیں

ایدل یہ نشاط کا مرانی کبتک
رہا پچی شعر و سخن و فسانہ خوانی کبتک

لائے گا درد سر خمیہ پیری
یہ نشہ بادہ جوانی کبتک

نمونہ کلام فارسی

قامت افرا از نیازم بہ خمیدن بے تاب
بسمل خنجر نازم بہ طپیدن بے تاب

شب یلداے فراقم ز گذشتن مایوس
صبح محرومی و یاسم بہ دمیدن بے تاب

دیدہ پر ز سر شکم بہ گریستن بسرینہ
سینہ باہمہ داغم بہ کفیدن بے تاب

دست بر بستہ بجزم ز رسیدن کوتاہ
پائے بشکستہ شوقم بہ دیدن بے تاب

ز سال نو جہاں پر فو۔ زمیں پر غو ز غلیا گر
چمن گرو۔ سمن خوشبو۔ زمین نیکو۔ دمن احمر

نہے فرخندہ ترسلے۔ نہ ہے سال نکو فالے
بعالم نیت بدعلے۔ کہ باشد درالم ششدر

نشاط و خرمی حیرہ۔ الم را چشمہا خیرہ
جہاں را روزما تیرہ۔ جہاں را عدد ہاں شکر

ز فیض مقدس بر باخکشد عیشہ سرا
ز شکش و دل گریا۔ ہمہ آتش ہمہ آذر

چہ کہار و چہ شش شخ۔ فادہ برف بستیخ
ز زم سرو آتش دوزخ۔ خاک سگان بھروب

چمن ترازد فورتم۔ ہوستہا از و درم
بغ گلہا پر از شبنم۔ چہ شبنم دانہ گوہر

نہے فرخندہ سال تو۔ نہ ہر کس صفا و لشنو
نہے سال ہما پر تو۔ نہ ہے سال ہمایوں فر

تا آب۔ منشی بگوان دین۔ ولد منشی منگل سین قوم کا لستہ ساکن اریا
منہ پورنہ تلیم منشی شکر لال صبا نردی لستہ میں ۵۲ برس کی عمر میں انتقال کیا

باغ دنیا میں وہ شجر ہیں ہم پھولتے ہیں کبھی نہ پھلتے ہیں
 ڈھونڈتا ہوں ادھیں جوا و تائب خانہ دل میں وہ نکلتے ہیں
 تبارک تبارک حسین ابن میر قاسم علی باشندہ شہسوار شاگرد اسخ
 فرقت دلداریں دل بھی ہوا مجھ سے جدا جس کو اپنا جاتا تھا حیف بیگانہ ہوا
 تحسین - سید حبیب اللہ متوطن عظیم آباد ۵

جو کچھ ملا بہت ہر قناعت پسند ہوں یہ پوریا فقیر کا ہی تخت شاہ کا
 تسکین - نام معلوم نہیں عظیم آباد میں رہتے تھے ۵
 کعبہ گئے نکشت گئے دیر ہم گئے واں بھی نشان نہ پایا تری جلوہ گاہ کا

تسلیم - میاں مہدی بخش - عدالت بھاگلپور میں محرر تھے
 حضرت فریاد کے تلمذ تھا۔ ناسخ کے مقابلے کے خیال سے ناسخ
 کے رنگ میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ دیوان ردیف دار مرتب تھا
 یہ اغ سینہ اور چشم گریاں دیکھتے جاؤ چمن کی سیر کروا بر و باران دیکھتے جاؤ
 تافلک بھیل گیا آب مرے رونے سے کف بنا پنہ ہتھاب مرے رونے سے
 تقی - سید محمد تقی - متوطن عظیم آباد - شاگرد نواب

مہدی علی خاں مہدومی ۱۲۹۵ء میں حیات تھے ۵
 اتنا اثر تو نالہ و فریاد میں ہوا پوچھا پتہ جوا و س نے مر گھر کی راہ کا
 تمسکین - میر سعادت علی - وطن اصلی عظیم آباد تھا۔ غدر سے

چند سال پیش دہلی چلے گئے تھے۔ تقریباً ۱۵ سالہ کی پیدائش تھی۔

گر نشہ ہو ہی نگہ میں تری مے کے پینے کی احتیاج نہیں

نام تمکین ہوا تو کیا ہدم رات دن بے قرار رہتا ہوں

تمکین۔ میر عبدالحکیم۔ متوطن قنوج۔ مقیم عظیم آباد۔ جناب حکیم ہادی صاحب خاں صاحب تالیف کے یہاں اکثر بود و باش رہتی تھی۔ شعر فی البدیہہ تھے

کیا کیا کنوئیں جھکائے ہیں مجھ کو فراق میں یارب برا ہو چاہ زرخزاں کی چاہ کا

یوں بھی کوئی نگر کے نکلتا ہے سیر کو دیکھو تو پھر کے حال ہو کیا اہل راہ کا

خود گڑا گئی زمیں میں لاش اپنی بعد مرگ قاروں کا مال تھا کہ ذخیرہ گناہ کا

کیا بیاں کیجئے کس کس سے رقابت نکلی ایک جہان کویت عیار سے اُفت نکلی

اوس کی تقریبی عالی نہیں عیاری سے جو کہی بات محتاج مراحت نکلی

کل جو ایک قبر پر لکھا تھا، بحوم حسرت وہ ترے عاشق ناکام کی تربت نکلی

تمنا۔ سید بندہ حسن برادر اکبر سید امیر احمد امیر شاگرد صفیر بلگرامی

قلم کرے جو مرا سر وہ تیغ براں سے کبھی نہ پاؤں ہٹاؤں اپنے میدان سے

تمنا۔ مرزا علی رضا۔ متوطن عظیم آباد

آتا نہیں میں آپ سے کوچ میں یار کے لاتا ہوں کھینچ کر مجھے بے اختیار دل

توقیر۔ میر عبدالحی۔ متوطن قنوج۔ پیشہ خوشبو سازی۔ خد کے پیشہ عظیم آباد

میں مستقل طور پر سکونت پذیر تھے۔ ۱۳ سالہ عمر میں ساٹھ سال متجاوز تھی۔ مرثیہ تحت لفظی

پڑھتے تھے۔ میر علی اوسط رشتہ کے لکھنوی کے شاگردوں میں تھے۔
 جب سبطوفاں خیر میرا دیدہ تر ہو گیا مردم آبی کے رہنے کے لئے گھر ہو گیا
 رکھی جو بیت پروانہ بے غسل و کفن شمع کا مہینہ آنسوؤں سے بزم میں تر ہو گیا
 مناقب - راجہ جے گوپال سنگھ بہادر - رئیس
 عظیم آباد

لذت و صفحہ ہانش نہ بانم دادند آب حیاں بہ دہانم نہ بیانم دادند
 جادو - سلیمان خاں - خلف حیدر خاں - ساکن
 کو اتنے ضلع آ رہے مقیم گیا۔ اکثر سلیمان تخلص بھی کرتے تھے صاحب
 دیوان و صاحب تلامذہ تھے۔ مولوی کیسئی گیا دی سے تلمذ تھا
 کنج قفس میاب بھی خواہش ہوا نیم ایکیار اور دیکھتے عالم بہار کا
 کیا آئیگا لحد پہ ہمارے وہ شطرو ہنستا ہو کیوں چراغ ہمارے مزار کا
 بلبلو مجھ دل جلے کو ہو کسی سے کام کیا آگ گلشن میں لگے یا گھر جلے صیاد کا
 زمانے کا جھکا سر دیکھتا ہوں ادب آموز قاتل کی گلی ہے
 جنوں - مولوی عبداللہ - خلف مولوی سرفراز علی
 منصف - باشندہ بھاگلپور - عہدہ صدر امینی پر ممتاز تھے۔
 مرزا جان طلپش سے تلمذ تھا۔ بیشتر فارسی کہتے تھے
 لُخ سے اٹھی نظر تو پری جازفہ ٹھہرے ہی شام ہی کو مسافر نگاہ کا

جنوں - مولوی عبدالحق خلف مولوی واعظ الحق صاحب
مرحوم رئیس عظیم آباد محلہ بخشی - مشورہ سخن حضرت شاد
عظیم آبادی سے کیا تھا

گر دل میں نہیں ہو عشق کی آگ سینہ میں ہو کیوں جلن ہمیشہ
ہم سے نہ کبھی وہ ہنسکے بوئے مانتے پہ رہی شکن ہمیشہ

جوشش - شاہ خلیل الدین احمد خلف شاہ محمد اصغر

باشندہ منیر - رجسٹری ضلع مونگیر میں محررتے - شاعری میں
نساخ کے شاگرد تھے - ۱۲۷۵ھ کے بعد تک موجود تھے

ساری دنیا سے بے خبر پایا جس کو عالم میں باخبر دیکھا
مرا خط لا کے دے قاصد عدو یہی تقدیر کا میرے لکھا ہے

۱۷ مولوی عبدالغفور خاں نساخ ڈپٹی مجسٹریٹ ولد قاضی فقیر محمد مولف جامع التواریخ
بنگلہ کے رہنے والے نواب محمد عبداللطیف خاں بہادر سی، اکی - اسی کے برادر خورد تھے -

عظیم آباد اور صوبہ بہار کے دیگر شہروں میں سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں عرصہ دراز
تک قیام ہے - لکھنؤ اور دہلی بھی گئے تھے - تذکرہ "سخن شعرا" اور اردو کے دو دیوان اور
کچھ تواریخ - شاہد عشرت - مرغوب دل - قند پارسی - دفتر بے مثال - اور قطعہ منتخب وغیرہ

ان کی یادگار سے ہیں - صوبہ بہار و بنگال میں ان کے شاگردوں کی

تعداد بھی بیسیوں سے متجاوز تھی - حافظ رشید البنی و حشمت
اور حافظ اکرام احمد ضیف سے کسب سخن کیا تھا (بقیہ صفحہ ۱۰۰ پر)

جو ہر۔ میر مشرف علی۔ متوطن عظیم آباد سے

ضبط کیا آہ شرر بار کو سینہ و دل برق کا گھر ہو گیا

جویا۔ شیخ علی حسن ولد شیخ فتح علی عظیم آبادی۔

قدسیہ محل (زوجہ نصیر الدین حیدر بادشاہ لکھنؤ) کی آقو صاحبہ کے
نواسے تھے۔ اس سلسلہ سے لکھنؤ جانا ہوا۔ اس زمانے میں ان کا

اور ایک اور شخص قادر علی خاں کا بہت دور دورہ ہوا۔ چنڈے

کا پتور میں بھی مقیم رہے۔ پھر اپنے وطن کو واپس آئے۔ رشک

لکھنوی سے تلمذ تھا۔ صاحب دیوان تھے

کیا خاک بولے چالے کوئی در پہچر میں ہر خموشی لب عاشق ہو دل غل

حامد۔ گمنڈی لال۔ یاشندہ مونگیر۔

شاگرد حافظ ضیغم

نامہ شوق رقم کرتا ہوں دسکو حامد کیوں نہ دو دہل شہاق کیو تر بنائے

شمس العلماء مولانا حاجی شاہ محمد سعید حسرت

ابن حاجی مولوی واعظ علی صاحب مرحوم۔ ۱۲۳۱ھ

(تقریباً ۱۸۱۹ء) بے جرم تھے قتل کیا بھکولے بتو ۶ اللہ جانتا ہو کہ میں بے قصور تھا

ہر کام حسبِ اہلش ہوتا تھا وہ بھی دن تھے ۶ طوفان فوج میری کشتی کا ناخدا تھا

طلب وصل پر ایک ناز واد سے آخر ۶ لب پہ قرار بھی آیا تو تبسم ہو کر

بمقام عظیم آباد پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد لکھنؤ جا کر مولانا حسن علی
 سے سند حدیث و تفسیر حاصل کی۔ پھر کانپور میں مولانا سناہ محمد سلامت اللہ
 کشتی کی خدمت میں ایک مدت تک رہ کر دستار فضیلت حاصل کی
 ۱۲۵۵ھ میں کانپور سے مراجعت فرما کر اپنے دو لکڑہ کورونق بھٹی۔
 بہترے علمائے آپ سے فراغ حاصل کیا اور بیوٹی سند حدیث آپ سے حاصل کی
 ۱۲۶۲ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ۱۲۷۳ھ میں گورنمنٹ عالیہ
 نے بھی ”شمس العلماء“ کا خطاب دیا۔ ۱۲۷۳ھ شعبان ۱۲۷۳ھ کو اس جہان سے
 رحلت کی۔ نہایت حلیم و سلیم اور صاحب مروت و سخاوت تھے۔
 لوگوں کے ساتھ نہایت پوشیدہ سلوک کرتے تھے اور رخصت کے
 وقت۔ خصوصاً اہل علم کے ساتھ اکثر سو رہے زیادہ سے سلوک کیا
 ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا اور بہت سے طلباء کی جاگیریں اپنے یہاں
 مقرر کیں۔ اپنی تمام عمر کو درہیں و تدریس اور گوشہ نشینی اور رد و وظا
 میں بسر کیا۔ شاعری کا مذاق ابتدائے عمر سے تھا۔ تاریخ گوئی میں بھی
 کمال حاصل تھا۔ فارسی میں دو دیوان مطبوعہ ”قطاس البلاغۃ“ و
 ”مقصد البلاغۃ“ آپ کی یادگار سے ہیں۔ عربی میں بھی کچھ کلام موجود
 ہے۔ اردو میں بہت کم شعر کہتے تھے۔ فارسی میں حسرت اور اردو
 و عربی میں سچیدر تخلص فرماتے تھے۔ یہ نمونہ کلام ہے۔

کیا تڑپ کر دل مجروح نے کی بے لطفی
 یا گیا عشق مجازی سے حقیقت کو مستحید
 بے ہیں اشک خوں و شک ٹھکایا پر کیا کیا
 خدا ہی جانے کب یہ خنجر امید و اہو کا
 دکھا کر جلوہ اپنا کر دیا ہر شئی سے مستغنی
 بختی کی جو شمع طور کی مانند رات اوٹنے
 رہا محروم میں ہی خوبی مقصوم سے ورنہ
 کوئی بر بھی اٹھاتا ہی کوئی تیغ آزماتا ہی
 سمجھ رکھا ہی گلزار جہاں تار جہنم کو
 واقف سیر نہاں ہوں کیا کہوں
 سوز دل سے جل اٹھی آخر زباں
 واجب ممکن میں ہے ایک ربط خاص
 حشری - لالہ بند اپر شاد - ولد لالہ ہمارا راج سنگ وکیل
 عدالت دیوانی - متوطن عظیم آباد - محکمہ راجستانی میں ڈگری نویسی کی
 خدمت پر مامور تھے - فن شاعری میں ناظر وزیر علی عیسوی سے تلمذ تھا -
 او حشری از حرف ہمہ سوز تو دل سوخت
 پر کالہ آتش کہ زباں در دہن ست این
 حشر - مولوی ابوالفضل - آرزو ٹون اسکول میں پڑھ مولوی تھے

بمقام عظیم آباد پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد لکھنؤ جا کر مولانا حسن علی سے سند حدیث و تفسیر حاصل کی۔ پھر کانپور میں مولانا ماساہ محمد سلامت اللہ کشتفی کی خدمت میں ایک مدت تک رہ کر دستار فضیلت حاصل کی۔ ۱۲۵۹ھ میں کانپور سے مراجعت فرما کر اپنے دو لکھہ کو رونق بخشی۔ بہترے علمائے آپ سے قراغ حاصل کیا اور بیسویں سند حدیث آپ سے حاصل کی۔ ۱۲۶۲ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ۱۲۷۳ھ میں گورنمنٹ عالیہ نے بھی ”شمس العلماء“ کا خطاب دیا۔ ۳ شعبان ۱۲۸۰ھ کو اس جہان سے رحلت کی۔ نہایت حلیم و سلیم اور صاحب مروت و سخاوت تھے۔ لوگوں کے ساتھ نہایت پوشیدہ سلوک کرتے تھے اور رخصت کے وقت۔ خصوصاً اہل علم کے ساتھ اکثر سو رہے۔ زیادہ سے سلوک کیا ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا اور بہت سے طلباء کی جاگیریں اپنے یہاں مقرر کیں۔ اپنی تمام عمر کو درہیں و تدریس اور گوشہ نشینی اور رد و وظائف میں بسر کیا۔ شاعری کا مذاق ابتدائے عمر سے تھا۔ تاریخ گوئی میں بھی کمال حاصل تھا۔ فارسی میں رد دیوان مطبوعہ ”قطاس البلاغۃ“ و ”مقصد البلاغۃ“ آپ کی یادگار سے ہیں۔ عربی میں بھی کچھ کلام موجود ہے۔ اردو میں بہت کم شعر کہتے تھے۔ فارسی میں حسرت اور اردو و عربی میں سعید تخلص فرماتے تھے۔ یہ نمونہ کلام ہے۔

بمقام عظیم آباد پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد لکھنؤ جا کر مولانا حسن علی
 سے سندِ حدیث و تفسیر حاصل کی۔ پھر کانپور میں مولانا شاہ محمد سلامت اللہ
 کسٹفی کی خدمت میں ایک مدت تک رہ کر دستارِ فضیلت حاصل کی
 ۱۲۵۵ھ میں کانپور سے مراجعت فرما کر اپنے دولتکدہ کو رونق بخشی۔
 بہترے علمائے آپ سے قراغ حاصل کیا اور یوں سندِ حدیث آپ سے حاصل کی
 ۱۲۶۲ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ۱۲۷۳ھ میں گورنمنٹ عالیہ
 نے بھی ”شمس العلماء“ کا خطاب دیا۔ ۳ شعبان ۱۲۸۰ھ کو اس جہان سے
 رحلت کی۔ نہایت حلیم و سلیم اور صاحبِ مروت و سخاوت تھے۔
 لوگوں کے ساتھ نہایت پوشیدہ سلوک کیا کرتے تھے اور رخصت کے
 وقت۔ خصوصاً اہل علم کے ساتھ اکثر سو رہے سے زیادہ سے سلوک کیا
 ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا اور بہت سے طلباء کی جاگیریں اپنے یہاں
 مقرر کیں۔ اپنی تمام عمر کو دیکھیں و تدریس اور گوشہ نشینی اور روز و وظا
 میں بسر کیا۔ شاعری کا مذاق ابتدائے عمر سے تھا۔ تاریخ گوئی میں بھی
 کمال حاصل تھا۔ فارسی میں رد دیوان مطبوعہ ”قطاس البلاغۃ“ و
 ”مقصد البلاغۃ“ آپ کی یادگار سے ہیں۔ عربی میں بھی کچھ کلام موجود
 ہے۔ اردو میں بہت کم شعر کہتے تھے۔ فارسی میں حسرت اور اردو
 و عربی میں سچیدہ تخلص فرماتے تھے۔ یہ نمونہ کلام ہے

کیا تڑپ کر دل مجروح نے کی بے لطفی
 پا گیا عشق مجازی سے حقیقت کو مستحید
 خوں میں اشک خوں رشک تھا یا پر کیا کیا
 خدا ہی جانے کب یہ خنجر امید وا ہو گا
 دکھا کر جلوہ اپنا کر دیا ہر شئی سے مستغنی
 تجلی کی جو شمع طور کی مانند رات اوٹنے
 رہا محروم میں ہی خوبی مقصوم سے ورنہ
 کوئی برجی اٹھاتا ہی کوئی تیغ آزماتا ہو
 سمجھ رکھا ہو گلزار جہاں نار جہنم کو
 واقف سیر نہاں ہوں کیا کہوں
 سوز دل سے جل اٹھی آخر زباں
 واجب ممکن میں ہے ایک ربط خاص
 رازدار کن فکاں ہوں کیا کہوں
 حسرتی - لالہ بندا پر شاد - ولد لالہ ہمارا جہ سنگ و کیل
 عدالت دیوانی - متوطن عظیم آباد - محکمہ راعلانی میں ڈگری نویسی کی
 خدمت پر مامور تھے - فن شاعری میں تاظر وزیر علی عسکری سے تلمذ تھا -
 او حسرتی از حرف ہمہ سوز تو دل سوخت
 پر کالہ آتش کہ زباں در دہن ست این
 حسرتی - مولوی ابوالفضل - آرزو ٹون اسکول میں پڑھ مولوی تھے -

پھر منظر پور بھونیار کالج میں فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ حضرت
 صغیر بلگرامی سے تلمذ تھا۔ اور خود صاحب دیوان و صاحب تلامذہ تھے۔
 جانشینوں تو جہاں ہی جائیگی ایک دن پہلو سے دل گیا تو گیا اضطراب کیا
 تیرے بیمار ہی کے دم کا سہارا تھا اسے ساتھ تابوت کے روتی ہوئی حسرت نگلی
 حشمتی۔ لالہ ماتا دین۔ عظیم آباد کے رہنے والے۔ مصطفیٰ کے عہد پر
 مامور تھے۔ بیشتر فارسی کہتے تھے۔ شاعری میں ناظر وزیر علی تحسینی کے
 شاگرد تھے۔

دیکھیں حسن حور تو پھسلے گا دل ضرور جنت میں بھی یقین ہو نہ آرام پاسے دل
 حقیقہ۔ حافظ عبدالرحیم۔ باشندہ عظیم آباد۔ کلام کا رنگ
 اور تلاش و فکر کا انداز مندرجہ ذیل اشعار سے معلوم ہو سکتا ہے۔

بتا دیں ہم تمہا لے کا کل و عارض کو کیا سمجھے	اسے ہم سانپ سمجھے اور اسے سن سانپ کا سمجھے
یہ کیا تشبیہ ہے ہودہ کی کیون ذی نے نسبت میں	ہما عارض کو اور کا کل کو ہم ظل ہما سمجھے
غلطیہ ہو گئی تشبیہ بھی کیا ایک طائر سے	اسے برق اور آگ ساون کی بھائی گھٹا سمجھے
گھٹا اور برق کیسی کیوں گھٹا کر ان کو نسبت میں	اسے برگ سخن اور اوس کو سنبل کی جٹا سمجھے
نباتات میں سے اُن کو کیا نسبت معاذ اللہ	اسے غلامات اوس کو چشمہ آب بقا سمجھے
اگر کہیں یہی مقصود تھے خضر و سکندر کے	یہ بیضا اوسے اور اوس کو موسیٰ کا بھٹا سمجھے
گر اس تشبیہ سے بھی عرفا و نون پڑتا ہو	اسے قندیل کعبہ اوس کو کعبہ کی ردا سمجھے

اگر یہ بھی پسند خاطر والا نہ ہو تو پھر اسے وقت نماز صبح اور اوس کو عشا سمجھے
 حقیر ساری تشبیہوں کو یوں رد کر کے کہتا تھا سویدا اس کو سمجھے اور اوسے نور خدا سمجھے
 حقیر۔ سید اولاد احمد۔ حضرت صدیق بلگرامی کے منجھلے بھائی تھے
 گھر میں ہونے ہی کو چہ جاننا میں ٹھکانا سودائیوں کا ہی تو بیاہاں میں ٹھکانا
 حکیم۔ مولوی محمد اسماعیل خاں سب رجسٹرار ہائے علاقہ پٹنہ۔
 خلف مولوی محمد بخش خاں وکیل۔ مولوی خدا بخش خاں (سی، آئی، ای)
 وکیل پٹنہ کے منجھلے بھائی تھے۔ ۱۲۷۸ھ میں حضرت صدیق بلگرامی کے
 شاگرد ہوئے۔ دیوان ان کا مرتب ہے۔ اور کئی رسالے بھی ان کی تالیف
 سے ہیں۔

عیسیٰ ہوئے تو کون مرض کی دوا ہو تم پوچھنا نہ جبکہ عاشق بیمار کا مزاج
 معشوق تو دنیا کے وفادار نہیں ہیں غم کھانے کا عشاق کے حامل نہیں معلوم
 حیدری۔ غلام حیدر متوطن دہلی مقیم عظیم آباد سے
 حیدری کے قید کرنیکی عبت تدبیر ہو اس پریشاں کو خیال زلف ہی نہ بھرے
 حیر آل۔ میر منور۔ باشندہ عظیم آباد صاحب دیوان تھے
 مرثیہ میں مظلوم تخلص کرتے تھے۔

وہ ظالم ایک دن بھی آن کر بیٹھنا نہ پہلو میں مگر دیکھا ہی یہ حال دل دیوانہ پہلو میں
 حیرت۔ منشی احمد حسین عرف میاں جان خلف منشی مرحمت حسین

رئیس حسین گنج کھوا - ضلع سارن - اکثر آ رہ میں رہتے تھے - خواجہ محمد شاہ
شہرت عظیم آبادی کے شاگرد تھے ۔

میں در تک تیرے پہنچوں گا بلا شک دل آگاہ میرا را ہبیر ہے

حسرت - مولوی احمد کبیر - پسر اکبر مولوی حاجی محمد فرید مرحوم

مولد و مسکن پھلواری - عدالت پٹنہ میں وکیل تھے - اکثر علوم و فنون میں
ماہر تھے مگر شاعری سے خاص شغف تھا - بہت پُر گو بھی تھے - تاریخ علم عروج
اور صنائع و بدائع میں کمال حاصل تھا - "تاریخ مکلا" جو دو جلدوں میں بھی ہو
آپ ہی کی تصنیفات سے ہے - فارسی اور اردو دونوں میں اظہار کمال کیا ہی
۱۹۱۱ء میں انتقال کیا - آپ کے کلام میں سے اگر صرف صنائع و بدائع کے
نمونے درج کے جائیں تو ایک دفتر ہو جائے - اس لئے اس مقام پر صرف
چند شعر مختلف صنعت کے بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں ۔

گل کو ہو گا نہ تحمل ہرگز کر عنادل نہ ذرا قل ہرگز

چشم ہم چشموں کے لے چشم نہ رکھنا مطلق چشمک چشم سے ہم چشموں کے ہوتا ہی قلوب

چشم احسان کو ہم چشموں کے لے چشم نہ دیکھ چشم ہم چشم پہ گو چشم ہو اوس کی اشق

ہوا وہ صحر اعدا کا صدمہ آلام کہ ہر سحر کو گرا سو کہ کر گل اندام

عدم کو آہ سحر اسرور و سرور دل ہوا عمل ملک ملک درد کا ہر گام

بُسل یہ کہہ رہی ہے صبا سے بچار کے موسم گیا خزاں کا دن آئے بہار کے

کیا راہ پر خطر سے گیدے خطر و شخص جو شخص معترف ہوا اپنے گناہ کا
حیرتی۔ محمد علی خاں۔ باشندہ عظیم آباد۔ راجہ پیارے لال
الہی کے شاگرد تھے۔ اور میر وزیر علی عمر کی سے بھی فن سخن میں
فیض پایا تھا۔ ۱۲۹۵ء میں حیات تھے۔ ۵

ادھر تو کشور دل لوثا ہو ترک نگاہ ادھر ہو لشکر مرگاں پر آجکا ہوئے
نہ پوچھو ہمدون نام و نشان میرا بتاؤں کیا میں ایک بیل کا مجھوں ہوں بیاباں ہو وطن
اے خضر میرے واسطے آب حیات ہو پانی ملے جو اوس کے زخماں کے چاہ کا
خادم۔ حکیم مولوی سید فضیلت حسین۔ ساکن دھنوت۔ پرگنہ
پھلواری ضلع پٹنہ۔ تلمیذ قاضی مخدوم عالم پھلواری ۵

لیکن جب سے خزاں رونق گل و گلزار کی غیر حالت ہو رہی ہو عند لیب ناز کی
ہو قداسار اجہاں اون کے طلائی رنگ پر سج ہو ایک دنیا خوشامد کرتی ہو زردا کی
خاں۔ مولوی عبداللہ خاں۔ باشندہ دانا پور۔ شاگرد
حافظ حسین۔ کلکتہ میں وفات پائی ۵

جس سے کل یار سے یارب جدا ہو کیا کیا فلک کے ہم پہ نہ ظلم و جفا ہوئے
خاور۔ شیخ عبدالحکیم۔ متوطن عظیم آباد ۵

ستم و ناز و تفاعل بہ جیساں یکسر لطف کردند و غم آہ و فغانم دادند
خیر۔ سید محمد ہدی ولد سید محمد عسکری بلگرامی حضرت

صغیر کے پھوپھاتے۔ آ رہ میں بود و باش تھی۔ تقریباً ۱۸۵۰ء میں
چالیس برس کی عمر میں بھاگلپور میں انتقال کیا۔

ہم نے رونے کا بھلا کب سروسا مانا تھا۔ تم نے ہی دیدہ و دانستہ یہ طوفان باندھا
سدا وصال رنجش و لدا ہو گئی۔ اتنا بڑھا غبار کہ دیوار ہو گئی

حقی۔ راجہ بابو۔ باشندہ عظیم آباد۔

دیکھ سنبل کچھن میں یاد آئے اوس کے بال۔ حال اس گلگشت سے آخر پریشانی ہو گئی

دانش۔ میر احمد حسین خلیف میر احمد حسین بلگرامی۔ ان
دونوں نے ۱۸۹۳ء میں بمقام بھاگلپور رضا کی صغیر بلگرامی کے شاگرد
ہئے۔

نہ صحرایکو بھاتا ہونہ جی لگتا ہوا بگمیا۔ تری زلف پریشان کا یہ سودا بڑھ گیا میں
اڑا کر خاک بربادی کا میری حال کہہ دینا۔ صبا تیرا گذر ہوتا ہوا کتر کوئے دلبر میں

دل۔ منشی عینی پرشاد قوم کاشٹہ۔ متوطن عظیم آباد۔
پردہ اکھٹا کے تونے ادھر کو گذر کیا۔ عالم کے دل میں تیری محبت گھر کا

دکیر۔ دلیر شاہ۔ متوطن عظیم آباد۔ وارستہ مزاج
درویش ستے۔

پھر بھی یارب وہ کبھی دن رات۔ یار ہو میں ہوں گلے میں بات ہو
فریح۔ مرزا امان علی۔ عظیم آباد محلہ مغلیہ پورہ کے رہنے والے

سن رسیدہ مشتاق شاعر تھے۔ عرصہ تک لکھنؤ میں رہے مصحفی کے شاگرد تھے۔ مذہب تشیع سے توبہ کر کے مذہب سنت والجماعت اختیار کیا تھا۔ تقریباً ۱۲۷۰ھ میں انتقال کیا ۵

ہوش میں آنابن اب شکل نظر آیا مجھے اشک کے ہزار میں بکٹ ل نظر آیا مجھے
قیس کہتا تھا نہ پوچھو اس گھڑی تم مجھ کچھ ہوش کب رہتا ہے جب محل نظر آیا مجھے
گڑے ہو ہیں بہت گلبدن زمیں کے تلے ہماری سیر کو ہو ایک چمن زمیں کے تلے
استقرار تو مجموع قلب عاشق ہو دوست منہ جو دشمن کا نظر آئے تو سمجھے رو دوست
یہ ہی سر ہو کہ اب ہو اپنے زانو پر سدا یا اسی کو تھا میسر تکیہ زانو سے دوست
مشہور ہے کہ باقیں کرنے میں ہکلاتے تھے۔ اور ہکلوں کی زبان
میں بہت سی غزلیں بھی مذاقہ کہی تھیں۔ چنانچہ یہ شعرا انھیں کی طرف
منسوب ہے ۵

یہ پھر میں تمہارا چہ چہ بچٹ گیا کلیجہ قدمہ مدقین گذر گئیں یہ پہ پاس تم نہ آئے
ذکی۔ سید غلام حسن بلگرامی مقیم آ رہ۔ شاگرد صفیر بلگرامی
سید بندہ حسن تمنا کے منگلے بھائی تھے ۵
کس طرح صورت تمہاری دیکھے کیا کرے ہے بے قراری دیکھے
راحت۔ مولوی حسن علی خاں غوث میاں صاحب قید

خلف کالے خاں۔ متوطن شہسرام ۱۲۳۱ھ میں پیدا ہوئے۔ قصبہ
 شہسرام کے اول شاعر ہی سمجھے جاتے ہیں۔ کسی کے شاگرد نہ تھے۔ بلکہ
 جو کچھ کہتے پہلے اپنے ممتاز شاگردوں مثلاً مسرور۔ بشاش اور
 تیغ وغیرہم کو نکتہ چینی کر نیکے لئے حوالہ کر دیتے ۱۳۰۱ھ میں انتقال کیا۔
 ایک توجہنا شمع کا ادب پرستم گل گیر کا کیا عدالت ہو کہ سرکشا ہو بے تقصیر کا
 مار کھانی کی ہیں باتیں جو کہیں زلف کو مار۔ بو نہیں سانپ میں سم زلف معطر میں نہیں
 رحمتی۔ کنور سکھراج بہادر۔ خلف کنور ہیرالال ضمیر ۱۲۹۵-۹۲ھ
 میں انہوں نے پانچ مشاعرے بڑے دھوم دھام سے کئے تھے
 جب سلسلہ حبیبان یہ تری زلف رسا ہو عاشق ترا کس طرح نذر بخیر۔ پاہو
 جب آپ ہی کو پاس نہیں رسم و راہ کا کیا فائدہ جو ہو بھی ارادہ تباہ کا
 رضا۔ سید محمد رضا ولد سید تبارک حسین بلگرامی مقیم آ رہ
 محکمہ افیون میں گماشتہ تھے۔ خدر کے دو برس قبل انتقال کیا
 بیشتر فارسی کہتے تھے ۵

گر کرے زیب گلو وہ نوجوان سبزہ رنگ فیض رنگ سبز سے تسلیع مر جاں سبر
 رضا۔ میرزا نظیر حسین۔ باشندہ عظیم آباد۔ تلمیذ
 میر عابد حسین شہت ۵

رہتا ہوا ک زمانے سے گردن میں باتن جو یا یہ پیر چرخ ہو کس رشک ناہ کا

رصنوا آن - ابوالمظفر مولانا بخش - باشندہ
 آ رہ - مالک رضوانی پریس - شاگردِ آتش ۵
 شمع روپوں کو ہماؤں کی گو پرواد تھی دل بہارِ عشق میں ادوں کا عطر پرواد تھا
 حالت مری دیکھ لے باہم بصیرت جس نے کبھی مجنوں کے فناء کو سنا ہو
 رقیم - منشی گر سہائے لال خلف منشی نور تران لال
 ساکن ند رہ ضلع گیا - شاگردِ ناسخ - فارسی و عربی میں بھی
 دست گاہ رکھتے تھے ۵
 درجمن و اگر اس عقدہ کی سو گڑ غنچہ غنچہ گرہ نافہ آ ہو گرد و
 رکن - سید غلام نبی - باشندہ عظیم آباد شاگرد
 حضرت وحید آبادی ۵
 بیمار کر دیا جسے دیکھا اٹھا کے آنکھ جادو سے کم نہیں اثران کی نگاہ کا
 ر و نق - میر غلام حیدر خاں باشندہ عظیم آباد ۵
 رحم کرے دوست گاہے غا کساری پر مٹا گفتش پاکی طرح تیری راہ میں قنادہ
 ر و نق - سید علی نواب - متوطن دہلی - میقم
 عظیم آباد ۵
 بے تیغ کے قتل ہوں گے عاشق ابرو پہ نہ رکھ شکن ہمیشہ
 رہائش - ڈاکٹر شیخ عبداللہ ولد شیخ فقیر محمد

باشندہ موضع راگو پور پر گنہ میتر ضلع عظیم آباد۔ شاگرد
حافظ ضیغم و عبداللہ خان قہرے

مجھ پاشکستہ کے لئے کیا احتیاج قید قابل ہی بیڑوں کے نہ لائق رس کے پاؤں
کیا ہو گئے وہ لوگ رہائی جو زیر چرخ بنجوں کے بل سے چلتے تھے رکھتے تھے توں کے پاؤں

نہیر۔ شہر لودہ مرزا محمد زبیر الدین عرف مرزا محمد رئیس بخت

خلف مرزا محمد دارا بخت ولی عہد اول حضرت ابو ظفر محمد بہادر
شاہ بادشاہ۔ مقیم عظیم آباد۔ ۱۲۹۵ء میں حیات تھے

دم ہوا فرقت میں ہوتا عاشق دلگیر کا گرنہ ہوتا سامنے نقشہ تیری تصویر کا

نہیر۔ سید جہان حیدر صاحب ڈپٹی کلکٹر راجپوت

ترجمہ شرع محمدی "کنائن لا" اور قصہ سلس کا ترجمہ انگریزی

سے اردو میں انہیں کا کیا ہوا ہے۔ حضرت صفیر سے تلمذ تھا

جو چوچا قیس سے کتنے ہیں عشق میں اتار تو رو کے کہنے لگا اس کا کچھ حساب نہیں

سما عز۔ محمد سعید۔ باشندہ دانا پورے

منہ بے سبب سفید نہیں آج ماہ کا رخ سے اٹھا نقاب کسی کچ کلاہ کا

سائلک۔ فصیح احمد۔ متوطن عظیم آبادے

کرنا نگاہ یا کہ نہ کرنا ہے اختیار قصہ توسن بواک ذرا حال قباہ کا

سائلک۔ حکیم محمد عسکری۔ متوطن لکھنؤ۔ غدر کے دو ایک

برس بعد عظیم آباد میں آکر سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ مرنیہ پڑھتے
تھے۔ پھر یہاں سے آ رہ گئے۔ وہاں تین چار برس طبابت کا مشغلہ
رہا۔ پھر یورنید گئے اور ۱۲۸۹ھ کے کچھ بعد وہیں انتقال کیا
تاسخ کے شاگرد تھے ۵

خاک میں بھی داغِ فرقت نے حرارت ہوئی کاہ آتش دیدہ ہی تربت پہ صورتِ دوہ کی
بنگنی نقشِ قدم کی طرح چشم انتظار میں نے ایسی راہ دیکھی قاصدِ محبوب کی
سخن ناظر عباس علی خلیفہ ناظر عبدالعلی ساکن علی گنج
سیوان۔ شاگردِ صفیر بلگرامی۔ غدر میں مارے گئے ۵

آجیواں کا ترے لب میں اثر ہو کہ نہیر مناظلمات تری زلفِ دوسر ہو کہ نہیر
سلطان۔ نواب سید نجم الحسن خاں عرف

سلطان مرزا ابن نواب حاجی سید ولایت علی خاں بہار اور
رسی، آلی، افی، ابتداءے شباب سے ۱۲۸۵ھ میں بہر مکان
سید علی محمد صاحب شادویہ منشی سید فرزند احمد صاحب
صفیر بلگرامی کے حلقہ تلامذہ میں داخل ہوئے۔ اردو کے

دو دیوان ایک بحرِ خفیف میں اور دوسرا مختلف بحروں میں
اور دو مثنویاں بھی اپنے نام سے یادگار چھوڑی تھیں۔ رسالہ
مرقع فیض (تذکرہ شاگردان صفیر بلگرامی مطبوعہ ۱۲۹۵ھ) بھی

آپ ہی کے نام سے شائع ہوا تھا ۵

یکشش بڑھ گئی جاننا ز کے جل جگہ شمع بھی جل کے برابر ہوئی پروکے

چلے عدم کو محبت کا داغ کھائے ہو چراغ لے چلے دامن میں ہم چھپا ہو

کہیں جگہ نہ ملی بیکسی کو آخر کار ہماری شمع لحد سے ہو لو لگاٹے ہو

سلطان - خواجہ سلطان جان - اصل نام راجہ

طالب علی تھا - خلف خواجہ حسین علی خاں مرحوم رئیس عظیم آباد - اولاً

میں خواجہ عبید اللہ احرار کے تھے - وطن بزرگوں کا بخارا تھا - مانہال کا

سلسلہ خواجہ میر درد سے ملتا ہے - موسیقی میں اچھا دخل رکھتے تھے

سیر چشمی اور اولوالعزمی میں مشہور زمانہ تھے - سن شعور کے بعد

روپیہ پیسے کو کبھی اپنے ہاتھ سے نہ چھوا - بہت دنوں تک لکھنؤ اور

کلکتہ میں بھی رہے - ۱۲۱۵ء میں کلکتہ سے گیا پونچر انتقال کیا - فارسی

اور اردو دونوں میں فکر سخن کیا ہے - تین دیوان یادگار چھوڑے

ہیں - یہ نمونہ کلام ہے ۵

وار کیا معلوم ہو تیغ نگاہ یار کا ساحل بھر فنا ہو گھاٹ میں تلوار کا

دل کہا جاسینے میں میرا جو کل پرکاش ہو گیا مینر باں جانا رہا اور گھر میں مہمان ہو گیا

دیکھے جو شکر چاند کے لکڑے سے نیکال انکار نہ کا فر کو رہے شوق فخر کا

زندوں کے آج نشہ میں کیا دیشج نکالی ہے مینا بغل میں سر پہ سبوح جام دوش پر

جب آتا ہوں ہو جاتا ہوں سوراخ جگر میں کا ہے کو کوئی آئیگا اب آپ کے گھر میں
 چاہئے عاشق معشوق میں گرا کر می وصل کی رات نہیں خوب یہ شرمناک شری
 دام بکھشتق میں ہم بے سبب پڑے کم بخت دل پہ ہائے خدا کا غضب پڑے
 تابکس کی جو کرے بات اوس بت مژدے جو بھی دیکھے تو لے اوس کی بلالیں دور
 تم کو پردے سے فقط بات بنا آتی ہے یا کبھی ہانڈ سی صورت بھی دکھا آتی ہے
 سلیم - سید نقان حیدر وکیل عدالت دیوانی قصبہ
 آرہ - خواجہ محمد شاہ شہرت کے شاگرد تھے

وہ تو داں غیر سے مشغول سخن ہوتا ہو اور یہاں حل معائے دہن ہوتا ہو
 گوشہ گیری ہی سے ہو جاتا ہو ناقص کامل ورنہ سبب ن کہاں مشک ختن ہوتا ہو
 سید - سید حسین - خلف شاہ فرید الدین احمد شاگرد
 میر محمد وابد پریشاں ساکن عظیم آباد

گرچہ ظاہر میں نظر ہم کو نہ آئی گا ہے پر تصور میں یہاں تیری کمر دیکھ چکے
 سعیدی - حکیم میر حسین - متوطن بلایا - مقیم عظیم آباد
 مٹھ اوں کا مرتے دم تری جانب پہنچ گیا کشتہ تھا جو کوئی تری تر چھی نگاہ کا
 شاد - رائے درگا پرشاد - متوطن عظیم آباد - راجہ

رام نرائن موزوں کے خاندان میں تھے
 دن کو جو شغل گریہ ہو تو شب کو آہ کا بوجھ نہ حال کچھ مہرے حال تباہ کا

شادآب۔ مولوی مہدی حسن خان خلف حاجی

امیر حسن خان مرحوم بن دیوان مولانا بخش صاحب خان بہساور
سی، اس، آئی۔ رئیس اعظم رسول پور ضلع مظفر پور۔ مقیم لال کوٹھی عظیم آباد
اس دور کے خوش گوشہ امیر تھے۔ حضرت نایاب کے چوٹے بھائی تھے
اون کے انتقال کے بعد منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی سے تلمذ اختیار
کیا تھا۔ شہزادہ میں حضرت امیر مینائی مرحوم خود بھی ان کے بلائے
ہوئے لال کوٹھی میں تشریف لائے تھے۔ اور ان کے شاگردان رشید
ریاض و کوثر بھی شامل تھے۔ اس زمانے میں شعر و سخن کا یہاں
بہت چرچا تھا۔ جناب شادآب نے یکم رمضان شہزادہ کو
لال کوٹھی میں انتقال کیا۔ نہایت ذہین اور طبع تھے۔ حضرت امیر
مینائی نے ان کا ذکر امیر اللغات کے دیباچہ میں بھی کیا ہے۔ اشعار
فی البدیہہ کہتے تھے۔ اپنے کلام کو انہوں نے کسی دیوان یا بیاض کی
صورت میں قلمبند نہیں کیا۔ ”دامن گلچیں“ میں ان کی بعض غزلیں
چھپی تھیں۔ یہ رباعی ان کی مشہور ہے

موت آئے گی مرجائیں گے ڈرنا کیا مالک کی خوشی یہی ہو کرنا کیا ہے
دل کی لہجہ تو دور ہو جائے گی یہ بھید تو کھل جائے گا مرنا کیا ہے
کیوں شگفتہ نہ داغ ہوں دل کے پھول ہیں سب تمہاری محفل کے

لطف روتے گلاب ہولے عم یار

رود ہی میں مرے جنازے پر

مرغ دل کا وہ کھیلے بھی شکار

فیض منعم سے بے نصیب کو کیا

خوب دیکھا مرقع فردوس

ہے خموشی جواب تاصح کا

ریخ اتنے اٹھائے ایے شاد آب

دل کے آئینے میں رخ عکس فگن کس کا ہو

چشم فتاں کا تصور نہیں عاتاد دل سے

لیگی شہر خوشاں میں جو دنیا سے اجل

آپ بھی طالب بخت میں میری جان بھی ہو

ہو عکس رخ سے تھے ساغر شرب میں جان

یہ جو سینے کے پلہ ہے کیا ہو

منقل بابا جایت جو ہوئی ہوئی

آتش آفت بھلا رونے سے کھتی ہے کہیں

توڑ کر بند قبا بے پردہ اوس کو کر دیا

کیا حیا کو آپ شرماتے ہیں اپنے عکس سے

جامہ باہر ہو جب چھو لیا تیرا لباس عطر کی بو ہر طرف پھرتی ہی اترائی ہوئی
 کثرت افکار میں کیونکر شگفتہ ہو غزل ہو طبیعت آج کل شاد آبِ مرجانی ہوئی
 شاغل۔ شاہ محمد آغا

خلف ہو لوی تراب علی۔ متوطن وہلی حضرت دماغ کے علانی
 بھائی اور اون کے شاگرد تھے۔ عرصہ دراز تک عظیم آباد میں رہے
 شطرنج بازی میں یگانہ روزگار تھے ۱۲۹۵ء میں حیاتِ شے
 کنیا پوچھا ہی ہم سے خراب تباہ کا لے دیکے ایک دم ہو سو وہ اپنی راہ کا
 اللہ سے ناز کی کہ دم عرض مدعا اون کو ہی ایک پہاڑ اوٹھانا نگاہ کا
 مرتے کبھی نہ طالب دیدار حشر یہ ملتا پتا جو ٹھیک تیری جلوہ گاہ کا
 دیوانہ ہو کے سر کوئی پھوڑے مگر کہتے ہیں سیدھی طرح سے آئے نہ رکھنا کلاہ کا
 دے اب ہوا اب اون کو جسے ہوش نہ ہو لو پوچھتے ہیں مجھ سے کہ تم جانتے کیا ہو
 در ماندہ و مجبور زمانے میں بتوں کے ہم ایسے ہیں جیسے کہ کسی کا نہ خدا ہو
 کچھ یاس سے تسکین ابھی دل کو ہوئی کمی پھر چھڑ دیا ہائے تمنا کا بُرا ہو
 بتائیں کس زبان سے ہم خزان دیدہ و نظر اپنا نہ اُجڑے یوں کسی کا جس طرح اُجڑا چین اپنا
 ایسے نفس جب یاد کرتے ہیں چین اپنا بہت روتے ہیں ہم پھر کس کو وطن اپنا
 جہاں گردی میں صورتِ آفتاب کوئی ملتا ہو نظر پڑتے ہی پھر جاتا ہی آنکھوں میں طن اپنا
 مراحلِ زبوں بھی باعثِ تفریحِ عالم ہو مجھے جو دیکھتا ہو بھول جاتا ہی چین اپنا

شائق - منشی للہا پر شاہ متوطن فرخ آباد - مقیم عظیم آباد سے
 کان اوج بھر گئے ہیں رقیبوں کی بات سننے نہیں وہ حال کسی داد خواہ کا
شائق - منشی محمد بخش عظیم آباد میں مقیم تھے۔ زیادہ حال معلوم نہیں ہے
 اب اوج کا کاسہ سر پائمال عالم ہو کہ جن کا تھکانہ کوئی ہمسر آسمان پہلے
شائق - منشی ہر فرار علی محمد ڈی کلکری بانکا ضلع بھاکھڑ میں ناظر تھے۔ تسلیخ کے شاگرد
 موت بھی سر پٹی ہو اوس کے بالیں پر کھڑی حال ابتر ہو تمہارے عاشق بیمار کا
شرف - مولوی محمد شرف الدین - متوطن پھلواری
 متصل عظیم آباد - حضرت شاہ نعمت اللہ کے نواسے تھے
 لے شرف فقیس اوجھا مھر گرفت تاجنوں را دست در داماں ماست
شمس - شریف احمد خاں باشندہ عظیم آباد - شاگرد
 مرزا غلام حسین فخر
 اگر نہاے وہ مہرے حجاب یاس تو تھر تھرت لگے آفتاب یاس
شمس - منشی پریشم سہاے متوطن عظیم آباد
 ہاں یہ مانا کہ جو نکلے ہی تو مر کر نکلے پر یہ حیرت ہو کہ اوس کو پہ گونگر
شمیم - شیخ محمد حسن باشندہ آره شاگرد محمد شاہ شہرت
 ستم جو رتیاں سے حال زاد نہیں کون سادہ ہو کہ ہم مور و بیداد نہیں
شمیم - محمد حسن خاں - متوطن عظیم آباد شاگرد میرن صاحب تہمت

اے شوقِ قتل جلد کہیں خضر راہ ہو بھولا ہوا ہوں راستہ میں قتل گاہ کا

نشور۔ دار و قعہ عبد الرحمن۔ ساکن باقر گنج پٹنہ۔ شاگردِ صدیقِ بلگرامی

فراق میں ترکیب تک بدن کو زار کریں تو ہی جواب ہے تا چند انتظار کریں

نشور کش۔ میر قوت علی بلگرامی۔ خلیفہ میرا مامی شاگرد

صدقہ بلگرامی ساکن آگرہ۔ اکثر غنیم آباد میں شریکِ عشاءِ ہوتے تھے۔ صاحب

دیوان تھے۔ ان کی تصانیف سے سات رسالے۔ ۱۔ مرآت المستحق

۲۔ لمعة العقول۔ ۳۔ تنبیہ العقول۔ ۴۔ مذاکر الناطقین۔ ۵۔ جوادان

۶۔ زہق الباطل۔ ۷۔ اور ایک ضخیم کتاب "فلسفۃ الکلام"۔ ۸۔ منقول

میں لکھی ہوئی غیر مطبوعہ ہر سہ

خشک لب دیدہ تر کہتے ہیں ہم بھی الفت کا اثر رکھتے ہیں

آخر کو جان دینی پڑی بجھو آن پر دل دینے تم کو آہی بنی میری جان

نشور کش۔ کند مال، متوطن مغیرم آباد، ضلع دیوان قوم کا استاد

انہوں نے ایک سنوی ضخیم فارسی میں بھی لکھی تھی۔ آگرہ وکی شاہوی

ایک شعر یہ ہے

کبھی میرا بیٹہ بہشت پر میں تھا جواب اس کا دنیا کے اندر نہیں تھا

سید شاہ امین احمد شہادت و شوق

شوق شخلص۔ حضرت سید شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہ

المعروف بہ "جناب حضور" خلف الصدق حضرت سید شاہ امیر الدین
 و محمد علیہ الرحمہ سجادہ نشین خانقاہ حضرت مخدوم الملک شاہ
 شرف الدین قدس سرہ۔ ساکن بہار شریف محلہ خانقاہ۔ ۲۳ رجب
 ۱۰۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ علوم معقول و منقول میں کامل دستگاہ
 رکھنے کے ساتھ شعر و سخن سے بھی خاص طور پر شغف رکھتے تھے۔ مثنوی
 گوئیوں میں اتنا بڑا قادر الکلام شاعر اس صوبہ بہار میں کوئی پیدا نہ ہوا
 گویا اس فن میں آپ یکتائے زمانہ تھے۔ یہ سب مثنویاں مناقبات
 ہیں۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں۔ ۱۔

گل بہشتی۔ گل فردوس۔ روضۃ النعیم۔ شجرات طیبات۔
 سلسلۃ اللالی۔ عبرت افزا۔ اور شہید و شیر۔
 اول الذکر میر ابو العال سخاات اصفہانی کی شغوی گل کشتی
 کے جواب میں ہے۔ اس میں خواجگان چشتیہ کی مدحت سرانی اور اون کے
 قصص و حکایات ہیں۔

(۲) "گل فردوس" جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ بزرگان
 سلک فردوسیہ کے مناقب و قصص میں ہے

(۳) "روضۃ النعیم" میں شیوخ قادریہ پاک کی منقبت اور
 ان کے احوال مندرج ہیں۔

(۴ و ۵) شجرات طہیات اور سلسلۃ اللہ کی میں متحد و خانوادوں کے شجرے منظوم کئے گئے ہیں۔

(۶) عبرت افزا میں۔ بعض بعض انبیاء علیہم السلام کی حکایات و قصص ہیں۔ یہ مثنوی ”مخمس نظامی“ کی طرز پر لکھی گئی ہے۔ اور اس ایک مثنوی میں پانچ وزن کی پانچ مثنویاں جدا جدا ہیں۔ یہ بہت بہترین مثنوی ہے۔ (۷) ”شہد و شیر“ میں مثنوی ”نان و پیر“ کا جواب دیا گیا ہے جس کے مصنف قے اصحاب صوفیہ کو برا بھلا لکھا تھا۔

مثنوی ”گل بہشتی۔ گل فردوس“ اور روضۃ النعم۔ یہ تینوں میرنجات کے ”گل کشتی“ کے وزن میں لکھی گئی ہیں۔ گل بہشتی کا سر آئناذ یہ ہے ۵

از ہجرہ زاد رہ فقر چہ دلخواہ بود ز انکہ الفقراۃ الحمد هو اللہ بود
ان تینوں مثنویوں میں صد ہا بزرگوں کے حالات اور اون کی حیات ہی۔ تثنیثاً پچیس تیس ہزار اشعار ہوں گے۔ ہر بزرگ کی توصیف و تعریف میں مختلف الفاظ۔ تنوع مضامین اور جداگانہ ادائے منقبت کی شان ہے۔ اس سے بھی کمال فن کی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔

مثنویوں کے علاوہ فارسی غزلیں بھی ہیں مگر مدیف و از نہیں ہیں پر دیوان کا صدق ہو سکے۔ اردو کا دیوان مدیف و بدمرتب ہے۔

شاعر میں آپ کسی کے شاگرد نہ تھے۔ طریقت میں حضرت شاہ جمال علی
بلخی قدس سرہ شیخ پوری کے مرید تھے۔ اور حضرت شاہ ولایت علی
اسلام پوری قدس سرہ سے ارشاد لیا تھا۔ آپ کے زمانے میں آپ کے
مریدین و مسترشدین کا شمار ایک لاکھ کے قریب بتایا جاتا ہے۔ ہر جادوی لایح
۱۳۳۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

دیوان اردو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اور اردو کلام اس کے پیشتر
کبھی منظر عام پر نہ آسکا۔ اس کے علاوہ آپ کا سب کلام متعدد بار
طبع ہو چکا ہے۔ آپ فارسی میں ثبات اور اردو میں شوق تخلص
قرماتے تھے۔ اب نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

مثنوی

بنام خداوند عرش بریں بہر بندہ پیش از رگ جان قرین
میر از غنڈ و شبیرہ و نظیر شہنشاہ و بے پیشرو وزیر

عظیم العطا یا جنزیل الکریم مزیل الخطا یا کفیل الامم

ملاؤ رسولان عظیم العدیل مطاع کریماں اھیل البیل

پایم از کفش و سرم از گلہ آزاد آمد ^{عزل فارسی} دل یہ عشق تو ز غمہاے جہاں شاد آمد

در سر لیلی و شیریں دل قیس و فریاد در جہاں کیست کہ از بند غم آزاد آمد

دیدم در محلہ شوق ز بس بیتابم بے زباں بود جرس لیک بے فریاد آمد

کے زعشق شد اس دشت محبت خالی رفت مجنوں اگر از باد یہ فرما د آ مد

لوح دل را ہمد از اعداد محبت پر کن کہ دریں نقش معظم اثرے نیست کہ نیست

کاسہ فقر عجب نعمت الوال دارد کہ بشکول گدا ما حفرے نیست کہ نیست

حاصل ہر دو جہاں نقد محبت باشد پیش ما فائدہ کون و مکان میں ہمیت

در بتان جلوہ انوار خدای بیغ ورنہ مارا غرض از رویتاں میں ہمیت

آں کسے نقد بقایر و ازیں دار فنا کہ جز از ذات تو باقی ہمہ فلانی دانست

رفت از خویش چنان بطلب یار ثبات کس نمی یابم و در ہر دو سرا میجویم

نمونہ کلام اردو

اللہ تیرا عام جو انعام ہو گیا جاری میری زبان پہ ترا نام ہو گیا

اگر اس کی جستجو وہ ملیگا تجھے ضرور کوشش جو تو نے کی تو سرا کام ہو گیا

دیکھا جب پائے حنائی کو کھڑ دل پس گیا پائمال خوبی رفتار آنکھیں ہو گئیں

کوئی اور غم محکو ہوتا تو ہوتا مگر رنج فرقت خدا یا ہوتا

فلک ہم سے اے شوق اگر میل رکھتا تو اس ہمہ سے اب تک ملا یا ہوتا

ہر وادی با ہوت کی یاں دشت نور کا کس طرح سے مجنوں ہو بجای ہم قدم اپنا

عقبی میں اسی کیلئے ہو راحت و شادی دنیا میں جو کرتا ہو غم اپنا الم اپنا

خازن از عشق سے ای شوق نکلو تم کہیں گلشن مستی سے ہو جاؤ گے در نہ گم کہیں

تن سے سرکٹ گیا حل ہو گئی مشکل میری واہ کیا عقدہ کشا ناخن شمشیر کی تھو

طرز غالب مجھے اب شوق بہت ہو رہا ہے
 ابتدا میں تو میں کچھ معتقد تیر بھی تھا
 کئی دن سے ان کو جو دیکھا نہیں ہو
 میری روح قالب میں گویا نہیں ہو
 مرزلف سیر پر دل جو شیدا ہو تو ہونے دو
 گرفتار بلا گر کوئی ہوتا ہو تو گھسنے دو
 ملتی گر تصویر یو سہا کی مجھے
 تیری صورت سے ملا کر دیکھتے
 عشق سے جتنا مجھے زوال ہوا ہو
 اتنا ہی وہ باعث کمال ہوا ہو
 کیا ہو رہا ہے کہ مرے طائر دل کو
 دام بلا گیسوؤں کا جاں ہوا ہو
 شوق غزل سے عیاں کدشت خاطر
 ہم سے امید جو وہ غزال ہوا ہو
 رباعی

جس دم ہم ہاتھ میں قلم لیتے ہیں
 ارباب سخن جھک کے قدم لیتے ہیں
 نقد تعلیم ان کو ہم دیتے ہیں
 جنس تشظیم ان سے ہم لیتے ہیں
 شوکت - مولوی سید اہل احمد عزت مولوی گولے صاحب
 خلف مولوی سید اصغر حسین متوطن موضع روہائی ضلع گیا۔ مقیم تعلیم آباد
 ذاب عطف علی خاں بہادر سی، آئی، ای، کے مدار مظہر اسم تھے۔ مولوی
 اولاد علی کا تمش سے تلمذ تھا۔ ایک دیوان اردو اور شتوی "حجاب شوکت"
 ان کی تصنیف سے غیر مطبوعہ پوسٹلہ میں سلاخ برس کی عمر میں انتقال کیا
 خیر علی تو وہ میت پر میری آگے ملے یہ کیا ملے جو مجھے خاک میں ملا کر ملے
 ملے وہ خاک میں آئے جو پیشم نہ ہو سکے خدا کرے نہ کسی کی گنج نظر سے ملے

شہرت۔ خواجہ محمد شاہ ولد خواجہ عبدالوہاب عظیم آباد

کے رہتے والے۔ وطن اصلی کشمیر تھا۔ منشی ہمدی بخش 'سیلم سے
تلمذ تھا۔ اور اس دیار کے متعدد شعرا ان کے شاگرد تھے۔

کرتے ہیں تعریف ابر و بت بے پیرگی دیکھنا تیزی ہماری برش شمشیر کی

آگنی اوس جنگ جو کی یاد جو ہنگام نسل موج دریا میں روانی ہو گئی شمشیر کی

تائید محبت بھی عجب کچھ نظر آئی دل ہی میں دل یار کی اپنے خیر آئی

آج آئنی اوس شوخ کے اڑتی خبر آئی ہم خوش ہیں کہ کچھ آہ رسا کام کر آئی

شہرت۔ منشی محمود۔ باشندہ عظیم آباد۔

دیکھتے ہیں اوس کے بھلے ٹکڑے رواج صید گہ میں صاف ہو شمشیر قاتل آئینہ

خود نما کب آسکیں دشمن دلوں کے سامنے جو سنا کسب ہر تاباں کے مقابل آئینہ

شہرید۔ مولوی یوسف علی۔ باشندہ بہار۔ شاگرد

تجربہ شدہ میں نیات تھے۔

ہو تماشا کلفتاں اپنا جانی غارت دید کے قابل یہ جنگ بیل پر روانہ

شیر۔ سید محمد شیر۔ متوطن بہار۔ سید محبوب شیر صوفی

کے خویش اکبر تھے۔ مرزا غالب اور وحید الہ آبادی سے تلمذ تھا۔

ہم کو دہل عشق حقیقی ہوا محاز آوارگی نے کام دیا خضر کا

صداقت۔ صادق علی خاں باشندہ عظیم آباد۔

کیا دخل ہم وفا پھر میں اور جفا سے یار سو مرتبہ زمانے میں گرا انقلاب ہو

منشی سید فرزند احمد صفیر (بلگرامی)

صفیر تخلص۔ سید فرزند احمد نام۔ خلف سید عبدالحی عرف
میر سید احمد احمد داروغہ آبکاری ضلع مونگیر بن حکیم حاجی مولوی
سید غلام یحییٰ حسینی واسطی بلگرامی وطن اصلی قصبہ بلگرام ضلع ہردوئی
صوبہ اودھ تھا۔ ۲۸ ذیقعدہ ۱۲۴۹ھ کو بہ مقام مارہرہ ضلع
ایٹہ متصل علیگڑھ کول اپنے تانہال میں پیدا ہوئے۔ تین برس کی عمر میں
اپنے وطن بلگرام میں آئے۔ اور پانچویں برس بہ مقام آرہ ضلع شاہ آباد
صوبہ بہار میں اپنے جد و والد کے ساتھ آکر سکونت پذیر ہو گئے اور پھر
یہیں کے ہو رہے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ

مولد و مسکن۔ وطن ہوا صفیر تین چار مارہرہ۔ آرہ۔ بلگرام
چودھویں برس شاعری کا شوق ہوا۔ پندرہویں برس سید محمد ہمدانی
خیر بلگرامی اپنے چچو پچا کے شاگرد ہوئے۔ بیسویں برس لکھنؤ جا کر
شیخ امان علی سحر (تلمیذ ناسخ) سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ پچیسویں
برس ۱۲۷۳ھ سال غدر میں مرثیہ گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ اس میں
مرزا و سیر سے اصلاح لی۔

ان کے تانہائی قرابت مندوں میں اکثر لوگ اہل سنت و الجماعت تھے۔ ان کے نانا حضرت صاحب عالم صاحب سجادہ نشین مارہرہ اور مرزا غالب سے خط و کتابت برابر رہتی تھی ^{۱۲۸۵}۔ ان کی خواہش ہوئی کہ حضرت غالب کے شاگرد ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ایک عریضہ مع دو غزل فارسی اور دو غزل اردو کے برائے اصلاح مارہرہ سے روانہ کیا۔ حضرت غالب نے بعد اصلاح آٹھویں دین جواب سے سرفراز فرمایا۔ کچھ دنوں تک اسی طرح خط و کتابت رہی۔ یہاں تک کہ ^{۱۲۸۶} میں یہ اپنے ماموں حضرت شاہ عالم کو ساتھ لیکر دہلی میں حضرت غالب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بطور ایک عزیز اور معزز مہمان کے کئی مہینے تک وہاں مقیم رہے۔ آخر رمضان ^{۱۲۸۶} ہجرت تک آ رہے واپس آئے

دلی سے آ رہے واپس آنے کے بعد سے حضرت صفیر کی عظیم آباد میں اکثر آمد و رفت رہا کرتی تھی۔ نواب سید ولایت خاں بہادر (سیالکوٹی) کے خلیف اکبر نواب تھل حسن خاں عرف سلطان صاحب سلطان اور شہر کے بعض عمائدین ان کے فیض تلمذ سے بہرہ مند ہوئے۔ اور

^{۱۲۸۷} میں ان کے نام سے رسالہ "مرقع فیض" (مکتوبہ تلامذہ صفیر بلگرامی) شائع ہوا تھا جس کی بنیاد حضرت سخن دہلوی کے ایک شاگرد سردار مرزا کی طرف سے رسالہ تنبیہ صفیر بلگرامی شائع کیا گیا۔ اور حضرت شاد سے بھی رسالہ بازیان ہوئیں۔ یہ سب سائے چھ

منظر لور اور آره وغیرہ میں بھی ان کے متعدد تلامذہ تھے۔

ادب اردو کی تاریخ میں تصفیہ بلگرامی بھی ایک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ نظم میں غالباً آٹھ دیوان کے قریب ان کے کلام مرتب ہو گئے تھے جیسا کہ خود فرماتے ہیں ۵

مشق تیری یہ بالیس برس کی جو تصفیہ آٹھواں فضل الہی سے ہر دیوان تیرا
تشر میں تالیف و تصنیف کی تعداد نظم سے بھی زیادہ ہے۔ فہرست
تصانیف حسب ذیل ہے۔

۱۔ اشعار تصفیہ۔ در بیان تائیت و تذکیر۔ یہ رسالہ حضرت جلال
نکھوی کے رسالہ تائیت و تذکیر سے پہلے لکھا گیا تھا۔ مرزا تقی علی نے
اس پر تقریباً بھی لکھی تھی جو ”عود ہندی علی سیدی تھی۔ سٹ گلبن موزوں
(ناول) سٹ جو ہر مقالات (ناول) سٹ مرعوب القلوب۔ حال
انبیاء و ائمہ علیہم السلام۔ سٹ صراط المستقیم۔ سٹ قیامت نامہ
سٹ راحت طفلی۔ سٹ دغدغہ موت۔ سٹ شکر محشر۔ سٹ جوش محنت
سٹ معراج العقول و عظمت آل رسولؐ سٹ شبستان معراج۔ سٹ
قصہ بوستان خیال (ترجمہ) ۳ جلد۔ سٹ محشرستان خیال ۲ جلد
۵۔ رسالہ چشمہ کوثر و تذکرہ مرثیہ گویاں سٹ تحقیق اللسان و تحقیق
زبان اردو سٹ تاریخ بلگرام سٹ ترجمہ تصفیہ منہج اصناف

۱۹ تذکرہ مردم دیدہ۔ محض تذکرہ جلوہ خضر ۲ جلد۔ یہ کتاب
اردو کے امتحانات بی۔ اے۔ و ام۔ اے میں ہنوز نگار آمد خیال کیا
مگر افسوس ہو کہ مطبوعہ کتابوں کے ماسوا اس فہرست کی اکثر کتابیں
اب بالکل نایاب ہیں۔ غالباً کیرٹوں کی نقد ہو گئے۔ تاہم بعض
کتابوں کے قلمی نسخے مولوی سید عنایت احمد صاحب بلگرامی ڈپٹی
مجسٹریٹ فیروزہ ضعیف بلگرامی کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ جو
اون کی عنایت سے اس فقیر کی نظر سے گزرے۔

مشہور ہو کہ ان کی زبان میں لکنت بے انتہا تھی جس کے
باعث مشاعروں میں بڑے وقت بعض اوقات کسی لفظ کا پہلا
حرف کہتے کہتے لیٹ جانے کی نوبت آجاتی تو وہ پورا لفظ ادا
ہوتا تھا۔ اسی خیال سے عموماً پشت کی جانب گھاؤ گئے گھاؤ
جاتے تھے۔

بتاریخ یستم ماہ رمضان المبارک ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۲ مئی
۱۸۹۰ء پٹنہ میں انتقال کیا۔ اور آرمہ میں مدفون ہوئے۔
اب نمونہ کلام ملاحظہ ہو

نہ کوئی حال پہ اپنے رویا روئے ہم سارے زما کیلئے

دلانہ آنکھ میں ہوں غوں کے سوا آنسو گناہ پر جو ہیں ساغر خمر میں آب

میں محتسب ہی کو کو سو گنا پانی پی پی کر تمام عمر یوں گنا غم شراب میں آب
 نہیں ہو ربط تنک نظر فوجہ استقرار ٹھہر سکے نہ کبھی ساغر حباب میں آب
 یا وہ عشرت ہوش ریا تھارات جو میں جام لیا بائے یہ حرات ساقی نے کی دوڑ مجھ کو تھم لیا
 قتل کیا تو خجالت کیسی چھپ سکتا تھا خون کہیں جس نے سنا احوال ہمارا اوس نے تمہارا نام لیا
 دیکھنے مجھ کو آجائو بات تو ہوتی کہنے کو عمر تو آخر ہو ہی چکی تھی تم نے عبث الزام لیا

ترے لب پہ ہم جو فدا ہوئے تو اثر نمائے بقا ہوئے

جو چلے تو تم کی صدا ہوئے جو گرے تو خاک شفا ہوئے

یہ ہمیں ہیں اے فلک نہ تم کہ رہیں رنج و بلا ہوئے

جو سنا اللہ است بر حکم وہیں غمہ سنج بلی ہوئے

و اب آئیں موت کی ہچکیاں کوئی دم میں بند ہوئی زباں

کوئی کہدے میری طرف سے واں ترے حق سے ہم تو ادا ہوئے

گری برق جو یک بیک تو لرز گیا دل کوہ تک

اوڑے سنگ ریزے جو ہر طرف تو بتوں میں جلوہ نما ہوئے

نہ وہ لن ترانیوں کا پتہ نہ وہ بے نیاز یوں کا مزا

یہ صتم ہزار طرح بنے نہ کسی طرح سے خدا بچے

دم نزع مہینہ مرا بر ملا سوئے قہر آپ ہی پھر گیا

مرے طائران نظر جو تھے وہی مرغ قبلہ نما ہوئے

زیر فلک ہٹاؤ جو مہر نقاب کو لگ جائیں چار چاند مہر و آفتاب کو
ایک نالے میں نہیادوں کے ملا فاک کا ڈھیر لے اڑا ساتھ مگر شعلہ فریاد مجھے
شاہ قرزند علی صوفی

صوفی تخلص۔ اصل نام سید ابو محمد جلیل الدین حسین تھا (مراد)
بہ شاہ قرزند علی) مینر شریف کے مخدوم نادوں میں تھے۔ ۱۳۴۵ء
میں پیدا ہوئے۔ درسیات میں فارغ التحصیل اور صاحب علم و فضل تھے
نظم کے علاوہ نثر میں بھی صاحب تصنیف ہیں۔ حضرت مخدوم الملک شیخ
شرف الدین بہاری قدس سرہ کے احوال میں ”وسیلۃ الشرف“ جو فارسی
زبان میں ہے آپ ہی کی تصنیف سے ہے۔ شاعری میں مرزا غالب
کے شاگرد تھے۔ علاوہ دیوان فارسی اور اردو کے تین مثنویاں ”ریش
عشق“ ”دککش عشق“ اور ”لوار الحمد“ آپ سے یاد گذار ہیں۔ مندرجہ
ذیل مثنوی کے چند اشعار میں ایک شعر پر مرزا غالب نے تین ماہ
بنائے تھے ۵

فخر عالم گہر تاج رسل	خواجہ کون و مکان مرجع کل
قرۃ باصرہ عین حضور	اولیں موجد و ریائے ظہور
نور حق جلوہ رب شاندار	ہر توبندہ مگر اللہ ۴۴
جن دونوں مرزا غالب کے مشکل آفرین اشعار پر مثنوی کے	

بعض لوگ مٹھ آتے تھے اور یہ کہا گیا تھا کہ

کلام میر کے اور زبان میرزا کے مگر ان کا کہا یا آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

تو مرزا کے اکثر مذاہدہ نے استاد کی جانب داری اور حمایت میں نظمیں

لکھی تھیں۔ چنانچہ حضرت صوفی نے بھی دو رباعیاں لکھ کر بھیجی تھیں

جن میں اس رباعی پر مرزا نے دو حواد کئے تھے۔ رباعی

سب تیغ زبان سے نہیں پہچانتے ہیں غالب وہ ہیں سب اہل سخن جانتے ہیں

یہ شیر خد کے نام کی ہو برکت ہو یا اسد اللہ کا سب مانتے ہیں

جناب صوفی کا کلیات اردو و فارسی منور فیض مطبوعہ

راقم کو مندرجہ ذیل انتخاب کلام جناب حکیم شاہ حید محمد الیاس صاحب

یاس بہاری سے دستیاب ہوئے جن کو انہوں نے مختلف کتب

مطبوعہ سے جو خود حضرت صوفی کی تصنیف کردہ ہیں۔ جو سب جناب

شاہ اکرام الدین احمد صاحب عرفاں اسلام پور میں قراہ کر لیا تھا

جناب صوفی نے ستر برس کی عمر میں شمسہ میں انتقال کیا۔

نمونہ کلام اردو یہ ہے۔

لاکھوں نیاس ہیں ہزار عبادت دے کہیں درجہ چار ہی نکلیں گے محبت دے

یقیناً بھی ہیں بڑائی ہو تو بس اتنی ہو تیکہ اپنے کو سمجھتے ہیں نصیحت دے

نہیں کہہ سکتے حدوث اور قدم میں اختیار ہیں ترے جلوہ گیت میں حقیقت دے

دیکھتے ہیں سر کو چہ میں ہم اپنے سر پر جو کہ دیکھیں گے قیامت میں قیامت کے
 قدموں سے توجہ کرتا زمین آستان ہو کر جمل ہی آسمان سمت کی اپنی آسمان ہو کر
 وا کرتا ہی غم اس ناتواں کی استحا کہ خوشی آتی ہو جب ل میں نکلتی ہو فغاں ہو کر
 ملک گھر رہ گئے تہا ہمت ہے پی کے چل گئی ہو راہ کوئے یار کی باغ جہاں ہو کر
 جہاں ہو میرا ملک حراں کہیں جے سایہ وہ ہو مرا شب ہجران کہیں جے
 جلوئے کو تیرے حشر کا کیوں انتظار ہو جلوہ ترا ہو حشر کا ساماں کہیں جے
 حق تو دل سے جلتے ہیں صوفی شمع گر دینی قبر کی گل ہے
 گر حسب خواہ گردش ایام چاہے تو دور جام سے سحر و شام چاہے
 مسجد گیا تھا صبح مناجاتوں کے ساتھ پر اس لئے کہ وصل دل آرام چاہے
 صوفی - حکیم احمد حسین متوطن گوالیار مقیم عظیم آباد - بانی
 مدرسہ صوفی - انہوں نے الف با کا ایک نیا قاعدہ ایجاد کر کے ابتدائی
 طریقہ تعلیم میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا
 میں صوفی سستی و سہل خواب کثرت سے بچے نشہ توحید ہوا ہو
 صولت مولوی سید محبوب شیر خلع مولوی سید
 واحد شیر متوطن موضع محسن پور ضلع عظیم آباد - تلمیذ رشید مولوی محمد حسن
 احسن بلگرامی - مشائخ عالم شباب میں انتظام کیا ایک
 دیوان آباد کہ پھوڑا ہے جس کو ان کے خلف الرشید مولانا محمد سعید

علی شیر صاحب کنت نے ۱۲۵۹ھ میں طبع کرایا تھا ۵

دل شناسد کہ بہر رنگے دل آرا ہے ویدہ داند کہ بہر پردہ تماشا ہے

از در شہر نہ از راہ بیاباں ر فتم از رہ چاک جگر تا در جاناں فیم

ضمیمہ - ضمیر الدین احمد باشندہ عظیم آباد محلہ لودی کٹرہ ۵

رہا کرتا ہوں دل بیتاب ہر دم یاد دہریا بجا شکفوں رہتا میر دیدہ تیر

ظاہر - مرزا محمد ظاہر نعیم عظیم آباد - خلف مرزا ماسر لکھنوی

بھی ہو مثل بختی ہو دو ہاتھ تالی ہم بھی ہیں کشیدہ تم اگر ہم سے خوابو

طیب - ڈاکٹر حبیب اللہ - متوطن بریلی - بعد غدر آ رہ

میں اگر سکونت پذیر ہوں ۱۲۹۴ھ میں پٹنہ میں انتقال کیا ۵

اے بحر حسن منتظری ہو جناب کی پتھر اری ہیں دیر سے آنکھیں حباب کی

بلبل جو تیرے چہرہ رنگیں کو دیکھے ہر گز نہ رکھے دل میں محبت گلاب کی

ظہیر آغا حسن باشندہ آ رہ - شاگرد محمد شاہ شہرت ۵

فص کل میں توڑ ڈالوں گا قصہ کی تیرید میک لیک جلی میں ہیں سو سو برس کی تیلیاں

دہنہ جب تک لٹ جائے کیا یہ مرغ روح ہیں قفس میں جسم کے تار قفس کی تیلیاں

عاجز - لارہ کلا پر شاہ متوطن عظیم آباد - شاگرد منشی

ہیرہ لال شکیت ۵

گشتی بخت کا اپنے یہ ست اثر پھر نامری طرف سے تمہاری نگاہ کا

عاصی محمد خیرات حسین متوطن عظیم آباد شاگرد عظیم عاصی

عارض پر یہ نمونہ خط سیاہ کا دھاوا طلب پر یہ جیش کی سپاہ کا

عاصی محمد خدا بخش متوطن عظیم آباد

نیا کیا نظر آرہے ہیں گل رو آباد رہے چمن ہمیشہ

علی - علی نواب - متوطن عظیم آباد - شاگرد آفتاب اللہ

قلق لکھنوی ۱۲۹۵ء میں حیات تھے

سیری طرح سے رہنے لگے وہ بھی قرار شاید یہ اون پر صبر پڑا سہری آہ کا

عباس - ناظر عباس علی خلف ناظر عبدالعلی ساکن

علی گنج سیوان - شاگرد محمد شاہ شہرت - غدر میں مارے گئے

اب حیوان کا ترے لب میں اثر ہو کہ نہیں صاف ظلمات تری زلف و سر پر نہیں

ناظر میر وزیر علی بکمرنی

متوطن قصبہ باڑھ ضلع عظیم آباد - شاگرد رشید راجہ پیالہ

الفتحی - اس دیار کے اکثر شعرا ان کے شاگرد تھے - ابتدا میں نواب

روشن الدولہ محمد مہدی قلی خاں بہادر شوکت جنگ کے یہاں ملازم

تھے - اس کے بعد نواب ضیاء الدولہ سید محمد حسن خاں تہور جنگ کے

یہاں اور پھر اختتام الملک راجہ بھوپ سنگ بہادر کے یہاں

منشی گری پر مامور رہے - تذکرہ "روز روشن" اور "عجاز المحبت"

و "سورج انہیاں" وغیرہ ان کی تصنیفات سے ہیں ۵

مہ پارہ قد شید غداری چہ توں گفت یک ذرہ سر مہنداری چہ توں گفت

مارا کہ بجائیم خریدار و صالت از ہر فروشاں نشاری چہ توں گفت

کارش چہ بتیابی وز نہار نہ گفتی لے عجمی با یکہ کاری چہ توں گفت

عزیز۔ سید عید العزیز رئیس بیمار محلہ بارہ دری صادق پور

م غے یہ بھی ہوں صورت بجا بقرار کشتہ ہوں کس کی شوخی برق نگاہ کا

عطا۔ آغا مزار۔ متوطن عظیم آباد ۱۲۹۵ھ میں حیات میں ۵

دھوکا ہوا جو رخ پہ شہر ہر دماہ کا بیشک قصور ہی یہ چاری نگاہ کا

علم۔ دوست محمد متوطن کیا۔ شاگرد شاہ محمد اکبر جانا پوری

وہ بہرین کوٹھے اپنے چڑھا ہوا آج اترا ہوا سامنے نظر آتا ہے ماہ کا

علیم۔ محمد علیم الدین۔ متوطن عظیم آباد محلہ لودی کٹرہ

شاگرد میرن صاحب نکہت ۵

پہلو میں درو آنکھ میں آنسو لبوں پہ آہ شہر یہ ک علم ملاہم کو جاہ کا

عمر۔ محمد عمر۔ متوطن عظیم آباد۔ پورب دروازہ سرکل

میں محمد اللہ رحمتی ۵

تیر قضا جو خلق میں مشہور عام ہے وہ یک کر شمع پر تری تر چنی نگاہ کا

عیش۔ توبہ لیاقت علی خاں خلف تواب اقبال علیخان

رئیس داؤد نگر متلع گیا۔ تلمیذ کا آہش جون پوری۔ غدی میں کی
کل جائداد ضبط سے کار ہو گئی تھی۔ مگر معقول وظیفہ ماہوار آخر عمر تک
ملتا رہا۔ ۱۳۱۶ء میں انتقال کیا۔ ایک دیوان اردو غیر مطبوعہ۔ ایک
دیوان فارسی۔ ایک مثنوی غیر مطبوعہ اور ایک مثنوی "رموز عشق"
مطبوعہ ان کی تصنیف سے ہے۔

موج پر اشکوں کا میرے اس قدر سیلا تھا آسمان کا دائرہ بھی حلقہ گرداب تھا
ہماری گردش تقدیر اب کچھ نکلانیگی بگولہ بن کے اٹھتا ہی غبار اپنے بیابان کا
غلام۔ غلام نئی خان قوم افغان۔ ساکن محلہ یاقوت گنج
پٹنہ شاگرد صدیقی بلگرامی بعد غدر شریک مشاعرہ ہوتے تھے۔ چند
سال کے بعد دوبارہ کر گئے۔

ندی ہی ہر شہرہ میں چشم پر آب کی پھرتی پر میرے دیدوں چشمہ جلا بہا
اساد یقیناً نے صدقہ اک غلام کو دانی ہی پسینہ تیرے ہر کتاب کی
قائزہ سید۔ پادی علی خان رئیس عظیم آباد سے

پچھلے لیکے نام بہت اوس کی چاہ کا پہلے خیال دل کو نہ آیا سید
فدوی۔ لالہ سیلوک رام وکیل عدالت دیوانی پٹنہ
جی کو تہ چین ہوئے نہ آرام پاؤں پھر کس امید پر کوئی تم سے
فرحت۔ میر فرحت علی باشندہ عظیم آباد سے

سر رہ ہوں نیوں نہ دیدہ اہل نگاہ کا آخر غبار بھی تو میں ہوں کس کی دہا کا

فرحت۔ قاضی سید فرحت حسین رئیس عظیم آباد

محلہ بخش شاگرد حضرت وحید آلہ آبادی سے

ہر دم جو تری چال کا اندازہ نیا ہو ایک جگر کئی رنگ سے دنیا میں نیا ہو

فرد۔ وحید الدین خاں عرف خدا بخش خاں ولد محسن خاں

قوم یوسف زئی۔ باشندہ در بنگہ۔ شاگرد مصحفی صاحب یوان

اور صاحب تلامذہ تھے

کبھی کعبہ بھی بت خانہ ہو مسکن اپنا دین مذہب کہوں کیا شیخ و برہن اپنا

بیتاب ہوں میں تشنگی نزع سے قاتل پیکار سے تو آب دم شمشیر گلے میں

فروع۔ عنایت علی خاں ولد قادر علی خاں عظیم آبادی

شاگرد احمد علی کامل آو صاحبہ قدسیہ محل کے منہ بولے بیٹے تھے

آنا ضرور فاتحہ خوانی کو قبر پر عزت ہماری بعد فنا ہو تمہارے ہاتھ

بجھتے تھے وہاں بھی انکار ہوا دے کہتا ہوں میرے باؤں کو تو رکھ کنار ہاتھ

سید شاہ الفت حسین فریاد

فریاد تخلص۔ سید شاہ الفت حسین نام خلف سید شاہ

موراحسن ابن شاہ عبداللہ۔ متوطن موضع، سارو، ہرمتقل

پیریکہ ضلع گیا۔ ۵ رجب ۱۲۱۹ھ کو پیدا ہوئے۔ تیرہواں سال
 تھا کہ ان کے والد نے انتقال کیا جب سے یہ عظیم آباد میں اپنے
 نانا کے یہاں رہنے لگے۔ درسیات عربی و فارسی میں فانی تھے۔
 ۱۸۳۲ء میں عظیم آباد میں پہلے پہل اسکول قائم ہوا تھا۔ یہ
 ایک عرصے تک اسکول میں فارسی زبان کے مدرس رہے۔ پھر مفتی
 ہو کر ۱۸۳۸ء میں مرشد آباد چلے گئے اور وہاں ریڈیٹنٹ صاحب
 توسل سے مرشدزادوں کی اتالیقی پر عین برس تک ملازم رہے
 اس کے بعد ۱۸۴۲ء میں نظامت کی طرف سے سیر مقرر ہو کر کلکتہ
 بھیجے گئے اور سولہ برس تک اس عہدے پر ممتاز رہے۔ پھر بوجہ جن
 اس سے بھی استفادہ کیا۔ اور ایک اخبار ”آئینہ گیتی نما“ نظم و نشر
 میں نکالنا شروع کیا۔ جو برکال میں مشرقی زبان کا شاید پہلا اخبار تھا۔
 اس کے بند ہونے کے بعد ان کے احباب اور شاگردوں نے ۱۸۶۵ء
 میں ”سلطان الاخبار“ نکالا۔ پھر تیسرا اخبار ”دو بین“ نکلا
 ان سب اخباروں میں ان کی نظمیں اور نثر کے مضامین شائع ہوتے
 تھے۔ غرض اس طرح مسلسل ۳۵ سال تک کلمۂ نبی قائم رہا۔
 اس طویل مدت کے درمیان کچھ دنوں کے لئے صرف دوبار عظیم آباد
 آئے تھے۔ پہلی بار ۱۸۵۵ء میں صرف چار ماہ کے لئے۔ اور دوسری دفعہ

۱۸۶۲ء میں دو برس کے لئے۔ اس کے بعد تیسری بار ۱۸۷۷ء میں
 عظیم آباد میں مستقل طور پر واپس آگئے۔ مگر سیر اوقات کا کوئی ذریعہ
 بند نہ ہوا تھا۔ گو درس و تدریس کا شغل آخر عمر تک جاری رہا۔ تاہم ستر
 برس کی عمر ہو چکی تھی۔ نواب سید ولایت علی خاں بہادر سی۔ آلی خاں
 کی بدولت چھ سات برس تک زندگی کے باقی ایام عزت و آرام سے
 بسر ہو گئے۔ تقریباً ۷۷ سال کی عمر میں ۱۸۸۱ء میں انتقال کیا۔
 بخاری اور اردو دونوں زبانوں میں انہوں نے داد مستحوی
 دی ہے۔ اردو میں کم اور فارسی میں زیادہ۔

”حیات فریاد“ میں مذکور ہے کہ ”اردو میں ان کو اپنے ماموں
 سید شاہ جمال حسین جمال سے۔ اور فارسی میں اپنے دوسرے
 ماموں سید شاہ وارث علی اشکی سے تلمذ تھا۔ اور ان دونوں
 بزرگوں نے دلی جا کر خواجہ میر درد سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا۔“
 لیکن مشہور تذکروں سے اس کا کوئی ثبوت نہیں پایا جاتا۔ اس کے
 ماسوا شاہ جمال حسین نے ۱۲۲۹ھ میں انتقال کیا اور اس وقت
 حضرت فریاد کا سن دس برس سے زیادہ کا نہ تھا۔

تذکرہ ”شجرہٴ شرا“ (مؤلف مولوی عبدالغفور خاں نسلی) میں جو ۱۲۹۱ھ میں
 حضرت فریاد کی حیات میں چھپا تھا۔ ان کو راجہ پیارے لال لفظی

عظیم آبادی کا شاگرد بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ "بیشتر فارسی کہتے ہیں۔ اپنی شاعری کا بہت غرور رکھتے ہیں۔" اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اردو میں حقیقتاً بہت کم کہتے تھے۔

یہر حال۔ فارسی میں مثنوی "گنجینہ عشق" مثنوی "دستان

اخلاق"۔ مثنوی "روحۃ المعانی" اور چھ سات ملاحام مثنویاں ایک فارسی غزلیوں کا دیوان۔ اور دس بارہ فارسی قصیدے تھے جن میں دو تین قصیدے اور ایک مثنوی "دستان اخلاق" عجیب لکھی تھی۔ باقی کا پتہ نہیں۔

اردو میں بھی ایک قصیدہ۔ ایک مثنوی "طلسر جہاں" اور

غزلیں تھیں۔ مثنوی کلام یہ ہے

نہ وہ تیغ غضب سے بن آئی کبھی نہ وہ خنجر برق بلائے کیا

جو بہ دیر فقہانے کیا وہی آن میں تیری اداسے کیا

نہ بشارتیں تھیں نہ وہ ہمسی نہ مخاطبت تھی بعد خوشی

رہے سر کو ٹھککائے وہ دیر تلاک یہ غضب سے آہر سا گیا

شب غم میں جو آئی زباں پہ مری مرے دم کو بھی ساتھ ہی لے گئی

مرے ساتھ کیا وہی آہ نے بھی جو جرس غم کے ساتھ ہوائے گیا

ہر ایک کے بانٹاں لیکن تجھی کو بے نشان پایا مگر اس بے نشانی پر چہاں موند ہو یاں پایا

گئے جس جس جگہ بسنے کو خواہاں اماں ہو کر زمین قوموں کے نیچے سر کے اوپر آسمان پایا
 مدد کرتی ہو تو اس وقت جب چارہ نہیں ہوتا زمانہ میں تجھی کو لے اجل ایک مہربان پایا
 خدا آجاتی کسی طرح کے اس کے بنائے تھے عروس ہر کو قمر آدھ جب لکھا جواں پایا
 مٹی رہی ہر ترے قدم کے نشان پر کیونکر زمین کو فخر نہ ہو آسمان پر
 جھوٹی شراب ساقی پیمائیں شکن جو دکا آب بقا کو پھر نہ دھروں میں زبان پر

کچھ نہ پوچھو ان دنوں دل کو شکیبائی نہیں رات بھر کس کس طرح چاہا یہ نیند آئی نہیں
 دیکھ کر مکتوب میرا یوں دیا اس نے جواب کہدے قاصد میرا اور ان کے شناسائی نہیں
 جس کو دیکھا وہ خط باطل نظر آیا مجھے صرف دیوانہ شرا عاقل نظر آیا مجھے
 ساربان کہتی تھی لیکن کہ تو بھی مڑ کے دیکھ کوئی دیوانہ پس محل نظر آیا مجھے
 اللہ اللہ مرجع عالم ہی تیری بارگاہ شاہ بھی در پر ترے سائل نظر آیا مجھے
 کھل گئی وہ زلف تحریک مسکین گھڑی اس کے ہر ایک پیچ میں ایک دل نظر آیا مجھے
 عمر گزری ہے فریاد و ہجر عشق میں پر نہ اس کا آج تک ساحل نظر آیا مجھے

فرید۔ مولوی حاجی محمد قریب۔ متوطن پھلوادی۔ ہجرت

کر کے دینے منور کئے۔ وہیں سے انہیں انتقال کیا۔

دکھا وہاں میں آہ و نیشم قریب سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باداں

وہاں وہ چمکے یہاں یہ برسے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں

وہ بام پر اپنے خمزدہ تن ہے زمین آستو سے میرے تر ہے

عجب ہو ایک سیر و پیر سے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں
فرید بعد از قصیر تو نے کیا ہے سر سبز اس زمیں کو
قدم رکھے کون اس میں ڈرے فلک پہ بجلی زمیں پہ باراں

فضل۔ محمد فضل الرحمن۔ متوطن عظیم آباد سے

بے فائدہ ہو حکم مجھے قتل گاہ کا کافی فقط اشارہ ہو ترجمی نگاہ کا

فہمی۔ شیخ دیانت حسین خلف شیخ ہدایت علی۔ باشندہ

بہار بہ ماڈل اسکول ضلع مونگیر میں مدرس فارسی تھے۔ فارسی و اردو

دونوں میں فکر سخن کیا ہے تسلیح کے شاگرد تھے

نہ وہ میں ہوں نہ وہ زبانہ رہا دل لگانے کا اب مزانہ رہا

کی یہ اشک و حیا نے پردہ دری رات میرا ترا چھپا نہ رہا

فیاض۔ فیاض حسین متوطن بریلی مقیم آہ۔ برادر خورد ڈاکٹر

حبیب اللہ خواجہ فخر الدین حسین سخن و دیوئی کو اپنا کلام دکھاتے تھے

راہ پر اپنے نہ اب تک وہ تکر آیا عبت ایسے پر الہی دل مضطر آیا

قادر۔ مرزا قادر بخش۔ متوطن دہلی مقیم عظیم آباد شاگرد

مولوی عبد الکریم خاں آشتی پھیلتی میں مشہور تھے

تنگ باد میں نہیں اوچے عین بانگ نہر حواں کی ہو ظلمت میں رواں بانگ

قدح شہر۔ لالہ جگت بہاری لال باشندہ عظیم آباد کوچہ جوالال

شاگرد صغیر بلگرامی ۵

ہوتے ہیں وصل یار کے سامان شائے پھر دل میں جمع ہوتے ہیں اریاں شائے

آتا ہے آج سیر کو وہ غیرت بہار برے گا ابو ذنگ گلستان سے شائے

قائل - سید علی خاں ولد میر فضل علی خاں عروت میر بڑھن

عظیم آبادی - شاگرد رشک لکھنوی - بسبب قرابت شیخ فتح علی

داروغہ نواب قدسیہ محل لکھنؤ گئے تھے - پھر کانپور میں مقیم رہے - راہ

کر بلا میں انتقال کیا - صاحب دیوان تھے ۵

دیکھتے ہی اوسے وہ شوخ مٹا دیتا ہے کو دکان مشق جو کرتے ہیں سرنام کے حرف

نام گل مشق یہاں تک کہے ماشاء اللہ خط گلزار ہوئے اوس بیت کا قلم کے حرف

قربان - میر قربان علی - باشندہ عظیم آباد ۵

نکالوں دل گلیوں کو اوس کہاں ابرو پیکان کہ آذر وہ نہیں کرتا ہر کوئی اپنے ہواں کو

قریبی - خواجہ عبدالکریم ابن شیخ احمد علی - ساکن شہر گھاٹی

منلع گیا - تالیف و تصنیف کا بھی شوق تھا اسلئے میں انتقال کیا ۵

جو دیکھا ترے روئے گلگون کو ہم نے نہ پھر مجھ کو بلغ ارم یاد آیا

قمر - مرزا غلام حسین - باشندہ عظیم آباد - شاگرد قاضی

محمد صادق خاں اختر ۵

دل پس گئے ہزاروں کے لئے غیرت چمن پاؤں کا تیرے ہندی لگانا غضب ہوا

✓ **قمر**۔ مولوی قمر الدین مجدد متوطن آ رہ۔ شاگرد صفیر بلگرامی
 جس سب گردن چٹان بتا کہتے ہیں میں نے دیکھا تو مری گروش قسمت نکل
 تو نے تو انکا تھا دل بہان بھی دیدی ہیں وصلہ سے ترے بڑے مری بہت نکل
کامل۔ شاہ مرشد حسین خلف طالب حسین عظیم آبادی ساکن درہنگ
 بقول مولف "جلوہ خضر"۔ مزاج میں کچھ وحشت تھی۔ ستر سالہ تک
 حیات تھے۔ مرثیہ گوئی کا بھی شوق تھا۔ تحصیل علم کے لئے لکھنؤ گئے تھے
 پھر اپنے وطن کو چلے آئے۔ خواجہ وزیر لکھنؤی کے شاگرد تھے۔
 پیشگی انگشت منائی سے بجا کر کہتے ہیں ہوتا ہوا لاں ہو دیکھو حنا کے رنگ کا
نفع اپنوں سے نہیں ہوتا ہو بہ تائید غم دیکھ سکتی ہو کبھی بے آئینہ رخسار آنکھ
کاہمش مولوی اولاد علی۔ متوطن جون پور۔ مقیم گیا
 عدالت دیوانی میں پیش کرتے۔ صحفی سے تلمذ تھا۔ اور اس
دیار کے متعدد شعرا ان کے شاگرد تھے۔
 بیان حال دل زار ہو نہیں سکتا یہ درد وہ ہو کہ اظہار ہو نہیں سکتا
 رشک مقتل ہو ترا کو چہ بت قاتل مگر گیر تر پیے میں جدا کافر جدا تر ساجدا
 یوں حسرت دل کہتی تھی فریاد سے روئے تیشہ کو لگا سر پہ تو پچھتاے گا آخر
کیسر۔ رفعت حسین ساکن مفتی گنج ضلع پٹنہ۔ شاگرد صفیر
 بلگرامی۔ میرجاں علی احمد قی کے بڑے بھائی تھے۔

عشق نے تیرے مجھے دیوانہ ایسا کر دیا راز دل میں جو سر تھا سب ہویدا ہو گیا

آپ تو عیش میں دن رات رہا کرتے ہیں ہم یہاں بچ و مصیبت کو سہا کرتے ہیں

کرامت۔ سید شاہ کرامت ہمدانی ساکن بہار شریف محل محل

گرمی۔ حضرت مخدوم سید ہمدانی عرف حضرت مخدوم منجن کی اولاد میں تھے

(۱۹۸۰ء میں پیدا ہوئے) ۱۲۹۹ھ میں انتقال کیا ایک یوان غیر مطبوعہ یادگار چھوڑا حضرت غالب علیہ السلام

میری بھکیوں کے شامل نکل آئے گا کلجہ جو ہی رہے گی حالت جو ہی رہے گا رونا

کلیم۔ سید خورشید احمد۔ منشی سید فرزند احمد صغیر بلگرامی

کے حقیقی چوٹے بھائی تھے ۵

نزع میں بھی مجھے صورت نہ دکھائی ظالم دید کی دل میں نے جاتے ہیں حسرت کسی

کلیم۔ حکیم سید محمد موسیٰ متوطن موضع سید آباد ضلع گپا

شاگرد حضرت مست بنارس و حضرت شاہ عظیم آبادی ۵

اوس گل کے لئے بزرگ بیل عاشق رہے نعرہ زن ہمیشہ

کوثر۔ عبدالواحد خاں۔ متوطن دانا پور۔ شاگرد حضرت

شاہ محمد اکبر دانا پوری ۵

کس درجہ ضعف نے ہمیں مجبور کر دیا آنا بیوں تلک بھی ہر دشاوار آہ کا

کیفی۔ سید منیر الدین احمد عرف منامیاں۔ خلف مولوی

سید واہب حسین ساکن موضع روہائی ضلع گیا۔ مولوی اولاد علی

کا ہمش جون پوری کے شاگرد تھے اور خود بھی صاحب دیوان
و صاحب تلامذہ تھے ^{۱۲۸۰}سنتہ میں انتقال کیا ۵

ایک مدت سے جو ہم محو جمال یادیں چشم حیرت بن کے مثل روزن یار ہیں
کشتگان عشق کا عقدہ ذرا کھلتا نہیں ہر دہان زخم پہنتے ہیں یہ کیا اسرار ہیں
کیفی - شاہ مبتلا حسین ف شاہ میاں جان صاحب خلف حضرت

شاہ بنی بخش صاحب متوطن عظیم آباد محلہ سعلی شہر تقریباً ^{۱۲۳۸}ء میں
پیدا ہوئے - بیعت و خلافت شاہ غلام حسین صاحب سے حاصل تھی
ہندوستان سے باہر ملک برما میں آپ کے سینکڑوں مرید اور معتقد
تھے - ^{۱۲۸۰}ء میں انتقال کیا - ایک دیوان یادگار چھوڑا جو بنام

تاریخی ذخیرہ محمدی ^{۱۲۳۳}ء میں چھپ گیا تھا - نمونہ کلام ۵

مجھے اس قدر کیوں تری آرزو ہے جو تو ہی سو میں ہوں جو میں ہوں سو تو

جو آئینہ دل میں دیکھا تو پیار سے تری شکل و صورت مر ہو ہو ہے

آٹھا کر نظر جس طرف دیکھتا ہوں جھلک روئے انور کی ہر جا رہو ہے

ازل سے شب روز دل کو بہا ہے تری آرزو ہے تری جستجو ہے

اب اس جوش الفت بڑھنا نہ کیفی اسی میں ادب ہی اسی میں غلو ہے

گرا می - سید نور احمد خلف ارشد جناب صدیق بلگرامی ۵

پروانہ کسی بات کی کھٹکانہ کسی کا ستا ہی نہیں یہ دل دیوانہ کسی کا

گر کم - عشق بشار الحق - متوطن بہار - عدالت منصفی
 میں سرشتہ دار تھے ۵

غضبِ مرگے عشق لبیاں بخش دلیں لکھی تھی ہاتھ سے عیسیٰ کے موت پتھر میں
 گیسو - لالہ نند کشور سنگہ - متوطن عظیم آباد ۵

گیسو نہ فکر کیجئے عجبی کی دل میں آپ دھو دیں گے رو کے انگلیں دفتر گناہ کا

لائق - میر علی احمد خلف میر حیات علی ساکن موہنجی ضلع
 شاہ آباد - شاگرد صفیر بلگرامی ۵

لے بت تو اگر خفا ہوا ہو مجھ بتدہ زار کا خدا ہے

ماسر - مرزا محمد یوسف حسین عرف محمد امیر خلف آغا علی
 لکھنوی - مہدی حسین خان آباد کے شاگرد تھے ۱۲۸۱ھ میں عظیم آباد
 آئے اور یہیں بود و باش اختیار کی - کچھ دنوں نواب مرشد آباد کے
 صاحبزادے کے استاد بھی رہے - ۱۳۱۰ھ میں حیات تھے ۵

پیر میں لائیں گے محکومہ سر اسر گیسو لے پری دیکھ تو چہرے سے ہٹا کر گیسو

میں نے جو پکارا تو ظرافت اسے سوچی آواز بدل کر یہ کہا گھر میں نہیں ہیں

بیوجہ ضعف عالم پیری سے ختم نہیں میں جبک گیا ہوں بوجہ اٹھا کر گناہ کا

تو یہ بھی اب تو کرتے ہوئے شرم آئی ہی کیا پوچھتے ہو حال پہلے گناہ کا

ڈرتے ہیں سن کے آپ کی رحمت کا زور شور بڑھ جائے حوصلہ نہ ہائے گناہ کا

ماہی۔ مولوی سید اصغر حسین رئیس عظیم آباد میر بچانک کے
پوتے تسلیم کے شاگرد تھے ۵
مرثہ پر روک رکھا ہر شرک شور افزا کو تماشا ہو کہ ہم نے بال سے باندھا دیا
مبارک سید شاہ مبارک حسین رئیس عظیم آباد تلمیذ حضرت
وحید آبادی ۵

کہتے تھے لوگ ہوا کا بھی گزر میں نہیں عاشقوں کی اوسے کوچے میں تو کثرت نخلی
کھل گئیں لہ پہ جو باتیں تری عیاری کی میں محبت جسے سمجھا تھا عداوت نخلی

متین سید محمد باقر ابن میرزین العابدین باشندہ چھپرہ
بیشتر مرثیہ کہتے تھے۔ مرزا دبیر کے شاگرد تھے ان کا کلام دستیاب ہوا

محرروں۔ سید محمد حسین عرف محمد صاحب۔ سید
ورئیس حاجی گنج شاگرد صدیق بلگرامی ۵

کسی کے ماجرائے دل کج واقف نہیں کوئی یہی حیرت ہر میرے حال پر کیوں لوگ کہتے
محسن۔ سید علی محسن ابن سید محمد حسن امیر بلگرامی مقیم آ رہ

شاگرد صدیق بلگرامی ۵
جنت کو بھی ہر داغ ہمارے مزار سے کس نے چڑھائے توڑ کے دو بھول ہار سے

محسن۔ محسن علی باشندہ مونگیر ولد ڈاکٹر احسان علی
شاگرد مولوی عصمت اللہ شیخ ان کا ایک مختصر دیوان چھپا تھا ۵

ہوتی جو محبت نہ کسی پردہ نشین سے چہ چامرا ہرگز سر بازدار نہ ہوتا

دل کی دیتا ہی خبر آٹھ پہر فرقت میں کام ہر کارہ کا کرتا ہر مرا ہر آستو

مختی۔ منشی ہری ہر ناتھ باشندہ عظیم آباد۔ شاگرد عیسیٰ

ز آتش پھر اسوز و گداز ست وے وعدہ وصل تو ام ثابت تو انم دادند

مخلص۔ سید اولاد علی ابن سید ابو علی بلگرامی۔ عظیم آباد

میں اکثر لکھتے تھے

ہوں وہ غم دوست کہ منت کش فریاد نہیں ہوں وہ نالاں کہ خموشی کے سوا یاد نہیں

مخلص۔ منشی محمد حسین خاں ولد امانت خاں بن قطب خاں

یاشندہ بھاگلپور۔ مولوی عبدالغفور خاں نسلخ کے شاگرد تھے۔

شرح جوش شوق پایاں کو نہ ہونچا مارے لکھتے لکھتے یار کو خط ایک دفتر ہو گیا

درد و غم فراق میں ہوتی ہی یہاں بسر کشتی ہی اون کی لغز و چنگ رہا بی

جو ہر امن نیامیں وہ مغرور پیرا ہن میں جس کو دیکھو قصیر و فقور پیرا ہن میں ہی

مداح۔ حکیم نواز شمسین مقیم مظفر پور شاگرد صغیر بلگرامی

جہاں میں آئے کہ نہ دل کچھ بھی کامیاب چلا ضعیفی آئی لڑکپن گیا شباب چلا

مسلسل۔ شیخ وزیر علی خلف شیخ نذیر علی عرف رمضان علی

ابن شیخ فاروق علی باشندہ مونگیر عدالت دیوانی میں وکیل تھے۔ اور

مولوی عبدالغفور خاں نسلخ کے شاگرد تھے

لکھا ہی حضرت دل مرحوم کا جو حال ہر لفظ میری بیت کا ماتم سہرا ہوا

اللہ سے کوچہ گردی جانان کا حوصلہ جب پاؤں تھک گئے تو پھر اس تمام رات

مشائق - حکیم غلام علی ساکن عظیم آباد محلہ گورہ پٹہ ۵

جو ہر دکھا رہے ہو جو تیغ نگاہ کا منظور چشم قتل ہے کس بیگناہ کا

مشہور - حکیم یحییٰ پرشاد متوطن عظیم آباد ۵

ابے ل میں بغض بیٹہ گیا ذکر اٹھ گیا **آلفت** کا دوستی کا محبت کا چاہ کا

میرزا شاہ حفاظت حسین خلف مولوی بخش حسین کالج گنج پڑہانہ ضلع میرٹھ ۵

پھیلا ہوا جوان کی نگاہوں کا جال ہے اب سیر مرغ رنگ کو اڑنا محال ہے

مفتوں سید محمد رضا متوطن بگرام بمقام آ رہ۔ فارسی میں تصانیف تخلص کرتے تھے۔ دیوان

اردو و قصیدہ محبت "آب یادگار" فارسی میں "زنا قتل" کے اردو میں مصحفی کے شاگرد تھے ۵

گر کرے زیب گلو وہ نوجوان سبزہ رنگ **فیض** رنگ سبز سے تسبیح مرزا سبز ہو

نامح ندریں گے لب نوشیں کی قسم ہے شیریں سخن تیری ہمارے لئے سم ہے

مکرم اکرام الدولہ اکرم الملک مکرم الشرا مکرم علی خاں بہادر شیخ جنگ

ابن امیر ابن امیر مظلم علی خاں بہادر کافی قوم پٹھان - بہادر شریف کی پہاڑی

پر اب تک ان کے مکانات کے کچھ کھنڈ رہا ہیں ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ

میں آبائی جائیدادیں ضبط ہو گئی تھیں۔ انقلابات زمانہ سے وطن کو خیر باد کہہ کر

لکھنؤ اور دہلی وغیرہ کی سیاحت میں مصروف رہے۔ بالآخر ہمارا راجہ

نراندہ سنگہ والی سرہند کے دربار میں کیس قدر آرام سے زندگی بسر ہوئی۔
 مکرم نے یہ سب واقعات ایک قصیدے میں خود ہی نظم کئے ہیں۔ آخر
 عمر میں اپنے وطن مالون کو واپس آگئے تھے۔

ان کے کلیات فارسی میں قصائد حمد و نعت اور مناقب ائمہ کے
 علاوہ چند قصائد ابو ظفر بہادر شاہ اور ولی عہد بہادر مرزا فتح زو کی طرح میں
 بھی ہیں۔ غزلیات کا مجموعہ چند ہزار ابیات کا ہے۔ اس کے علاوہ رباعیات
 ہفت بند۔ تھمیس وغیرہ اور فارسی کی دو مثنویاں ہیں۔ کہیں کہیں مقطع
 میں اپنا تخلص مکرم الشعر ابھی لکھا ہے۔ مثلاً
 باشد مکرم الشعر اغانہ زاد شاہ در آرزوئے خویش از و مورد عطا
 کلیات پر جو ہر لگی ہے اس میں ۲۶۷۰ لکھا ہوا ہے۔

فارسی کے کلیات سے اردو کا کلیات چھوٹا ہے اور اس کے بہت سے
 اوراق جا بجا سے غائب ہیں۔ لیکن صرف یہی ایک نسخہ ہے جس کو مصنف نے
 اپنے لئے مرتب کیا تھا۔ اور اب خانقاہ بہار شریف کے کتب خانہ میں موجود
 ہے اس کے ماسوا غالباً اور کہیں اس کی دوسری نقل نہ ہوگی۔ یہ مرزا غالب کے
 ہم عصر تھے۔ غالب کی اس مشہور غزل ۶

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں

پراہنوں نے مصرعے بھی لکائے ہیں۔ اس مقام پر اردو کے دیوان سے

چند شریط و نمونہ کلام درج کئے جاتے ہیں ۵

دل تنگ مت ہو اُس کے دہن سے نکل گیا تھا ایک شک مجھے دہن سے نکل گیا

ہوا پدید سپیدہ دم صبحی سے غضب ہی بند رہے آفتاب شیشے میں

نرخ مسلمان ہو تو خاں رخ جانان ہندو اس لئے بند رہے ہیں اس بہت مسلمان ہندو

دل نے ہرگز نہ کیا فصل بہاری ہیوں مے سے ہر چند مری طبع نے جا ہی تو بہ

کیوں نگاہ قہر سے اس ہر کہے تابجا بے قراری میں دل عاشق مگر سیلاب ہی

دل تڑپتا اس طرح سینے میں ہر مے کے لئے جیسے غمکی میں تڑپتی ماہی بے آب ہی

گر نجات آخرت کا شاہد دے کو سبب مطمئن مت بیٹھ دنیا عالم اسباب ہی

ہر مکرّم میکشوں کو میکدہ مثل حرم طاق ابروئے مقلان ان کے لئے مہراب ہی

مکتت اسمعیل علی خاں متوطن عظیم آباد شاگرد فاضل احمد حسین صاحب

فرخ آبادی ۵

ایک عمر میکدہ میں بسر ہو گئی مری اب راستہ بھی یاد نہیں خانقاہ کا

سب ناز تزلزلے میں تمہیں کیا کہوں کیا ہو آفت ہو چلاوا ہو قیامت ہو بلا ہو

مہمتوں میرا منت علی باشندہ عظیم آباد شاگرد فرزند علی

موزوں تحصیل علم کے لئے دہلی گئے تھے ۵

لے وائے کہ تیرے لئے اس خاک نشیں کو حوں باد لے پھرتی ہو گھر گھر تیش دل

موج مولوی محمد شفیع ابھی نور علی مختار متوطن عظیم آباد شاگرد

شمس آباد لکھنوی۔ غازی پور میں وکالت کرتے تھے ۱۸۳۷ء میں حیات تھے
 بد باد سے لہراتے ہیں جیسے دریا موج تعریف سے بڑھتی ہو طبیعت میر
 قمر۔ شیخ محمد اسماعیل مختار خلف منشی محمد ابراہیم وکیل عدالت
 آگرہ شاگرد صفیر بلگرامی۔ رسالہ فروغ ہر۔ جلال ہر۔ مجمع القوافی لکھ
 عروص ہر وغیرہ ان کی تصنیف سے ہیں ۵

چھوڑوں صنم کو اپنے میں کس اعتماد پر دشمن کمر کو باندھے ہوئے ہیں ہناد پر
 تازش۔ محمد بشارت الحق خلف مولوی فیض الرحمن و الشیخ شاگرد
 جناب اکبر دانا پوری ۱۸۹۵ء میں انتقال کیا ۵

نہ آیا چین مرنے پر بھی میرے مضطرب لگو ابھی تک زلزلہ ہوتا ہوا ظاہر میری تربت سے
 ناطق۔ شیخ احمد شاہ ولد شیخ محمد شاہ باشندہ سکند پور نواب
 عظیم آباد۔ بہ سبب قرابت شیخ محمد شفیع وکیل صدر اکبر آباد میں ملازم تھے
 مرزا عنایت علی ماہ سے تلمذ تھا ۵

زلف کا مضمون کیا تحریر اپنے ہاتھ ہم نے ڈالی پاؤں میں زنجیر اپنے ہاتھ سے
 چومتے ہیں پہروں ہاتھوں کو مٹوائے صنم کھینچتے ہیں جب تری تصویر اپنے ہاتھ سے
 حکیم محمد ہادی حسن خاں نایاب

خلف حاجی امیر حسن خاں مرحوم ابن دیوان مولا بخش صاحب سی، اس کے
 رئیس اعظم رسول پور۔ اس دور کے خوش گو شعرا میں تھے۔ ابتدا میں مولوی

عبدالواحد سیاح تلمیذ میر وزیر علی صاحب سے مشورہ سخن فرماتے تھے۔ پھر
 منشی مظفر علی خاں اسمیر تلمیذ مصحفی کو اپنی غزلیں دکھائیں ۱۲۹۹ء میں اسمیر نے
 انتقال کیا۔ ان کے بعد منشی امیر احمد صاحب اسمیر مینانی مرحوم سے رجوع کیا تھا۔ ہوتا ورنہ
 حلقہ تلامذہ میں داخل نہ ہوتے تھے کہ تلامذہ میں خود حضرت تالیفات کا انتقال ہو گیا
 ان کے انتقال کے بعد ان کا دیوان بڑا اصلاح حضرت اسمیر کے پاس بھیج دیا گیا۔ اور
 بعد اصلاح اس کے مولوی اعجاز حسناں خلف اکبر حضرت تالیفات طبع کرایا۔
 مصحفی و تلمیذ کے رنگ میں فرماتے تھے۔ دیوان مطبوعہ آپ کے خلف اصغر
 جناب یاض حسناں صاحب خیال کا عطیہ فقیر کی نظر سے گزرا یہ اس مختصر انتخاب سے
 ننگا ہو گیا نہاں رکھا ہو عالم ناتوانی کا بجا ہو کر کریں اب ہم بھی دعویٰ بن ترائی
 کیا کہ سارے بنگل گستاں چھوٹا تیر اور دانہ نہ ہم سے مگر اے جاں چھوٹا
 کیا بتاؤں تجھے احوال چمن اوصیاد پر بھی نکلے نہ تھے جو وقت گستاں چھوٹا
 ہو جو راحت کی طلب نہ اٹھا لو پہلے بادشاہی علی یوسف کو جوتنداں چھوٹا
 بنو رہا ہو غافل کیا اپنا گھر زمیں پر کل ہو گا تو زمیں میں ہو آج اگر زمیں پر
 تیرا ہی نام ہو اے سوت رٹ ہے میں حور و ملک فلک پر جن و بشر زمیں پر
 تم تو پلنگ پرواں پھیلا کے پاؤں ٹھو ترپا کیا یہ مضطرباں رات بھر زمیں پر
 دست طبع بڑھاؤں ایسا نہیں گنا میں او آسمان ہن بھی برسیں اگر زمیں پر
 ہائے کچھ کر نہ سکے دنیا میں بخشش روز جزا کے قابل

پائی انسان نے امانت کیسی جو نہ تھی ازمن و سما کے قابل

زیر زمین تو بیخ و الم کا گماں نہیں سر پہ وہاں زمین ہو کچھ آسمان نہیں

ارباب جاہ کا پس مردن کہاں قلق روتا ہو کون قیصر و عفور کے لئے

نثار۔ نثار علی دلیچ و مصری عنایت احمد متوطن چو سا ضلع شاہ آباد

شاگرد مولوی شاہ عبدالعلیم آسی غازی پوری ۵

ہر وقت اون آنکھوں کی سی خوف ہی مجھ کو سویا ہوا فتنہ کہیں بیدار نہ ہو جائے

نخف شیخ نجف علی متوطن عظیم آباد محلہ مغلیہ شاگرد نوروز علی خاں مکتیہ

شاہ و گدا طریق محبت میں ایک ہیں یوسف سے جا کے پیچھے مزا کوئی چاہ کا

نذر۔ میر نجف علی نواب محمد فاضل خاں کی اولاد میں تھے۔ خاندانی معاش

تباہ کر کے عدالت پٹنہ میں کالت کرتے شاعری میں حضرت قمریاد سے تلمذ تھا

نہایت خوش مزاج۔ بذلہ سنج اور لطیفہ گو تھے موسیقی میں بھی اچھی مہارت رکھتے تھے

کر قدر مری مجھ کو گلے اپنے لگا لے ڈھونڈے نہیں ملتے ہیں صنم چاہنے والے

تم جلتے ہو اب روٹھ کے مجھے بہت اچھا یہ تو کہو دل میرا کیا کس کے حوالے

ہوش و خرد و تاب و توان میر و تحمل سب کھو کے تجھے چاہتے ہیں چاہتے والے

کیا سحر کیا نذر دل افکار یہ تم نے دیوانہ سمجھتے ہیں او سے دیکھنے والے

سائے گھر میں ہیں ایک کمانے والے اور سب بیٹھے ہیں مفت میں کھانے والے

نصر شاہ علی حبیب خلف الرشید حضرت فردالاولیا شاہ ابوالحسن قمری

سجادہ نشین پھلواڑی ۱۲۹۵ھ میں انتقال کیا۔ دیوان قاضی چپ گیا ہے۔

ایسر نہاہ بے کساں قریادرس قریادرس دے دنگیر عاجزاں قریادرس قریادرس

نکبت۔ سید حامد حسین عرف میرن صاحب متوطن عظیم آباد محلہ کشمیری کوٹھی۔ اس دیار کے بعض شعرا ان کے شاگرد تھے۔

پاماں ہو کے غیر کو تکلیف دی تو کیا اب لاغری بنانا مجھے خار راہ کا

کوڑ۔ مولوی محمد نور المحسین ساکن شہر گھائی ضلع گیا۔ شاگرد مولوی

اولاد علی کاہش بہ عمدہ منصفی ملازم سرکار تھے ۱۳۲۰ھ میں انتقال کیا۔

جن دنوں میں شعل داغ دل بیتا تھا اک چراغ روز سا خورشید عالم تاب تھا

نہال سید شاہ نہال حسن۔ متوطن مولانگر ضلع مونگیر ساکن عظیم آباد

بخشی محلہ ۱۲۹۲ھ میں عالم شباب میں انتقال کیا۔ شاعری میں حکیم عبد الحمید

صاحب پریشاں سے مشورہ سخن کرتے تھے۔ حضرت صفیر بلکڑی سے بھی

رابطہ خلوص تھا۔ دیوان ان کا اوتھیں کے مطبع میں چھپنے کو دیا گیا تھا۔ ہنوز

شائع نہ ہوا تھا کہ خود ان کی کتاب حیات کا خاتمہ ہو گیا۔ ان کے اکثر اشعار آج تک

لوگوں کی زبانوں پر چڑھے ہوئے ہیں۔

خال میں خط میں ہوا ابرو خدا میں ہو دل گم گشتہ ہمارا انہیں دو چار میں ہو

بکھر ہیں ل میں لیاں اون کی محفل میں لجاؤ خدا جلنے میں کیا کہنے کو چاہوں مرنے کیا نکلے

نہال خستہ بیاں کو دیکھ قدرت یاد آتی ہو جواں میں شرابی تھے وہ آخر پارسل نکلے

مرامر قد سے جی اٹھنا بھی دیکھو چلے جاتے ہو کیا ٹھوکر لگا کر
 تم نہ کرنا یاد مجھ کو خلد میں شربت دیدار حق اچھو نہ ہو
 ماتا اسے آہ عرش پر بھی گئی یہ تو بتلا کہ تو اودھر بھی گئی
 دیکھیں اب عذر کیا ہونے میں خط بھی پہونچا میری خبر بھی گئی
 کیا کہوں مجھ کو اے قضاے رقیب نگہ نازنین اودھر بھی گئی
 آپ تلوار تو بولتے ہی رہے نگہ ناز کام کر بھی گئی
 دیکھی شوخی ادا کی اون کی نہال لے لیا دل کو پھر کر بھی گئی

رباعی

کیوں گئے پھر رخ پہ عیسیٰ خفقاں ہوتا ہوں آپ کیوں نیچے رہے کیا کیا گماں ہوتا ہوں
 کھل گئی فضل الہی سے حقیقت نہال وہی جھک جاتا ہوں ملیہ جو گراں ہوتا ہوں
 نیر۔ مولوی عبدالغفور۔ متوطن دانا پور۔ مدرس مدرسہ عین الاسلام

شاگرد شاہ محمد اکبر دانا پوری ۵

بمحل تڑپ رہے ہیں کہیں کٹ رہے ہیں ہر شور اوس گلی میں خدا کی پناہ کا
 وزیر۔ وزیر علی خاں باشندہ عظیم آباد۔ شاگرد نواب جعفر حسن خاں
 فیض موسیقی میں اچھا دخل رکھتے تھے ۵

سو سوا داؤ ناز میں ایک ایک گام پر ہم خاک میں ملے تری طرزِ خرام پر
 عاشق ہو گئے ہیں ہم ترے اے جان نئے صدے دکھانہ دشمن ایمان نئے تے

وصی شاہ وصی احمد پھلواڑی کے پیر زادوں میں تھے ۵

میرا خون گرم پائمال ہوا آستانہ تو اون کا لال ہوا

ولا۔ حسن نواب متوطن عظیم آباد ۵

انگشت بندناں میں کھڑے لائیں پیر میری پوچھے کوئی اون سے کہ اب سوچتے کیا

وصی۔ شاہ دیدار حسن عرف شاہ آغا جان صاحب

خلف شاہ بنی بخش صاحب۔ متوطن عظیم آباد محلہ سہلی شہدہ۔ تقریباً ۱۲۵

میں پیدا ہوئے۔ جناب شاہ غلام حسین صاحب سے بیعت و خلافت

حاصل تھی اور اس سلسلہ میں اکثر ملک برما بھی جایا کرتے تھے۔ ۳۲ رجب

۱۲۳۲ھ کو بہ مقام رنگون انتقال کیا۔ بیشتر نفست فرماتے تھے۔ ایک

دیوان و وصی مطبوعہ۔ موسوم بہ ”چمنستان قدرت“ اور ایک دیوان

غیر مطبوعہ یادگار چھوڑا ہے ۵

خدا کی صفت و قدرت کا گریں ہو جا تو راز کلمہ تو حید دل نشیں ہو جا

دیدہ دل میں عیاں صورت زیبای ہو جا جس طرف دیکھتا ہوں محو تماشا ہو جا

ہو کے سرشارے عشق سے میخانوں میں جام و ساغر ہو جا ساقی دنیا ہو جا

و صبیاحمت عالم کا لقب ہو جس کو میرا بادی مرا حامی مرا مولیٰ ہو جا

نور محمدی ہو نور خدا کی صورت صورت میں مصطفیٰ کی ہو کبریا کی صورت

ماشم۔ سید محمد ہاشم ابن سید مبارک حسن بلگرامی مقیم آ رہ

حضرت صفیر بلگرامی کے اقربان اور شاگردوں میں تھے ۵

جو تیری زلف کے پھندے سے جاں بری ہو جا
نجات پاؤں مری عمر دوسری ہو جا
یہ کیا جب آؤ تو ایک جنگ زرگری ہو جا
بس آج میر تمہاے کھری کھری ہو جا
شباب جاتا ہوں چرخے جو دینا ہے
قبائے عیش نہ میلی دھری دھری ہو جا

رسائی جو تا کوئے قاتل ہوئی میں سمجھا کہ طبع پہلی منزل ہوئی
ہما۔ سید احمد حسین باشندہ عظیم آباد ۱۲۸۰ھ میں کلکتہ بھی
گئے تھے۔ خواجہ وزیر لکھنوی کے شاگرد تھے ۵

عاشق کو چھوڑتی ہو نہ معشوق کو زمین نل خاک کے تلے ہر دم خاک کے تلے
دامن کو جن کے گرد کبھی چھو نہیں گئی کیسے بڑے ہیں سیکڑوں من خاک کے تلے
ہمایوں۔ محمد کھن۔ متوطن موضع نگر نہسہ۔ ضلع عظیم آباد ۵

غیروں کے ساتھ پیار سے ہوتے ہیں ہم کلام پوچھا کبھی نہ حال پر اس خیر خواہ کا
ہوشیار۔ شیخ سید علی متوطن عظیم آباد ۱۲۹۵ھ میں حیات تھے ۵
ہاتھوں میں بونہار نہ یہ سرخی حنا تم نے ملا ہے خون کسی بیگناہ کا

یار۔ مولوی محمد یار علی۔ ابن سید تصدق علی متوطن فتح پور
ضلع چمپہ۔ شاگرد مولوی اولاد علی کا ہمیش۔ مشن اسکول

اعظم گڑھ میں مدرس تھے ۵

نفس میں گرمی آفت ہر جگہ سانس طپتی کہ ہوتی ہر حرارت جنبش رفتار سے پیدا

یحییٰ سید شاہ محمد یحییٰ خلف سید شاہ وجہہ اللہ فرحت

سجادہ نشین محلہ شاہ کی اعلیٰ جامع فضل و کمال ارباب طریقت میں سے
تھے۔ تاریخ گوئی میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ ملک کا یا شہر کا یا اپنے گھر کا کوئی
ایسا واقعہ نہ تھا جو ان کے علم میں آیا اور اس کی تاریخ نہ کہی ہو۔ مادہ
تاریخ برجستہ فرماتے تھے۔ ۱۲۳۰ھ میں انتقال کیا۔ ایک ضخیم کلیات
تاریخوں کا مرتب ہے۔ مولانا محمد سعید حسرت سے تلمذ تھا۔

عشق دندان و لب سادہ رخاںم دادند ہچو شبنم مرثہ اشک فشاںم دادند
راز دار غم عشق تو نمودند و دم تا حدیث تو کند شرح زیانم دادند
سوز دل اشک رواں آہ سحر و دیگر انچہ مرغوب بقاں بود ہمانم دادند
ہست یحییٰ اثر تربیت حسرت و لب کہ بہ شعر و سخن این حسن بیانم دادند

یکتا۔ مرزا نور و تر علی خاں ولد امان علی خاں غالب متوطن

لکھنؤ۔ مقیم عظیم آباد محلہ دیوان ^{۱۷۸۵ء} میں انتقال کیا۔ بقول مولف تذکرہ شاعر
”ان میں ایک بڑا عیب یہ تھا کہ دوسرے شاعروں کے شعر کو اپنے نام سے پڑھتے تھے۔“
صاحب دیوان و صاحب تلامذہ تھے۔ یہ ان کا کلام ہے۔

سیارے ہیں ثابت تری جوتی کے ستارے روشن ہو مہر و ہرستے گردوں کی پری
درگزرے دیر و کعبہ سے دل کے طریق پر سیدھا کیا جو پھیر محبت کی راہ کا

قطعہ تاریخ طبع از نیچہ فکر جناب مولوی لطیف احمد ضاری صاحب موضع تھالی ڈاکٹر برہنہ
ضلع ساران

لطیف احمد جو زیر طبع فی الحال یہاری شاعروں کا تذکرہ ہے
ریان سال سے تاریخ اپنی یہ خود کہتا ہے اچھا تذکرہ ہے
۱۳۵۰ھ

قطعہ تاریخ از نیچہ فکر جناب کٹر عظیم الدین احمد صبا (پی۔ ایچ۔ ڈی)
عظیم تخلص سیر پر فیض پٹنہ کالج ساکن محلہ خواجہ کلاں پٹنہ سٹی

تذکرہ نیست مرثوہ ایست شدند ز فہ در خاک خستگان بہار
ہاتم گفت بہر تاریخش گو۔ گل باغ بے خزان بہار
۱۳۱۹ھ

قطعہ تاریخ از مولف حقیر سید عزیز الدین احمد علی ملتخلص بہ از عظیم آباد

تذکرہ اندوڑوں جو طبع ہوا جس میں ہے ذکر شاعران وطن
کار نامے یہ دو صدی کے ہیں تین سو شاعروں کا ہر ارکن
جمع اگلوں کے ہیں کلام اس میں ساغر تو میں ہے شراب کہن
از تاریخ طبع بھی اس کی کہہ دیدہ ہے کلید شعر و سخن
۱۳۵۰ھ

جلد حقوق محفوظ ہیں

انسان کی پرواز

اس کتاب میں بیوں، تہائی جہاز اور ایروپلین کی ایجاد کے متعلق مفصل تاریخی سرگزشت نہایت محققانہ اور لچپ پیرایہ میں مذکور ہے۔ اور ان مرکب ہوائی کے تیار کرنے اور ہوا میں چلانے کے اصول و طریقہ تصاویر و نقشہ جات اور فن غبارہ بازی اور فن پرواز کے متعلق ضروری ہدایات نہایت شرح و بسط کیساتھ بیان کی گئی ہیں۔ کتاب کی خوبی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ ہوا زریرہ کے محکمہ تعلیمات نے اس کتاب کی ڈسٹری بیوٹن فرمائی ہیں۔ اور وہ ہر مدرسہ و کالج و اسکول و کراؤں کے قریب اس کتاب کو بکٹ و حکم تعلیمات نے بھی اسکا انعام اور کتب خانوں کے لئے موزوں قرار دیا ہے۔

قیمت ۴۰۰ روپے قیمت فی جلد ہے۔

سید عزیز الدین احمد لکھی پکشی محلہ پٹنہ سیٹی

دی نومی پریس لمیٹڈ بانکی پور۔ پٹنہ میں

سازگارین کام زبان انگریزی ہندی اردو و سنسکرتی تمام